بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ

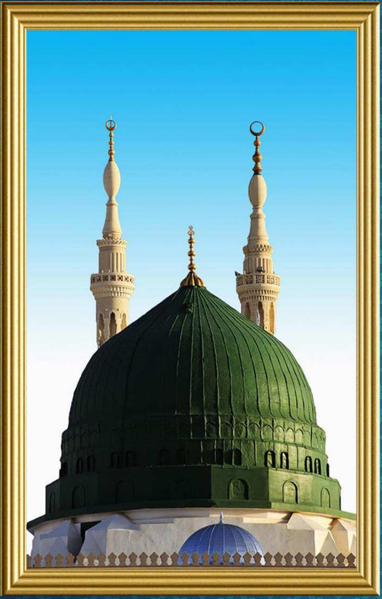

سیّد حماد رضا بخاری

Presented by Ziaraat.Com

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ

(حیاتِ طیّبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)

حصّہ اوّل: مکی دور

حصّہ دوم: مدنی دور

حصّہ سوم: تکمیل دین

سیّد حمّاد رضا بخاری

Presented by Ziaraat.Com

نام کتاب	بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِهٖ
مؤلف	سیّد حماد رضا بُخاری
ناشر	بُخاری پبلی کیشنز، فیصل آباد
کمپوزنگ	سیّد حماد رضا بُخاری
پروف ریڈنگ	ڈاکٹر سیّدہ شاہین صبا بُخاری
طبع اوّل	جنوری ۲۰۱۴ء
تعداد	۱۰۰۰
ای میل مؤلف	hrbukhari@hotmail.com
فون نمبر	+923009655650

Presented by Ziaraat.Com

تقریظ

حجۃ الاسلام علامہ اظہر حسین بہشتی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

دُنیا میں کچھ ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جو تاریخ کا رُخ موڑ دیتی ہیں، اِنہیں میں سب سے اعلیٰ وارفع ہستی جس نے مختصر سے عرصے میں دُنیا میں انقلاب برپا کردیا، پرچم اسلام کو بلند کیا اور اقدارِ انسانی کو اپنی معراج تک پہنچا دیا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ قرآنِ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں یوں قصیدہ کہا، ''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○'' (اور بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلقِ عظیم کے مالک ہیں۔ سورۃ القلم آیت ۴) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرم خوئی کے بارے میں کچھ اس طرح بیان فرمایا، ''وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ'' (اے محبوب! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے لئے اتنے نرم دل ہیں اور اگر تندمزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گردوپیش سے منتشر ہوجاتے۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۱۵۹) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرحِ صدر یعنی وسعتِ قلبی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، ''اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ○'' (کیا ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سینہ کشادہ نہ کیا۔ سورۃ الشرح آیت ۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرم خوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرحِ صدر ہی تھا جس کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریکِ اسلام اور یہ انقلاب کامیاب ہوگیا۔ اسلام کی نشرواشاعت آپ کے کردار کی بُلندی کی وجہ سے تھی نہ کہ تلوار کے ذریعے۔ بعض اوقات بعض دشمنانِ اسلام کی طرف سے یہ اعتراض کردیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا تھا اور اس کی طرف داری بعض نام نہاد مسلمانوں نے بھی کرڈالی جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اسلام رسولِ

Presented by Ziaraat.Com

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کا پرتو ہے، اگر اسلام میں جنگوں کا جائزہ لیا جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ یہ ساری جنگیں دفاعی جنگوں کی حیثیت رکھتی تھیں اور پھر اگر قرآن کو حکم مان کر اِس سے فیصلہ لیا جائے تو قرآنِ مجید واضح طور پر اعلان کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ اسلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ کردار کے ذریعے دُنیا میں پھیلا ہے نہ کہ تلوار کے بل بوتے پر جیسا کہ مندرجہ بالا آیات آپ کی نظر سے گزریں۔ قرآنِ مجید نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام زندگی کو انسانیت کے لئے اُسوۂ قرار دیا اور فرمایا، ''لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (بیشک تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات میں (پیروی کے لئے) بہترین نمونہ ہے۔ سورۂ احزاب آیت ۲۱)

بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو تلوار کے زور پر اسلام پھیلائے اُس کی زندگی کو تمام انسانیت کے لئے اُسوۂ اور نمونہ قرار دے دیا جائے؟ لہٰذا اِس مقام پر غور و فکر کرنا چاہیے کہ یہ نظریہ کن لوگوں کا ہے؟ آیا حامیانِ اسلام کا ہے یا دشمنانِ اسلام کا؟

قارئین محترم! آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب برادرِ عزیز سیّد حماد رضا بخاری صاحب کی ایک بہترین کاوش ہے۔ اِس کتاب میں انہوں نے اپنی گزشتہ کاوش ''صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً'' کی طرح اہلِ اسلام کے مختلف مکاتبِ فکر کی روایات کو یکجا کیا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جو توہین آمیز روایات نقل کی جاتی ہیں اُن کا بہترین اسلوب میں جواب بھی دیا ہے۔ بخاری صاحب ایک سچے عاشقِ رسول ہیں، اِس کا اندازہ آپ کو کتاب کے مطالعے کے دوران خود بخود ہوجائے گا۔ خداوندمتعال ان کی اِس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کے زورِ قلم میں مزید اضافہ فرمائے۔

والسّلام

اظہر حسین بہشتی

۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۳۵ ہجری

Presented by Ziaraat.Com

تقریظ

حجۃُ الاسلام علامہ سیّد مزمل نقوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

تاریخ کے دامن میں بہت کچھ ہوتا ہے۔حقائق بھی اور افسانے بھی۔ قصے بھی اور کہانیاں بھی۔رموز بھی اور اشارات بھی۔تفصیل بھی اور اجمال بھی۔سچ بھی اور جھوٹ بھی۔یہ تو محقق کی صلاحیت پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح حقائق کو سچے موتیوں کی طرح چنتا اور سچ کو جھوٹ سے الگ کرتا ہے۔

سیرت کی کتب بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔سیرت نگاروں نے عمداً یا سہواً بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جو صاحبِ سیرت کی شان کے منافی ہوتی ہیں۔بعد میں آنے والے مصنفین بھی تبصرہ کئے بغیر انہی باتوں کو نقل کر دیتے ہیں۔جنہیں پڑھ کر ایک عام قاری اُلجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔

بردار محترم سید حماد رضا بخاری ایسی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔اگر کوئی ایسی روایت ان کے زیرِ قلم آ جائے تو اُس پر بحث ضرور کرتے ہیں۔ان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اپنا نظریہ تو بیان کرتے ہیں لیکن قاری پر تھوپنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ قاری کے ذہن کو جستجو کی راہیں دکھاتے ہیں۔حق بھی یہی ہے۔قرآن وسنت کا پیغام یہی ہے۔تدبر کرنا قرآن کی آرزو ہے۔غور و فکر کرنا انبیاء اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت ہے۔اسی سے انسان آگے بڑھتا ہے۔ارتقائی منازل طے کرتا ہے اور اپنے مقصدِ تخلیق کو پا لیتا ہے۔یوں خدا کے قریب ہو جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب بلغ العلیٰ بکمالہ اپنے نام کی طرح ایک منفرد تالیف ہے۔رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و کردار پر فاضل محقق کا ایک عظیم علمی شاہکار ہے۔جسے اپنا کر نہ صرف ایک عام فرد بلکہ

Presented by Ziaraat.Com

زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا باشعور اہلِ علم وذوق انسان اپنی زندگی کو عظیم انسانی قدروں کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں اس ذات والا صفات کی سیرت بیان کی گئی ہے جسے خدا نے اسوۂ حسنہ اور انسانیت کے لیے نمونۂ عمل قرار دیا ہے۔ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے انسان کامل کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لانا انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اس کے لیے فاضل مصنف مبارک باد کے مستحق ہیں۔

خدا ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور وہ اپنے ترشحاتِ قلم سے لوگوں کو مستفید کرتے رہیں۔

(آمین)

سید مزمل نقوی

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۳۶ ہجری

۱۸ اپریل ۲۰۱۵ء

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

فہرست

حصّہ اوّل

(مکّی دور)

ہدیہ	31
انتساب	32
مقدمہ	33
نُورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق	36
نُورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصلابِ طیّبہ سے ارحامِ مطہرہ کی طرف انتقال	42
نسبِ گرامی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	47
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد	48
حضرت ابراہیم علیہ السلام	48
حضرت اسماعیل علیہ السلام	56
حضرت فہر قریش	60
حضرت قُصی	61
حضرت عبد مناف	61
حضرت ہاشم	62
حضرت عبدُ المُطلب شَیبۃُ الحمد علیہ السلام	64
حارث بن عبد المطلب (عمّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	69
حضرت امیر حمزہؓ بن عبد المطلب (عمّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	69
حضرت عباسؓ بن عبد المطلب (عمّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	69

Presented by Ziaraat.Com

زبیر بن عبد المطلب (عمّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) 71

حضرت ابو طالب بن عبد المطلب علیہ السلام (عمّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) 71

حضرت علی علیہ السلام (برادرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) 74

عمّاتُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 77

حضرت عبد اللہ علیہ السلام (والد گرامی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) 79

سیّدہ آمنہ علیہا السلام (والدہ ماجدہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) 81

طلوعِ سحر (ولادتِ باسعادت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۵۲ قبل ہجرت، ۵۷۱ء 82

سطیح کاہن کی خبر 89

یہودی عالم یوسف کی خبر 91

شام سے ابنِ حواش المقبل کی خبر 92

اَسمائے گرامی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 95

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور کنیت جمع کرنے کی ممانعت اور حضرت علی علیہ السلام کا استثناء 98

رضاعتِ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 99

روایتِ شق الصدر 101

روایتِ شق الصدر کا تنقیدی جائزہ 102

وفاتِ حضرت سیّدہ آمنہ علیہا السلام (۴۷ قبل ہجرت/ ۵۷۷ء) 109

کم سنی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی رِحلت کا فلسفہ 109

کفالتِ جناب نبی گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 110

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کے لیے حضرت ابو طالب ؑ کی نامزدگی 112

حضرت ابو طالب ؑ کے ہمراہ سفرِ شام (۴۰ قبل ہجرت/ ۵۸۲ء) 113

سفرِ شام حضرت ابو طالب علیہ السلام کی زبانی 115

عربوں میں بُت پرستی کی تاریخ اور ہبل، لات وعزیٰ وغیرہ 123

شِرک و بُت پرستی اور فسق وفجور سے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفرت 124

Presented by Ziaraat.Com

حَربِ فُجار (۳۷ قبل ہجرت/ ۵۸۶ء) 125

حَربِ فجار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوطالبؑ شریک نہیں تھے 126

حَلفُ الفضول (۳۷ قبل ہجرت/ ۵۸۶ء) 127

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھیڑبکریاں چرانا 128

مکّہ مکرّمہ پر یونانیوں کے اقتدار کی سازش 130

حضرت خدیجۃُ الکبریٰ علیہا السلام 131

حضرت خدیجۃُ الکبریٰ علیہا السلام کے ساتھ تجارتی شراکت 133

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بزرگ راہب سے خالد بن اسید اور طلیق کی گفتگو 136

ابوالمویہب راہب کی خبر 138

حضرت خدیجۃُ الکبریٰ علیہا السلام سے عقد (۲۷ قبل ہجرت/ ستمبر ۵۹۵ء) 140

حضرت خدیجہ علیہا السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کوئی شادی نہیں کی تھی 142

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرتِ ازواج سے متعلق ایک منفی خیال اور اُس کی تردید 144

ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 149

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی پسند کے مطابق ازواج کو رکھنے اور چھوڑنے کا اختیار 155

اولادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 159

حضرت قاسمؑ کی ولادت (۲۵ قبل ہجرت/ ۵۹۸ء) 161

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولادت (۱۳رجب ۳۰ عام الفیل/ ۶۰۰ء) 162

خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تدبّر اور انصاف (۱۸ قبل ہجرت/ ۶۰۵ء) 166

غارِ حرا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت گذاری 167

پہلی وحی اور آغازِ بعثت (۱۲ قبل ہجرت/ ۶۱۰ء) 169

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب ''اُمّی'' کی وضاحت 173

ہواتف، جمادات، نباتات اور حیوانات وغیرہ کی گواہی 176

عجوہ کھجور 185

Presented by Ziaraat.Com

دعوتِ ذوالعشیرہ (سنہ ۴ بعثت، ۹ قبل ہجرت/ ۶۱۴ء)	186
قریش کاظلم وستم	191
ہجرتِ حبشہ (رجب ۷ قبل ہجرت/اپریل ۶۱۵ء)	193
دارالارقم (سنہ ۶ بعثت)	199
معاشرتی مقاطعہ (محرم ۷ قبل ہجرت/ستمبر ۶۱۵ء)	200
رُومیوں کی شکست کی پیش گوئی (سنہ ۸ بعثت، ۵ قبل ہجرت، ۶۱۸ء)	206
معجزۂ شق القمر (سنہ ۹ بعثت)	207
معجزۂ شق القمراور ہندومہاراجے	210
مہاراجہ کیرالہ مالابار	210
مہاراجہ مالی بارسامری	213
ریاست کھابڑی کے راجا کنورسین اوروزیر رتن سین	214
ریاست دھار کے راجا بھوج	220
ریاست بھوپال کے راجا بھوجپال	221
معراجُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اہلِ سُنّت کی نظر میں)	223
معراجُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اہلِ تَشَیُّع کی نظر میں)	232
معراجِ جسمانی یامعراجِ روحانی؟	235
بُراق	237
واقعہ معراج پراہلِ مکّہ کاردِّعمل	238
معراج کاسفرنامہ	241
شجرۂ طوبیٰ	249
سِدرۃُ المنتہیٰ	252
نمازوں میں تخفیف کی درخواست	253
مقصدِ معراج	254

Presented by Ziaraat.Com

کیا حضرت علی علیہ السلام شریکِ معراج تھے؟	262
امکانِ معراج	265
قرآن کی گواہی	267
واقعۂ معراج پر چند اور دلائل	269
معراج اور صلواۃُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	272
درودِ ابراہیمی	275
ولادتِ حضرت سیدۃُ النساء فاطمۃُ الزہرا علیہا السلام (۵ بعثت، سنہ ۴۶ عام الفیل/ ۶۱۴ء)	276
حضرت ابوطالب علیہ السلام کی وفات (۳ قبل ہجرت/ ۶۱۹ء)	278
حضرت ابوطالبؑ کے بعد قریش کی دست درازیاں	284
اُمّ المومنین حضرت خدیجۃُ الکبریٰ علیہا السلام کی وفات (۳ قبل ہجرت/ ۶۱۹ء)	284
حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ سے عقد (۳ قبل ہجرت)	285
طائف (سنہ ۱۰ بعثت، ۲۷ شوال ۳ قبل ہجرت/ فروری، مارچ ۶۱۹ء)	286
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جنّات کی حاضری	291
قبیلہ خزرج کی ایک جماعت کا قبولِ اسلام (سنہ ۱۱ بعثت)	294
بیعتِ عقبہ اولیٰ (سنہ ۱۲ بعثت، ذوالحجہ ۱ قبل ہجرت/ ۶۲۱ء)	295
بیعتِ عقبہ ثانیہ (سنہ ۱۳ بعثت، ۳ ماہ قبل ہجرت/ جون ۶۲۲ء)	297
ہجرتِ مدینہ (۱۴ بعثت/ ۶۲۲ء)	299
حضرت علی علیہ السلام بسترِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر	299
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ ثور میں	303
خیمہ اُمِ معبد عاتکہ میں روشنی	305
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حُلیہ مبارک	307

Presented by Ziaraat.Com

حصّہ دوم

(مدنی دَور)

سنہ ایک ہجری	317
اسلام میں سنہ ہجری کا اجراء	317
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبا میں تشریف آوری (۸ ربیع الاوّل ۱ ہجری/ ۲۳ ستمبر ۶۶۲ء)	318
مسجد قبا (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	322
قبیلہ اوس اور خزرج میں دیرینہ دشمنی کا خاتمہ (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	323
پہلی نماز جمعہ (۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱ ہجری)	325
پہلی نماز جمعہ کا خطبہ (۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱ ہجری)	326
نمازِ جمعہ کا باقاعدہ آغاز	328
مدینہ منورہ	328
مسجدِ نبوی کی تعمیر (ربیع الاوّل ۱ ہجری/ اکتوبر ۶۲۲ء)	331
نماز کی رکعتوں کا تعیّن (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	335
اذان واقامت (ربیع الاوّل ۱ ہجری/ اکتوبر ۶۲۲ء)	337
ہمدردوں کی وفات (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	338
بنو نجار کے نئے قائد (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	339
مہاجرین کی آبادکاری (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	340
مواخات (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	340
زراعت وتجارت	343
میثاقِ مدینہ (دنیا کا پہلا تحریری دستور)	344
میثاقِ مدینہ کا متن (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	346
میثاقِ مدینہ غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں	353

Presented by Ziaraat.Com

رینالڈ ایلین نکولسن	353
جولیس ویل ہاسن	354
سر تھامس واکر آرنلڈ	356
لیفٹیننٹ جنرل سر جان بیگٹ گلب پاشا	357
روبن لیوی	357
جوزف ہیل	358
فرانسسکو جبریلی	359
ولیم منٹگمری واٹ	360
ہیو این کینیڈی	361
ایڈورڈ گبن	363
ماؤرس گاڈ فرائے ڈی مامبائنز	363
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	364
حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	368
زکوٰۃ کا حکم (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)	369
دفاعی منصوبہ بندی (رمضان المبارک ۱ ہجری/ مارچ ۶۲۳ء)	369
جہاد (رمضان المبارک ۱ ہجری/ مارچ ۶۲۳ء)	372
غزوہ اور سریہ وغیرہ کی تعریف	373
سریۂ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ یا سریۂ سیف البحر یا سریۂ عیص (رمضان ۱ ہجری)	376
قریش کے تجارتی قافلوں پر حملوں کی تردید	377
سریۂ رابغ یا سریۂ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ (شوال ۱ ہجری/ اپریل ۶۲۳ء)	379
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی (شوال ۱ ہجری، اپریل ۶۲۳ء)	380
سریۂ خرّار یا سریۂ سعد بن ابی وقاص (ذیقعدہ ۱ ہجری/ مئی ۶۲۳ء)	380
سنہ ۲ ہجری	381

Presented by Ziaraat.Com

غزوۂ وِدّان اور غزوۂ ابو (ماہِ صفر ۲ ہجری/ اگست ۶۲۳ء)	381
غزوۂ بواط (ربیع الاوّل یا ربیع الثانی ۲ ہجری/ اکتوبر ۶۲۳ء)	382
غزوہ سفوان یا غزوۂ بدر اُولیٰ (ربیع الثانی ۲ ہجری/ اکتوبر ۶۲۳ء)	383
غزوۂ عُشیرہ (جمادی الاوّل یا جمادی الثانی ۲ ہجری/ نومبر، دسمبر ۶۲۳ء)	384
حضرت علی علیہ السلام کی کنیت ابوتراب کی وجہ	384
سریہ دارِ ارقم (سنہ ۲ ہجری)	386
عَلم	386
سب سے پہلا عَلم	387
سریۂ عبداللہ بن جحش یا سریۂ نخلہ (رجب ۲ ہجری/ جنوری ۶۲۴ء)	387
تحویل خانہ کعبہ (شعبان سنہ ۲ ہجری/ جنوری، فروری ۶۲۴ء)	390
روزہ (شعبان دو ہجری/ فروری ۶۲۴ء)	391
غزوۂ بدر (۱۷ یا ۱۹ رمضان المبارک/ ۱۳ یا ۱۵ مارچ ۶۲۴ء)	392
غزوۂ بدر کا پس منظر	392
قافلہ	393
سچا خواب	395
لشکرِ کفار کی جنگ کے لئے روانگی	397
لشکرِ کفار کی تعداد	399
لشکرِ کفار کا سامانِ حرب	399
جبرائیل علیہ السلام کی اطلاع اور مجلسِ مشاورت	399
لشکرِ اسلام کی روانگی	402
اسلامی لشکر کی تعداد	403
لشکرِ اسلام کے عَلم اور علمبردار	403

Presented by Ziaraat.Com

اسلامی لشکر کا سامانِ حرب	404
اسلامی لشکر کا بدر میں پڑاؤ	404
عریش	407
حق و باطل کا ٹکراؤ	408
جنگ میں ملائکہ کی مدد	413
حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شجاعت	416
علی علیہ السلام کے ہاتھوں تہ تیغ ہونے والے چند مشہور کافروں کے نام	417
دیگر مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہونے والے چند مشہور کافروں کے نام	417
ابو جہل بن ہشام کا انجام	418
اُمیّہ بن خلف کا انجام	420
عقبہ بن ابی معیط کا انجام	421
ابوالبختری بن ہشام کا قتل	422
ابولہب کا انجام	423
شہدائے بدر کے اسمائے گرامی	425
بدر سے واپسی	427
نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجام حضرت ابو ہند انصاری رضی اللہ عنہ	428
اسیرانِ بدر	429
اسیرانِ بدر کی رہائی	430
سریۂ عمیر بن عدی (رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری)	432
غزوۂ قرقرۃ الکدریٰ یا غزوۃ الکدر (۲۵ رمضان ۲ ہجری / ۲۰، ۲۱ مارچ ۶۲۴ء)	433
عید الفطر اور صدقہ فطر (۲۸ رمضان المبارک ۲ ہجری / ۲۴ مارچ ۶۲۴ء)	434

Presented by Ziaraat.Com

سریہ سالم بن عمیر (۲ ہجری/ ۶۲۴ء)	435
غزوۂ قینقاع (۱۵ شوال ۲ ہجری/ ۱۰ اپریل ۶۲۴ء)	435
سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کا نکاح (یکم ذی الحجہ سنہ ۲ ہجری)	439
حضرت علی علیہ السلام کی زبانی شادی کی روایت	443
خاتونِ جنت علیہا السلام کا حق مہر	446
سیّدہ کونین علیہا السلام کی رُخصتی	447
ملکہ کونین سیّدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کا جہیز	451
غزوہ سویق (۵ ذوالحجہ ۲ ہجری/ ۲۹ مئی ۶۲۴ء)	454
شاعر اُمیّہ بن صلت کی موت	456
سنہ ۳ ہجری	457
نماز عید قربان اور قربانی (۱۰ ذی الحج ۲ ہجری/ ۳ جون ۶۲۴ء)	457
غزوۂ ذی امر، غزوۂ بنی ام، غزوہ انمار، غزوۂ غطفان (ربیع الاوّل ۳ ہجری)	457
سریہ محمد بن مسلمہؓ (۱۴ ربیع الاوّل ۳ ہجری/ ۴ ستمبر ۶۲۴ء)	460
امام خمینیؒ کے پیغام اور فتویٰ کا مکمل متن	464
غزوۂ نجران یا غزوۂ بنو سلیم (ربیع الآخر ۳ ہجری/ ستمبر، اکتوبر ۶۲۴ء)	465
حضرت حفصہؓ سے نکاح (شعبان ۳ ہجری/ فروری ۶۲۵ء)	466
ولادت امام حسن علیہ السلام (۱۵ رمضان ۳ ہجری، ۲۸ فروری ۶۲۵ء)	466
غزوۂ اُحد (۶ شوال ۳ ہجری/ ۲۲ مارچ ۶۲۵ء)	468
اُحد کی وجہ تسمیہ	468
غزوۂ اُحد کا پس منظر	468
لشکرِ کفار	472

Presented by Ziaraat.Com

مسلمانوں میں اختلاف رائے	474
لشکرِ اسلام	475
روانگی	476
منافقین کی غداری	476
عینین کا درّہ	477
آغازِ جنگ	478
ابتدائی فتح	482
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	483
مالِ غنیمت کا لالچ اور درّہ عینین والوں کی غلطی	484
شیر خدا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شجاعت واستقامت	488
انجام	492
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جہاد	494
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی علیہ السلام کی تلواریں حضرت فاطمہ علیہا السلام کے سپرد	498
واقعاتی تسلسل سے متعلق ایک اہم وضاحت	499
جنگ میں مسلمان خواتین کی خدمات	500
جاں نثارانِ اُحد کا مختصر تذکرہ	501
حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام	501
حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ	501
حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا پس منظر	502
حضرت ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہ	504
حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ	506

Presented by Ziaraat.Com

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ 507
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ 508
حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ 508
حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ 509
حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل الملائکہ 510
حضرت اُم عمارہ انصاریہؓ 512
یہودی مخریق کی جاں نثاری 512
حضرت عمرو بن ثابتؓ 513
شہدائے اُحد کی تجہیز و تدفین 513
شہدائے اُحد کا ماتم 514
حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح 515
غزوۂ حمراء الاسد (ہفتہ ۱۶ شوال ۳ ہجری / ۱۱ اپریل ۶۲۵ء) 515
سنہ ۴ ہجری 517
سریہ ابو سلمہؓ مخزومی (یکم محرم ۴ ہجری / ۱۳ جون ۶۲۵ء) 517
سریہ عبداللہ بن انیسؓ (۵ محرم ۴ ہجری / ۱۷ جون ۶۲۵ء) 517
رجیع کا المیہ (صفر ۴ ہجری / جولائی، اگست ۶۲۵ء) 518
المیہ بئرِ معونہ / سریہ منذر بن عمرو / سریۃ القرّیٰ (صفر ۴ ہجری / جولائی اگست ۶۲۵ء) 522
غزوۂ بنی نُضیر (ربیع الاوّل ۴ ہجری / اگست ستمبر ۶۲۵ء) 524
غزوہ ذات الرقاع (جمادی الاوّل ۴ ہجری / اکتوبر، نومبر ۶۲۵ء) 527
ولادتِ امام حسین علیہ السلام ۳ شعبان ۴ ہجری (۷ جنوری ۶۲۶ء) 529
رضاعتِ امام حسین علیہ السلام 530

Presented by Ziaraat.Com

شہزادوں کے نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود رکھے	531
شہزادوں کے نام اللہ نے حجاب میں رکھے تھے	531
حسنین علیہم السلام کے نام اہل جنت کے نام ہیں	531
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسنین علیہم السلام میرے بیٹے ہیں	532
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ہی اِن کا نسب ہوں	532
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی مشابہت	533
حسنین علیہم السلام وارثانِ اوصافِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں	534
حسنین علیہم السلام تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں	534
حسنین علیہم السلام سے محبت کرنا واجب ہے	535
حسنین علیہم السلام سے بغض رکھنے والا مبغوض ہے	535
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسنین علیہم السلام کی خاطر منبر سے نیچے تشریف آوری	535
حسنین علیہم السلام پشتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر	535
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طوالتِ سجدہ	536
کیا اچھے سوار ہیں	536
حُرمتِ شراب (۴ ہجری)	537
حضرت اُمّ سلمہؓ سے نکاح (شوال ۴ ہجری/ مارچ ۶۲۶ء)	541
غزوۂ بدر الموعد یا بدر الاُخریٰ (ذیقعد ۴ ہجری/ اپریل ۶۲۶ء)	541
وفات حضرت فاطمہؓ بنت اسد (۴ یا ۵ ہجری/ سنہ ۶۲۶ء)	542
سنہ ۵ ہجری	543
غزوۂ دومۃُ الجندل (۲۵ ربیع الاوّل ۵ ہجری/ ۲۴ اگست ۶۲۶ء)	543
غزوۂ مریسیع یا غزوۂ بنی المصطلق (شعبان ۵ ہجری/ ۲۸ دسمبر ۶۲۶ء)	544
حضرت جوریہؓ سے نکاح	545

Presented by Ziaraat.Com

حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح	545
غزوۂ احزاب یا جنگ خندق (ذیقعد یا شوال ۵ ہجری)	548
دشمنانِ اسلام کی پیش قدمی	549
لشکرِ کفار کی تعداد	550
لشکرِ اسلام کی تعداد	550
خندق	550
خندق کی حدود	552
لشکرِ کفار کی آمد	552
بنوقریظہ کی بغاوت	553
بنوقریظہ کی بغاوت کا سد باب	556
مقابلہ	557
عمرو بن عبدود	559
شیر خدا کی جنگ	561
عمرو بن عبدود کے ساتھی	569
علی علیہ السلام کے ہاتھوں ایک اور پہلوان کا قتل	570
مشرکین کی خفت	570
اختتامِ جنگ	572
کفار کا فرار	574
غزوۂ بنوقریظہ (ذیقعد ۵ ہجری/ مارچ ۶۲۷ء)	575
حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کی نامزدگی کی وجہ	579
بنوقریظہ کا انجام	581
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت	585
حضرت ابولبانہ رضی اللہ عنہ کی پشیمانی	586

Presented by Ziaraat.Com

حجاب کا حکم (یکم ذیقعد ۵ ہجری/ ۲۴ مارچ ۶۲۷ء) 589

سنہ ۶ ہجری 593

سریۂ محمد بن مسلمہؓ یا سریۂ نجد (۱۰ محرم ۶ ہجری/ یکم جون ۶۲۷ء) 593

غزوۂ بنولحیان (یکم ربیع الاوّل ۶ ہجری/ ۲۱ جولائی ۶۲۷ء) 593

غزوہ ذی قرد یا غزوۂ غابہ (ربیع الاوّل ۶ ہجری) 594

سریۂ غمر یا سریۂ عکاشہ بن محصنؓ (ربیع الآخر ۶ ہجری/ اگست ستمبر ۶۲۷ء) 595

سریۂ ذی القصہ یا سریۂ بنوثعلبہ (ربیع الآخر ۶ ہجری/ اگست ستمبر ۶۲۷ء) 595

سریۂ جموم (ربیع الآخر ۶ ہجری/ اگست ستمبر ۶۲۷ء) 595

سریۂ وادی القریٰ (رجب ۶ ہجری/ نومبر دسمبر ۶۲۷ء) 596

سریۂ علی مرتضیٰ علیہ السلام یا سریۂ فدک (شعبان ۶ ہجری/ جنوری ۶۲۸ء) 596

حدیبیہ کا معرکہ (یکم ذیقعد ۶ ہجری/ ۱۲ مارچ ۶۲۸ء) 597

بیعت رضوان 603

صلح نامہ حدیبیہ کے نکات 609

معاہدہ حدیبیہ پر تبصرہ 610

حضرت اُمِّ حبیبہؓ سے نکاح (ذی الحجہ ۶ ہجری/ اپریل مئی ۶۲۸ء) 611

سنہ ۷ ہجری 612

مکتوبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یکم محرم ۷ ہجری/ ۶۲۸ء) 612

مکتوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام ہرقل، قیصر روم 615

ہرقل، قیصر روم کا خط 617

مکتوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام شاہِ فارس (ایران)، کسریٰ پرویز 618

مکتوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام شاہ حبش اصحم نجاشی 619

شاہِ حبش نجاشی کا خط 621

شاہِ حبش نجاشی کا دوسرا خط 622

Presented by Ziaraat.Com

مکتوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام والی مصر	622
حاکم مصر مُقَوقِس کا خط	624
مکتوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام شاہِ یمامہ ہوذہ	624
شاہِ یمامہ ہوذہ کا خط	625
مکتوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام منذر بن حارث بن ابی شہر غسّانی یا حارث بن شمر غسّانی	626
خیبر (محرم ۷ ہجری / مئی جون ۶۲۸ء)	627
جنگِ خیبر کا پس منظر	628
لشکرِ اسلام کی روانگی	629
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیر خدا علیہ السلام کی علالت	631
مسلمانوں کی خیبر فتح کرنے کی کوششِ ناکام	631
فاتح خیبر کا انتخاب اور عطائے علم	631
جناب امیر علیہ السلام کا اندازِ ورود	636
شجاعتِ علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر تورات کی گواہی	637
شیرِ خدا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی جنگ	637
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیبر کے یہودیوں پر کرم	641
حضرت صفیہؓ	641
مرحب کا قتل حضرت علی علیہ السلام کی بجائے محمد بن مسلمہ کے کھاتے میں	642
یہود کی سازش	645
آفتابِ امامت کے لئے آفتابِ فلک کی واپسی	646
فدک	647
وادی القریٰ	651
مہاجرین حبشہ کی واپسی	651
پہلا ورود مکّہ، عمرۃ القضاء (ذی القعدہ ۷ ہجری / مارچ ۶۲۹ء)	652

Presented by Ziaraat.Com

سنہ ۸ ہجری 653

منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 653

ریاض الجنۃ 655

سریۂ موتہ (جمادی الاوّل ۸ ہجری/ اگست ستمبر ۶۲۹ء) 655

جنگ یا پسپائی؟ 658

جنگ 659

شکست خوردہ اسلامی فوج کا مدینہ کے باہر استقبال 661

حصّہ سوم

(تکمیل دین)

فتح مکّہ (۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری/ یکم جنوری ۶۳۰ء) 664

عہد شکنی 664

تنسیخ معاہدہ اور پھر پچھتاوا 665

سفیرِ قریش کی کوشش ناکام 666

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رازداری اور مسلمانوں کی غداری 666

مدینہ منورہ سے روانگی 668

سفر میں روزے کی عزیمت 669

مکّہ کے نواح میں پڑاؤ 669

ابوسفیان کی گرفتاری 669

اسلامی جاہ وجلال کی ہیبت 671

حضرت سعد بن عبادہ کی سہو وخطا 674

مکّہ میں ہلچل 675

Presented by Ziaraat.Com

مکّہ کی طرف پیش قدمی	676
عام معافی کا اعلان	679
بت شکنی اور تطہیر کعبہ	682
حضرت بلالؓ کی اذان	685
مکّہ میں مختصر قیام	685
غزوۂ حنین (شوال ۸ ہجری/ جنوری فروری ۶۳۰ء)	686
جنگ اوطاس وطائف	692
انصار کا احساس محرومی اور نبی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خطبۂ ایجاز وبلاغت	694
حضرت ابراہیم کی ولادت (شوال ۸ ہجری/ فروری ۶۳۰ء)	695
سنہ ۹ ہجری	696
غزوۂ تبوک، غزوہ جیش العسرت، غزوۂ فاضحہ (رجب ۹ ہجری/ نومبر ۶۳۰ء)	696
علی علیہ السلام کو مدینہ میں چھوڑنے کی وجہ	698
اصحابِ عقبہ	701
ہذا طیّبہ	703
راس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول کی موت	704
مسجد ضرار کی تخریب کاری (۹ ہجری/ نومبر ۶۳۰)	704
خانہ کعبہ میں مشرکوں کے داخلے پر پابندی، ایک تاریخی اعلان	707
فتوحاتِ اسلامی کے بیرونی قبائل پر اثرات	709
حاتم طائی کے بچوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاص اکرام	709
مباہلہ	710
آیت تطہیر اور حدیث کساء	715
اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	718
مفہومِ اہل بیت (علیہم السلام)، اُم المومنین حضرت اُمِّ سلمہؓ کی درخواست کی روشنی میں	719

Presented by Ziaraat.Com

اہل بیت علیہم السلام سے بغض رکھنا	728
سنہ ۱۰ ہجری	729
فتح یمن (رمضان المبارک سنہ ۱۰ ہجری)	729
حجۃ الوداع (ذیقعد ۱۰ ہجری)	732
حج تمتع کا حکم	736
غدیر خم (۱۸ ذی الحجہ ۱۰ ہجری)	737
علی علیہ السلام کی جانشینی کا اعلان اہل تشیع کی نظر میں	737
علی علیہ السلام کی جانشینی کا اعلان اہل سنت کی نظر میں	741
غدیر خم کے بعد بھی اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں تاکید	747
سنہ ۱۱ ہجری	748
مدینہ کی طرف واپسی اور سریہ اسامہ بن زید حارثہ (۲۶ صفر ۱۱ ہجری)	748
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت اور آخری ایامِ حیات	750
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ بہ جنّت البقیع	750
حضرت علی علیہ السلام کو وصال سے متعلق وصیت	750
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ	751
واقعہ قصاص	752
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہؓ کے گھر میں	755
حدیثِ قرطاس	756
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری خطبہ	758
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیّت برائے غسل، کفن ودفن	758
بیٹی اور بھائی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو	760
لختِ جگر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری راز و نیاز	762
ہزار ہا ابوابِ علم	764

Presented by Ziaraat.Com

سپردگی میراث	766
جبرائیل علیہ السلام کی عیادت	769
ملکُ الموت کا اجازت طلب کرنا	769
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت	772
سبب رِحلت	774
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غسل	774
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفن	776
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ	776
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفن	777
شبِ وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام	780
مصحفِ حضرت فاطمہ علیہا السلام	782
أُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ	783
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ حُسن سلوک	784
گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل	785
گھر سے باہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل	786
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازِ گفتگو	787
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دخول وخروج اور نشست عام	789
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل ومجالس	789
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت	790
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم ودرگذر	792
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچوں پر شفقت	794
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات واطوار	797
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ خاص عادات	798

Presented by Ziaraat.Com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی	798
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبسم	799
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح	800
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طعام	802
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ مشروب	803
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس	804
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلحہ وغیرہ	804
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر اشیائے مصرف	805
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر	806
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرمایہ	806
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز اور روزہ	808
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج اور عمرے	808
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبولیتِ دُعا	809
مختصاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	811
معجزاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	818
اوصافِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر آسمانی کتب میں	843
اللہ تعالیٰ کا تمام انبیاء کرام سے عہد لینا	847
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاظر وناظر	848
مآخذ	854

Presented by Ziaraat.Com

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ

(حیاتِ طیّبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حصّہ سوم

(تکمیلِ دین)

(سنہ ۸ ہجری تا وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سیّد حماد رضا بخاری

Presented by Ziaraat.Com

فتح مکّہ

(۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری/ یکم جنوری ۶۳۰ ء)

عہد شکنی

عرب کے دو قبیلے بنی بکر اور بنی خزاعہ عرصہ دراز سے ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اور دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کے لئے ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتے تھے اس لئے ہمیشہ مسلح رہا کرتے تھے۔ معاہدۂ حدیبیہ کے بعد بنی بکر مشرکینِ مکّہ یعنی قریش کے حلیف بن گئے اور بنی خزاعہ نے مسلمانوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا۔ حدیبیہ کے معاہدے میں یہ دو نِکات بھی شامل تھے کہ جو چاہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ ہوکر معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہوجائے یعنی مسلمانوں کا حلیف بن جائے اور جو چاہے قریش کے ساتھ ہوکر معاہدے اور ذمہ داری میں شامل ہوجائے یعنی اُن کا ساتھی بن جائے، اور دونوں فریقین کے درمیان دس سال تک جنگ بندی رہے گی اور اس دوران دونوں اطراف کے لوگ ایک دوسرے کے مقابل نہیں آئیں گے اور امن سے رہیں گے۔ خزاعہ کے لوگوں نے اس معاہدے سے مطمئن ہوکر ہتھیار اُتار دیے۔ ایک سال اسی طرح گزر گیا پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسلمانوں کے ساتھ عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے لئے مکّہ تشریف لے گئے۔ اُس موقع پر اہلِ مکّہ نے تین دن کے لئے شہر خالی کر دیا تھا۔ کوئی شر فساد نہ ہوا اور مسلمان اطمینان سے عمرہ ادا کر کے واپس آ گئے۔ اس پر بنو خزاعہ کا اعتماد اس حد تک بڑھ گیا کہ وہ بنو بکر کی طرف سے بالکل لاپرواہ اور غافل ہو گئے۔ بنو بکر موقع کی تلاش میں تھے، اُنہوں نے ۸ ہجری میں، موتہ کے بعد دو مہینے یعنی جمادی الثانی اور رجب کے گذرتے ہی، بنو خزاعہ پر اُس وقت حملہ کر کے قتل عام شروع کر دیا جب وہ مکّہ کے زیریں علاقے میں واقع اپنے ایک چشمہ آب پر مقیم تھے۔[۱]

---

[۱] ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اوّل ص ۲۹۶

Presented by Ziaraat.Com

اس حملے میں بنوخزاعہ کے چند لوگوں نے جان بچانے کے لئے بھاگ کر حرم کعبہ میں پناہ لی لیکن حملہ آور وہاں بھی پہنچ گئے اور باوجود دوسرے لوگوں کی نصیحت کے، حرم کعبہ کی حرمت کو برباد کرتے ہوئے خونریزی کی اور بنوخزاعہ کے ایک شخص منبہ کو قتل کر دیا۔ [1] باقی لوگوں نے بھاگ کر جان بچائی، بچ جانے والوں میں سے کچھ لوگ عمرو بن سالم کی قیادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کی کہ قریش نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے وعدہ خلافی کرتے ہوئے خونریزی کی جبکہ ہم رکوع وسجود میں مصروف تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کی فریاد سُن کر سخت صدمہ پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین ہو گئے اور فرمایا، ''بس اے عمرو! کافی ہے۔'' [2] اور بروایتے یہ فرمایا، ''بس اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو گئی۔'' [3] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً اپنا سفیر قریش کی طرف روانہ کیا اور اُنہیں لکھا کہ میری تین شرائط میں سے کسی ایک کو منظور کرلو: [4] بنی خزاعہ کے مقتولین کا قصاص دو یا بنوبکر کی حمایت سے الگ ہو جاؤ یا اعلان کردو کہ معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا گیا ہے۔

تنسیخ معاہدہ اور پھر پچھتاوا

قریش نے طاقت ونخوت کے نشے میں تیسری شرط مان لی اور اُن کے ترجمان قمرط بن عمر نے تنسیخ معاہدہ کا اعلان بھی کر دیا۔ لیکن بعد میں جب طاقت وغرور کا نشہ اُترا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت واپس آئی تو خطرناک نتائج کے احساس سے پچھتاوے میں مبتلا ہو گئے اور ابوسفیان کو تجدید معاہدہ کے لئے اپنا نمائندہ مقرر کر کے بارگاہِ رسالت میں روانہ کیا۔ [5]

---

[1] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۲۲ بحوالہ الحافظ یوسف بن البر (متوفی ۴۶۳ ہجری)، الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۲۲۴

[2] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ ص ۱۱۲

[3] ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اوّل ص ۲۹۸

[4] خواجہ محمد لطیف، اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ، ج ۱ ص ۱۶۵

[5] خواجہ محمد لطیف، اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ، ج ۱ ص ۱۶۵۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبر اعظم وآخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۶۰۹

Presented by Ziaraat.Com

سفیرِ قریش کی کوشش ناکام

گزشتہ صفحات پر ذِکر کیا جاچکا ہے کہ ابوسفیان کی بیٹی حضرت اُم حبیبہؓ رسول گرامی صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے عقد میں تھیں۔ ابوسفیان کا خیال تھا کہ اس موقع پر بیٹی مددگار ثابت ہوسکتی ہے چنانچہ وہ سیدھا اُم المومنین حضرت اُم حبیبہؓ کے ہاں گیا لیکن وہاں معاملہ اُس کی سوچ کے برعکس نکلا۔

ابوسفیان نے اُن کے گھر پہنچ کر جو بستر پر بیٹھنا چاہا تو حضرت اُم حبیبہؓ نے بڑھ کر بستر سمیٹ لیا اور کہا، ''یہ رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بستر مبارک ہے اور آپ مشرک ہونے کی وجہ سے نجس ہیں اس لئے اس پر نہیں بیٹھ سکتے۔''[1]

بیٹی کے اس رویے کے بعد اُس سے تعاون کی کوئی اُمید نہیں کی جاسکتی تھی چنانچہ ابوسفیان وہاں سے مایوس ہوکر مہاجرین کے پاس گیا اور صلۂ رحمی کا واسطہ دے کر ہاتھ پاؤں مارے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور بے نیل ومرام لوٹنا پڑا۔

رسولِ خدا صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رازداری اور مسلمانوں کی غداری

رسولِ خدا صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بنوخزاعہ کے وفد کی فریاد سننے کے بعد وفد کے سردار عمرو بن سالم سے فرمایا تھا کہ اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہوگئی۔ چنانچہ قریش کی عہد شکنی اور بنوخزاعہ پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم کا حساب لینے کے لئے آپ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مکّہ معظّمہ کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا منصوبہ دشمن کے سر پر اچانک وارد ہونے کا تھا اس لئے آپ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس سلسلہ میں نہایت رازدی سے کام لیا اور اصحاب کو بھی رازداری برتنے کی تلقین فرمائی۔

ایک شخص حاطب بن طبقہ کو معلوم ہوا تو اُس سے نہ رہا گیا۔ اُس نے ابولہب کی لونڈی سارہ کے ہاتھ قریش کو ایک خط روانہ کردیا جس میں رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تمام جنگی منصوبہ تفصیل کے ساتھ

---

[1] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۲۵ بحوالہ الدرص ۲۲۵۔ ابوالفداء (متوفی ۱۳۳۱ء)، تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۴۳۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اوّل، ص ۲۹۸
شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۳۳۹

Presented by Ziaraat.Com

درج تھا۔ وہ لونڈی بہت ہوشیار تھی اس لئے عام راستے سے ہٹ کر مکّہ کی طرف روانہ ہوئی۔

اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاطب بن طبقہ کی اس غداری سے مطلع فرمادیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو اور بروایتے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت زبیرؓ کو اور بقولے تینوں کو اُس خط کی برآمدگی کے لئے مامور فرمایا اور یہ لوگ اُس طرف روانہ ہو گئے جدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہدایت فرمائی تھی۔ [1]

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مکّہ کی راہ میں پہرے پر بھی مقرر فرمایا لیکن وہ چالاک عورت اُن کو جُل دے کر نکل گئی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ برق رفتاری سے نکلے اور اُس عورت کو راستے ہی میں جالیا۔ جب اُس سے پوچھ گچھ کی گئی تو اُس نے صاف انکار کر دیا حتیٰ کہ تلاشی لینے پر بھی اُس سے کوئی خط برآمد نہ ہوا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ایمان تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس عورت کے تعاقب میں روانہ فرمایا ہے تو خط ضرور اسی کے پاس ہے کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فرمان معاذ اللہ غلط ثابت ہو، چنانچہ آپ کے تیور سخت ہو گئے اور آپ نے غضبناک انداز میں اُس عورت کی طرف نگاہ کی تو اُس نے گھبرا کر اپنے بالوں کے جُوڑے میں سے خط نکالا اور پیش کر دیا۔ [2]

عیار عورت کے بیان پر خاطب بن طبقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اُس سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، ''واللہ اس نے نفاق اختیار کیا'' اور چاہا کہ اُس کی گردن ماردیں [3] لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک دیا اور فرمایا، ''اسے مسجد سے نکال دو۔''

---

[1] محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ ہجری)، طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۱۳۴۔ ابوالفداء (متوفی ۱۳۳۱ء)، تاریخ ابوالفداء، ج ۱ ص ۱۴۳۔ الحافظ یوسف بن البر (متوفی ۴۶۳ ہجری)، الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۲۲۷

[2] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۲۴۷ بحوالہ الدرر، ص ۲۲۷

[3] ابوالفداء (متوفی ۱۳۳۱ء)، تاریخ ابوالفداء، ج ۱ ص ۱۴۳۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۰

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ پرجوش مسلمان اُسے دھکے دے کر مسجد سے نکالنے لگے تو اُس نے ملتجی نگاہوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اسے واپس لے آؤ'' پھر اُس سے فرمایا، ''تمہیں اس مرتبہ چھوڑ رہا ہوں لیکن آئندہ ایسی حرکت مت کرنا۔''[1]

مدینہ منورہ سے روانگی

علامہ طبرسی علیہ رحمۃ لکھتے ہیں کہ ماہ رمضان کی دو تاریخیں گزری تھیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروز جمعہ نماز عصر پڑھنے کے بعد (مکہ روانگی کے لئے) مدینہ سے باہر تشریف لائے۔[2] یہ بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہار شنبہ (بروز بدھ) ۱۰ ماہ رمضان سنہ ۸ ہجری (بمطابق یکم جنوری ۶۳۰ء) کے دن مدینہ منورہ سے مکّہ مکرمہ کی طرف کوچ فرمایا۔[3] اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار (۱۰۰۰۰) مسلمانوں کا لشکر عظیم تھا۔[4]

لشکر کی تفصیل مدارج النبوت میں یوں بیان کی گئی ہے کہ سات سو (۷۰۰) مہاجرین تھے جن میں تین سو (۳۰۰) گھڑسوار تھے۔ چار ہزار (۴۰۰۰) انصار تھے جن میں پانچ سو (۵۰۰) گھڑسوار تھے باقی دیگر مسلمان قبائل کے لوگ تھے۔ لشکر کی تعداد بعض مؤرخین نے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) بھی بیان کی ہے جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کئی لوگ دورانِ سفر شامل ہو گئے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ قبیلہ بنوسلیم کے دو ہزار (۲۰۰۰) افراد جن میں اکثر گھڑسوار تھے، بعد میں آکر شامل ہوئے تھے۔[5]

---

[1] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ، ص ۱۱۳

[2] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ طبع تہران ۱۳۳۸ ہجری، ص ۱۱۴

[3] محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ)، طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۳۵۔
عمادُالدین ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ء)، تاریخ ابن کثیر (البدایۃ والنھایۃ)، ج ۳ ص ۲۸۵۔

[4] محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ ہجری)، طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۳۵

[5] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۱

Presented by Ziaraat.Com

سفر میں روزے کی عزیمت

سفر کی حالت میں روزے کی عزیمت یعنی رخصت کا حکم سنہ ۸ ہجری میں مدینہ منورہ سے مکّہ معظّمہ کی طرف اِسی سفر کے دوران ہوا۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ سے روانہ ہوئے تو روزے سے تھے مگر جب مقام ''کراع انعمیم'' پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ افطار کر دیا اور حکم دیا کہ سب لوگ روزہ کھول دیں۔ کچھ لوگوں نے (حکم عدولی کرتے ہوئے) روزہ نہ کھولا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ گنہگار ہیں۔[1]

اہل سنت کے مشہور مؤرخین ابن کثیر اور دمشقی لکھتے ہیں، ''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''عسفان'' اور ''انج'' کے درمیان واقع مقام ''کدیہ'' پہنچے تو روزہ کھول دیا۔ آگے چل کر یہ مؤرخین بحوالہ ''صحیح مسلم'' لکھتے ہیں اور جب معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے روزہ نہیں کھولا تو فرمایا یہ لوگ گنہگار ہیں۔[2]

مکّہ کے نواح میں پڑاؤ

قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش قدمی کی خبر ہو گئی تھی اور وہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار (۱۰۰۰۰) کے لشکر عظیم کے ساتھ مکّہ سے ایک منزل پہلے ''مرّ الظھران'' کے مقام پر پہنچ گئے۔ آپ نے فوج کو وہیں خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا۔

ابوسفیان کی گرفتاری

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں کہ قریش کو اسلامی لشکر کی اطلاع ملی تو وہ حیران رہ گئے۔ وہ اس مفاجاتی حملے کے لئے نہ ذہنی اور نہ ہی فوجی لحاظ سے تیار تھے۔ اس غیر متوقع صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اُن میں حوصلہ تھا اور نہ عزم وہمت۔ بہرحال، اُنہوں نے اسلامی لشکر کی تعداد،

---

[1] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ، طبع تہران ۱۳۳۸ ہجری، ص ۱۱۴

[2] عمادُالدین ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ء)، تاریخ ابن کثیر (البدایۃ والنہایۃ)، ج ۲ ص ۲۸۶ تا ۲۸۷

Presented by Ziaraat.Com

منصوبے اور جنگی نوعیت کی معلومات حاصل کرنے کے لیے ابوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام کو بھیجا۔ ابوسفیان پکڑا گیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحریکِ اسلام کے بہترین مفاد کی خاطر اُسے معاف کر دیا۔ ابوسفیان نے اپنی رضا یا جان کے خوف سے اسلام کی صداقت کا اقرار کر لیا۔ [1]

ڈاکٹر صاحب نے قریش کی صورت حال تو خوب بیان کی ہے لیکن ہماری سمجھ میں یہ بالکل نہیں آیا کہ وہ تحریک اسلام کے کون سے ''بہترین مفاد'' کی بات کر رہے ہیں جس کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کو معاف کر دیا؟ جبکہ ہماری تحقیق اور ہمارے ایمان کے مطابق تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کو کسی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ اپنی صفت رحمۃ للعالمینی کی وجہ سے معاف فرمایا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ [2]

(اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمام عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

ابن اثیر لکھتے ہیں، ''رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آنے کے بعد بھی وہ (ابوسفیان) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینے پر تیار نہ تھے مگر جناب عباس رضی اللہ عنہ کے متنبہ کرنے پر کہ اگر گواہی نہ دی تو پھر جان کی خیر نہیں، مجبوراً حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی بھی دی۔'' [3]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارجُ النبوت میں اور ابوجعفر محمد بن جریر طبری، تاریخِ طبری میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں ابوسفیان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو دیکھتے ہی فرمایا، ''ابوسفیان تم کو کیا ہو گیا ہے جو تم اب بھی نہیں مانتے کہ سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں؟'' ابوسفیان نے کہا بے شک اب میں سمجھتا ہوں کہ اگر اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ضرور میرے کچھ کام آتا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''افسوس ہے تم پر اے ابوسفیان! کیا اب بھی یہ بات تم پر آشکار نہیں ہوئی کہ میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں؟'' ابوسفیان نے کہا، ''میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

---

[1] ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبر اعظم و آخر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ص ۶۰۹

[2] سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷

[3] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۳۰ بحوالہ ابن اثیر، کامل، ج ۲ طبع بیروت، ۱۹۶۵ء ص ۲۴۵

Presented by Ziaraat.Com

پر نثار ہوں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بڑھ کر صلہ رحمی والا، حلیم، سخی اور شریف کوئی دوسرا نہیں ہوگا (جو باوجود میری طرف سے) اتنی ایذا وستم اُٹھانے کے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اتنا لطف وکرم فرماتے ہیں، مگر اِس باب میں (رسالت میں) مجھے ابھی تردد ہے۔" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اب میں نے اُس سے کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ بہتر ہے کہ کلمہ شہادتِ حق کا اعلان کردو ورنہ تمہاری گردن ماردی جائے گی۔ پھر اُس نے کلمہ شہادت ادا کیا۔"[۱]

طبری میں ہے کہ جب ابوسفیان، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو شعر پڑھا جس کا مطلب ہے، "اور اللہ نے مجھے اُس شخص سے ملادیا جسے میں نے ہر جگہ سے نکالا تھا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس سے فرمایا، "تُو نے مجھے ہر جگہ ستایا اور میری مخالفت میں کوئی جتن نہ چھوڑا۔"[۲]

اسلامی جاہ وجلال کی ہیبت

ابوسفیان نے اُس رات وہیں لشکرِ اسلام میں قیام کیا۔ وہ قریش کا سردار تھا اور اب تک اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف کی جانے والی تقریباً ہر کارروائی میں نہ صرف خود شامل رہا تھا بلکہ ایسی تمام کارروائیاں اُسی کے ایما پر ہی کی گئی تھیں چنانچہ اُسے ایک شب مسلمانوں کے "کیمپ" میں گزارنا پڑی تو فطری طور پر وہ اسلامی لشکر اور اُس کے انتظام وانصرام اور حالات کا جائزہ لینے لگا۔ اسلام کی قوت وعظمت دیکھ کر اُس پر خوف طاری ہوگیا۔ نمازِ فجر کے وقت اُس نے دیکھا کہ پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وضو کیا تو مسلمان وضو کے بہتے ہوئے پانی پر ٹوٹ پڑے۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ اس متبرک پانی کا کوئی قطرہ اُس کے حصّے میں آجائے، اور جسے یہ سعادت حاصل ہوجاتی تھی وہ تبرک کے طور پر اُسے اپنے چہرے پر مَل لیتا تھا۔ بروایتے یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان کے دِل پر دہشت چھاگئی اور اُس نے کہا، "میں نے قیصر وکسریٰ کے دربار بھی دیکھے ہیں مگر ایسا (شاہانہ) جاہ وجلال میری نظروں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"[۳]

---

[۱] تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اوّل ص ۳۰۳۔ مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۳

[۲] ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اوّل ص ۳۰۱

[۳] عمادُالدین ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ء)، تاریخ ابن کثیر (البدایۃ والنہایۃ)، ج ۲ ص ۲۹۱

Presented by Ziaraat.Com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما چکے تو اُس نے مکہ جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے اجازت مرحمت فرمادی۔

ابوجعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوسفیان کے کلمہ شہادت پڑھ لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اب تم جاؤ اور اس کو اپنے ساتھ وادی کے تنگ نائے کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ تاکہ یہ اللہ کی فوجوں کو جب وہ اس کے سامنے سے گزریں تو دیکھ لے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ شخص امتیاز کا شوقین ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازراہِ کرم کچھ ایسا فرمادیجئے کہ یہ اپنی قوم میں جاکر خود کو نمایاں کرسکے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اچھا! اُسکے لئے امان ہے جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا۔''[1] ابوسفیان نے حیرت زدہ ہوکر پوچھا، ''میرے گھر میں؟'' فرمایا، ''ہاں تمہارے گھر میں۔'' پھر فرمایا، ''اُس کے لئے بھی امان ہوگی جو حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے گا۔''[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا، ''اور اُس کے لئے بھی امان ہے جو مسجد حرام میں داخل ہوجائے۔'' رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہاں تک فرمادیا، ''اُس کے لئے بھی امان ہے جو خود اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ جائے۔''[3]

بقولے ابوسفیان کا گھر مکہ کے ایک سرے پر جب کہ حکیم بن حزام کا گھر دوسرے سرے پر واقع تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح دونوں اطراف کے لوگوں کو سہولت بہم پہنچائی تھی۔

چنانچہ ابوسفیان روانہ ہونے لگا تو بحکم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اُسے لے کر پہاڑی کے دہانے پر کھڑے ہوگئے اور عظیم لشکرِ اسلام کا نظارہ کروایا جو دستوں کی صورت میں گزر رہا تھا۔ کئی عظیم الشان دستے گذرے جن کی قیادت علم بردار صحابہؓ کررہے تھے۔

---

[1] ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اوّل ص ۳۰۳

[2] کامل لابن الاثیر ج ۲ ص ۲۴

[3] ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اوّل ص ۳۰۳

Presented by Ziaraat.Com

یہ کروفر اور جاہ وحشم دیکھ کر ابوسفیان کے دل پر ہیبت چھا گئی اور اُس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا، ''تمہارے بھتیجے کی بادشاہت وسلطنت تو بہت قوی اور عظیم ہوگئی ہے۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اُسے ٹوکا اور کہا، ''افسوس ہے تجھ پر اے ابوسفیان! یہ رسالت ونبوت ہے بادشاہت وسلطنت نہیں۔ [1]

مؤرخین نے اسلامی دستوں کی ترتیب یوں بیان کی ہے کہ سب سے پہلے خالد بن ولید کی قیادت میں بنوسلیم کے افراد کا دستہ گزرا جس میں دو جھنڈے تھے۔ خالد بن ولید نے ابوسفیان کے برابر پہنچ کر تین مرتبہ بآواز بلند تکبیر کہی۔ تکبیر کے الفاظ نے ابوسفیان کی روح میں زلزلہ بپا کر دیا اور اُس کا دِل دہل گیا۔ خالد کے پیچھے زبیر بن العوام پانچ سو (۵۰۰) پہلوانوں اور دلاوروں کے ساتھ تکبیر بلند کرتے ہوئے سیاہ علم کے ساتھ گذرے۔ پھر بنی غفار کے تین سو (۳۰۰) بہادروں کی جماعت نمودار ہوئی، اس کا علم حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا، وہ بھی تکبیر بلند کرتے ہوئے گزرے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بنی غفار کی تعریف کی، اتنے میں بنوکعب بن عمر کا پانچ سو (۵۰۰) مجاہدین کا دستہ پہنچ گیا، اُن کا پرچم بشر بن سفیان کے ہاتھ میں تھا۔ پھر قبیلہ مزنیہ کے ایک ہزار (۱۰۰۰) جوانوں کا گزر ہوا جن کے درمیان تین جھنڈے تھے۔ اُن کے بعد قبیلہ جہنیہ کے آٹھ سو (۸۰۰) شجاع چار علم لئے ہوئے وارد ہوئے۔ اُن کے پیچھے قوم اشجع کے تین سو (۳۰۰) سپاہیوں کی ٹکڑی تھی یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص فوج نمودار ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ناقہ پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد تقریباً پانچ ہزار (۵۰۰۰) مہاجرین اور

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۴۔

عمادُالدین ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ء)، تاریخ ابن کثیر (البدایۃ والنہایۃ) ج ۳ ص ۲۹۰۔

احمد ابن ابویعقوب ابن جعفر ابن وہب ابن واضح الیعقوبی (متوفی ۲۸۴ ہجری)، تاریخ یعقوبی، ص ۵۹۔

محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ ہجری)، طبقات ابن سعد ج ۲۔

ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اوّل ص ۳۰۳

Presented by Ziaraat.Com

انصار کا جھرمٹ تھا جو سب کے سب بطریق احسن مسلح تھے اور نعرۂ تکبیر بلند کر رہے تھے۔ ابوسفیان ہر دستے کی آمد پر خوفزدہ اور حیران و پریشان ہو رہا تھا، جب تمام کے تمام لشکر خدائی کو اس عظمت و حشمت کے ساتھ ملاحظہ کیا تو اُس کی چشم عقل خیرہ ہوگئی اور اُس پر حیرت و ہیبت چھا گئی۔ (۱)

حضرت سعد بن عبادہ کی سہو و خطا

منقول ہے کہ اُس دن ایک ہزار (۱۰۰۰) انصار کا دستہ حضرت سعد بن عبادہ کی کمان میں تھا۔ سعد بن عبادہؓ انصار کا علم لئے اپنے دستے کے آگے آگے چل رہے تھے، جب ابوسفیان کے برابر پہنچے تو فرطِ جوش میں بولے، ''آج کا دن خون بہانے اور قتل کرنے کا ہے، آج حرمت حرم کو حلال بنا دیا گیا ہے، اللہ نے آج قریش کو ذلیل و خوار کر دیا ہے۔'' پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے بولے، ''اے اوس و خزرج کے لوگو! آج تم قریش سے اُحد کا انتقام لوگے۔''

حضرت سعد بن عبادہؓ نے ابوسفیان کو خوف و دہشت کے گرداب میں ڈال دیا تھا، وہ فریاد و فغاں کرتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا کہ کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی قوم کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''نہیں! میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا ہے۔ ابوسفیان نے حضرت سعد بن عبادہ کی بات بیان کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سعد نے یہ بات اپنی طرف سے سہو و خطا سے کہہ دی ہے ورنہ آج تو لطف و مرحمت کا دن ہے۔ آج حق تعالیٰ اپنے گھر کی عظمت بڑھائے گا تم سب خاطر جمع رکھو اور ایمان لے آؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ سعد بن عبادہؓ سے علم آپ لے لیں اور مکّہ میں نرمی و مہربانی سے داخل ہوں۔ (۲)

---

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۴

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۴۔

علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۴۰۔ ابن خلدون (متوفی ۱۴۰۶ء)، تاریخ ابن خلدون، ج ۲ ص ۸۰۶۔

حافظ ابوالفدا اعمادُ الدین ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ء)، تاریخ ابن کثیر (البدایۃ والنہایۃ)، ج ۳ ص ۳۹۲۔

ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری۔ تقیہ الجز الثانی ص ۴۳

Presented by Ziaraat.Com

مکّہ میں ہلچل

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو مشورہ دیا کہ تمہیں فوراً مکّہ روانہ ہوجانا چاہیے تاکہ قریش کو سمجھاؤ کہ وہ اسلام کے دامنِ عافیت میں آجائیں۔ ابوسفیان بھاگ کر مکّہ پہنچا اور اعلان کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم ہے کہ جو ہتھیار پھینک دے، اپنے گھر میں رہتے ہوئے دروازہ بند کرلے یا میرے گھر میں پناہ لے یا مسجدِ حرام میں داخل ہوجائے وہ امان پائے گا۔

قریش کو اُس کی بات پر یقین نہ آیا کیونکہ اس سے پہلے حکیم بن حزام اور بدیل وہاں پہنچ چکے تھے مگر اُنہوں نے ایسی کوئی بات نہ کہی تھی۔ پس قریش نے کہا، "خدا تجھے روسیاہ کرے، یہ کیسی خبر لائے ہو؟" اتنے میں اُنہیں گردوغبار اُٹھتا نظر آیا تو سٹپٹا کر پوچھا، "وہ کون ہیں؟" ابوسفیان بولا، "افسوس ہے تم پر! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے لشکرِ عظیم کے ساتھ وارد ہوگئے ہیں لیکن تم میں اُن کا مقابلہ کرنے کی تاب وتواں نہیں۔" ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے غم وغصہ سے اُس کی داڑھی پکڑلی اور اُسے ذلیل وخوار کرتے ہوئے قبیلے کے لوگوں سے کہا، "اے غالب کی اولاد! اس احمق کو مار ڈالو تاکہ ایسی بات مُنہ سے نہ نکالے۔" ابوسفیان نے کہا، "جیسے چاہو مجھے ذلیل وخوار کرو اور جو چاہو سلوک کرو لیکن خدا کی قسم تمہاری گردنیں اُڑادی جائیں گی اور تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ گھروں میں گھس جاؤ اور دروازے بند کرلو۔"

رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب "مرّالظہران" سے آگے بڑھنے لگے تو زبیر بن عوام کو حکم دیا کہ مہاجرین کی جماعت لے کر مکّہ کی بلندی کے راستے "کدا" سے حجون میں داخل ہوجاؤ، وہاں قیام کرو اور میرا خیمہ نصب کرکے میرا انتظار کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح کو حکم دیا کہ اپنی مسلح جماعت کے ساتھ وادی بطن کی طرف سے نرمی ومہربانی کے ساتھ پیش قدمی کرو۔ اس کے بعد خالد بن ولید کو حکم دیا کہ فوج کو لے کر اسفل مکّہ کے راستے آگے بڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم جاری فرمایا کہ اہل مکّہ اور حرم کے مجاوروں سے جنگ وقتال نہ کیا جائے اور اگر نادان اور ناسمجھ لوگ تم سے جنگ کریں تو پھر تم بھی اپنا دفاع کرنا۔[1]

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۵

Presented by Ziaraat.Com

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ مکّہ میں داخل ہونے سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکرِ اسلام کے تمام سالاروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، "میری شدید خواہش ہے کہ مکّہ بغیر کسی خونریزی کے فتح ہو اس لئے عوام کا خون بہانے سے اجتناب کرنا۔"[1]

مکّہ کی طرف پیش قدمی

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی لشکرِ جرار کے ساتھ اُس سرزمین کی طرف قدم بڑھایا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تھی اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وطن اور آبائی شہر تھا، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھوں سے تعمیر کیا گیا خانہ ٔخدا تھا، جہاں عبادت سے آپ کو روکا گیا تھا اور جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظلم و جبر اور استحصال کے ذریعے ہجرت کرنے پر مجبور کردیا گیا تھا۔ آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمایاں اور واضح شوکت وعظمت، جاہ وجلال اور ایک لشکرِ عظیم کے ساتھ واپس تشریف لا رہے تھے۔

مؤرخ مسٹر کے اے حمید لکھتا ہے، "شہر میں داخلے کے وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آگے حضرت علی علیہ السلام اسلامی جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھے۔ جلوس سیدھا کعبہ میں داخل ہوا۔ صحن میں کھڑے ہو کر سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ آیت پڑھی، "شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحیم ہے۔ اللہ ہی آسمان اور زمین کا مالک ہے۔ اللہ نے تم سے بہت سی باتوں کا وعدہ کیا تھا جو پوری ہو کر رہیں گی۔ اللہ تمہارے دشمنوں پر غالب ہے اور اللہ ہر بات پر قادر ہے۔"[2]

علامہ طبرسی علیہ رحمۃ لکھتے ہیں، "دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کعبہ کے دروازے پر پہنچ کر ٹھہرے، دونوں ہاتھوں سے دروازے کو تھاما اور فرمایا، "کوئی خدا نہیں سوا اللہ کے، اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور تن تنہا تمام متفقہ طاقتوں کو شکست دی۔"[3]

---

[1] آیت اللہ جعفر سبحانی، دی میسیج، بحوالہ سیرت ابن ہشام، ج ۲ ص ۴۰۹

[2] مسٹر کے اے حمید، تاریخ مسلمانان عالم حصہ اوّل ص ۸۸۔ الکامل لابن الاثیر ج ۲ ص ۲۵۲

[3] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ ص ۶۸

Presented by Ziaraat.Com

بروایتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ کی مہار حضرت محمد بن مسلمہؓ نے تھام رکھی تھی۔ مسلمان اور کچھ مشرکینِ مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے کے اطراف میں کھڑے تھے۔ مشرکین حیران و پریشان اور خوفزدہ تھے جبکہ مسلمان خوشی وشادمانی کا اظہار کر رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سرِ اقدس کو بارگاہِ الٰہی میں عاجزی اور شُکر کے لئے اس حد تک جھکا لیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لحیہء مبارکہ (ریشِ مبارکہ/ داڑھی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کے پالان کو چھونے لگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالان کے اُوپر ہی سجدۂ شکر ادا فرمایا اور پھر حق تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ الفتح کی ابتدائی آیات بھی باآواز بلند تلاوت فرمائیں۔ بروایتے اُس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔[1]

کسی خاص مصلحت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری سے نیچے اُترنے کی بجائے ناقہ پر سوار ہی حرم میں تشریف لائے اور حجرِ اسود کے سامنے رُکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرِ اسود کا بوسہ لینے کی بجائے اپنی خاص چھڑی سے اُس کی طرف اشارہ فرمایا (استلام کیا) اور تکبیر کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع صحابہ کرامؓ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت اور اتباع کے ارادے سے باآوازِ بلند تکبیر کہی۔ مشرکین مکّہ اِدھر اُدھر پہاڑوں پر چڑھے یہ منظر دیکھ رہے تھے، تکبیر کی آوازیں اُن کے کانوں تک پہنچی تو وہ آتشِ عداوت وحسد میں جل بھن گئے۔[2]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طوافِ کعبہ شروع کیا اور پہلے چکر کے دوران کعبہ کے دروازے کے اُوپر نصب تین بڑے اور مشہور بتوں کی طرف مڑے۔ اُن بتوں کے نام ہبل، اِساف اور نائلہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چھڑی سے اُنہیں ٹھوکا دیا تو وہ زمین پر گر کر پاش پاش ہو گئے۔ آپ نے اُس وقت یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[3] (حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا)''

---

[1] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۴۰

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۷۳۔ آیت اللہ جعفر سبحانی، دی میسیج

[3] سورۃ بنی اسرائیل (الاسراء)، آیت ۸۱

Presented by Ziaraat.Com

جب مشرکین کا سب سے بڑا بُت ہبل زمین بوس ہو کر ریزہ ریزہ ہوا تو زبیر بن عوام نے طنز کرتے ہوئے ابوسفیان سے کہا "یہ ہبل وہ بت ہے جس پر روزِ اُحد تم ناز کرتے تھے اور نعرہ لگاتے تھے کہ "اعل ھبل" (بلند ہو ہبل)، آج یہ توڑ دیا گیا ہے۔" ابوسفیان بولا "مجھے چھوڑ و اور میری سرزنش نہ کرو، اگر ہبل کچھ کرنے کے قابل ہوتا تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔" شاید اُسے احساس ہو چکا تھا کہ اِن بتوں کا مقدر پر کوئی اختیار نہیں۔ (١)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طوافِ کعبہ مکمل کر کے مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عثمان بن طلحہ سے کعبہ کی چابیاں لاؤ۔ اُن دنوں خانہ کعبہ کی چابیاں عثمان بن طلحہ کے پاس ہوتی تھیں جو اُسے وراثت میں ملی تھیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام اُسے پہنچایا تو اُس کی ماں سلامہ بنت سعد نے چابیاں دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کعبہ کی تولیت ہمارا موروثی اعزاز ہے جسے ہم کھونے نہیں دیں گے۔ عثمان نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑا اور اپنے قریب کرتے ہوئے سرگوشی کی کہ اگر ہم خود چابیاں حوالے نہیں کریں تو وہ زبردستی ہم سے لے لیں۔ اور بروایتے عثمان نے اپنی ماں سے کہا کہ چابیاں دے دو ورنہ اپنی کمر سے تلوار نکالتا ہوں۔ پھر ماں کے ہاتھ سے چابی لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ (٢)

الغرض، خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر داخل ہوئے۔ کعبہ کی اندرونی دیواریں مختلف قسم کی تصاویر اور نقوش سے بھری پڑی تھیں جن میں انبیاء کرام علیہم السلام کی تصاویر بھی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اُنہیں آبِ زم زم سے دھو دیا گیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ سے باہر تشریف لائے اور اُس کے دروازے پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا، "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اُس کا کوئی شریک نہیں، اُس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی، دشمنوں کو ہزیمت دی اور اپنے لشکر کو غالب فرمایا۔" (٣)

---

(١) آیت اللہ جعفر سبحانی، دی میسیج، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ١٦٤٢ء)، مدارج النبوت ج ٢ ص ٣٤٨

(٢) آیت اللہ جعفر سبحانی، دی میسیج، بحوالہ واقدی، مغازی واقدی، ج ٢ ص ٨٣٣۔ مدارج النبوت ج ٢ ص ٣٤٩

(٣) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ١٦٤٢ء)، مدارج النبوت ج ٢ ص ٣٥١

Presented by Ziaraat.Com

بے شک اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت پر واپس لوٹائے گا۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں یوں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ [۱]

(بیشک جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قرآن کا فریضہ عائد کیا ہے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی منزل تک ضرور واپس پہنچائے گا)

عام معافی کا اعلان

عموماً اس طرح کی عظیم الشان فتوحات بہت بڑی تباہی و بربادی کے بعد حاصل ہوتی ہیں اور ایسی فتوحات کے بعد بھی بہت بڑے پیمانے پر خونریزی اور لوٹ مار کی جاتی ہے لیکن یہاں فتح کی جانے والی سرزمین مکّہ معظّمہ کی تھی اور فاتح رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جو عالمین کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عظیم الشان فتح کے بعد عام معافی کا عظیم الشان اعلان فرمایا۔ بعض مؤرخین نے یہ اعلان خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیے جانے کے بعد بیان کیا ہے لیکن اکثریت اس کا ذِکر اس سے پہلے کرتی ہے۔

مؤرخ مسٹر کے اے حمید لکھتے ہیں، ''سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز ادا کی، بعد میں چاہِ زم زم پر پہنچے اور وہاں کے پانی سے اپنی پیاس بجھائی۔ اس کے بعد ایک اعلان جاری کیا جو دُنیا کی تاریخ میں نمایاں خصوصیت رکھتا ہے۔ فرمایا، ''آج کے دن تم کو کوئی خطرہ نہیں اے جماعت قریش! آج خدا نے تمہارے جاہلانہ غرور کو خاک میں ملا دیا اور تمہاری لنترانیاں (شیخیاں، ڈینگیں) خاک میں مل گئیں۔ سُن رکھو! خدا نے تم کو خاک سے پیدا کیا ہے اور پھر خاک میں ملا دے گا۔ خدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو خدا سے ڈرے اور جس کے عمل شریفانہ ہوں۔ اے رؤسائے شہر! میں نے تم کو آزاد کیا اور میں تم سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں کروں گا۔'' [۲]

---

[۱] سورۃ القصص، آیت ۸۵

[۲] مسٹر کے اے حمید، تاریخ مسلمانانِ عالم، ج ۱ ص ۸۸

Presented by Ziaraat.Com

عظیم مؤرخ علامہ طبرسی لکھتے ہیں، ''اور قریش کے بڑے آدمی کعبہ میں آئے اور اُن کا زیادہ گمان یہ تھا کہ وہ تہ تیغ ہونے سے بچ نہیں سکتے۔ اب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کی طرف تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کعبہ کے) دروازے کے دونوں پہلو ہاتھوں میں پکڑے پھر کہا کوئی خدا نہیں سوائے اللہ کے، اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور وہ تنہا تمام مخالف جماعتوں پر غالب آیا۔ پھر فرمایا، ''بتاؤ! تمہارا اب کیا گمان ہے؟ کیا کہتے ہو؟'' سہیل بن عمرو نے کہا، ''ہم اچھا ہی کہتے ہیں اور اچھا ہی گمان رکھتے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک شریف بھائی ہیں اور چچا کے بیٹے ہیں۔'' فرمایا، ''اچھا! میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے کہا تھا کہ تم پر اب اس وقت مجھے کوئی الزام نہیں دینا ہے، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحیم ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر خون اور مال کا مطالبہ اور فخر جو جاہلیت کے دَور کا ہے، وہ سب میرے پیروں کے نیچے (پامال) ہے۔ سوائے کعبہ کی تولیت (سربراہی) اور حاجیوں کی سیرابی کے، یہ عہدے اُنہیں کو واپس کئے جاتے ہیں جن کے پاس پہلے سے تھے۔ آگاہ ہونا چاہئے کہ مکّہ اللہ کی طرف سے محترم ہے، اس میں کوئی خونریز اقدام مجھ سے پہلے کبھی حلال نہیں تھا اور میرے لئے تھوڑی دیر کے لئے آج حلال ہوا ہے اور اب قیامت تک کے لئے اس کی حرمت قائم و دائم ہے۔ اس کے درخت کو کاٹا نہیں جا سکتا اور اس میں کسی شکار کو چھیڑا نہیں جا سکتا اور اس میں گری پڑی کسی چیز کو اُٹھانا جائز نہیں سوائے اُس کے جو مالک کو ڈھونڈ کر اُس تک پہنچانا چاہتا ہو۔'' پھر فرمایا، ''تم میرے پڑوسی تھے، تم نے مجھے جھٹلایا، مجھے میرے گھر سے نکالا، ہر طرح سے شکست دینے کی کوشش کی اور پھر اس پر بھی اکتفا نہیں کیا، یہاں تک کہ تم میرے شہر (مدینہ) میں جا کر مجھ پر حملہ آور ہوئے اور جنگ کے لئے چڑھائی کی۔ ان تمام باتوں کے باوجود، جاؤ میں تم سب کو چھوڑتا ہوں۔'' اس اذن کو سُن کر سب لوگ نکلے اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے قبروں سے دوبارہ زندہ ہو کر باہر نکلے ہیں اور اب وہ سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔''[۱]

---

[۱] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ، ص ۱۱۸

Presented by Ziaraat.Com

رسول حلیم ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ تاریخی جملہ "جاؤ میں تم سب کو چھوڑتا ہوں" (فاذھبوا فانتم الطلقآء)، کئی مؤرخین نے مختلف سیاق وسباق کے ساتھ درج کیا ہے مگر سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

مثلاً: ابن الوردی نے تاریخ ابن الوردی میں،[1] ابو الفداء نے تاریخ ابو الفداء میں،[2] ابن اثیر نے کامل میں،[3] مسعودی نے مروج الذھب میں،[4] ابن القیم جوزیہ نے زادالمعادفی ھدی خیر العباد میں،[5] اور محمد بن عبدالوہاب نجدی نے مختصر سیرۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں[6] وغیرہ وغیرہ۔

علامہ علی نقی نقوی صاحب لکھتے ہیں، "جو فقرہ سب کے یہاں متفقہ طور پر موجود ہے، وہ ہے، "فاذھبوا فانتم الطلقآء" (جاؤتم سب کو چھوڑتا ہوں)۔ یہ "طلقآء" "طلیق" کی جمع ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو بحیثیت اسیرِ جنگ پکڑا جائے جو اس کے بعد غلام یا کنیز کی حیثیت سے فریق مخالف (فاتح) کی ملکیت ہوتا تھا اور پھر رحم کھا کر اُسے چھوڑ دیا جائے۔ اس لفظ کے اندر معانی کے اعلان کے ساتھ تحقیر اور سرزنش دونوں موجود ہیں اس لئے یہ لفظ ہمیشہ کے لئے اُن کے دامن پر داغ بن کر رہ گیا۔[7]

مکّہ بغیر کسی جنگ وجدال کے فتح ہوا تھا لیکن مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر تین (۳) بے گناہ مسلمان شہید اور اٹھائیس (۲۸) مشرکین قتل بھی ہوئے۔

علامہ طبرسیؒ لکھتے ہیں کہ شہید ہونے والے تینوں مسلمان اتفاق سے پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ راستہ

---

[1] ابن الوردی (متوفی ۷۴۹ھ ۱۳۴۹ء)، تاریخ ابن الوردی طبع مصر ۱۲۸۴ء ج ۱ ص ۱۳۰

[2] ابوالفداء، تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۲

[3] ابن اثیر، کامل ج ۲ ص ۲۵۲

[4] مروج الذھب ومعادن الجواھر (تاریخ مسعودی)، ابوالحسن بن حسین بن مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ) ج ۱ ص ۴۱۸

[5] ابن القیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ)، زاد المعارفی ھدی خیر العباد طبع مصر ج ۲ ص ۱۶۵

[6] محمد بن عبدالوہاب نجدی (متوفی ۱۲۰۶ ہجری)، مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طبع مصر

[7] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام، ص ۴۴۵

Presented by Ziaraat.Com

بھول کر کافروں کے حلقہ میں پہنچ گئے اور شہید کر ڈالے گئے۔[۱]

مشرکین کے قتل کی وجہ یہ تھی کہ خالد بن ولید نے جس راستے سے مکّہ میں داخل ہونا چاہا تھا وہاں مشرکین نے مزاحمت کی۔ نوبت لڑائی تک پہنچ گئی جس کے نتیجے میں اُن کے اٹھائیس (۲۸) آدمی مارے گئے جبکہ دو (۲) مسلمان شہید ہوئے۔[۲]

بُت شکنی اور تطہیرِ کعبہ

فتح مکّہ کے وقت خانہ کعبہ کے اندر یا اُس کے ارد گرد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تھے۔ کچھ اہل سیر نے لکھا ہے خانۂ کعبہ کے آس پاس وہ بت پائے گئے تھے اور کچھ نے لکھا ہے خانہ کعبہ کے اندر تھے چنانچہ یہ واضح نہیں کہ وہ بت کعبہ کے اندر تھے یا اُس کے آس پاس؟ ممکن ہے کچھ اندر ہوں اور کچھ باہر لیکن یہ تو طے ہے کہ وہ تھے حرم کے اندر ہی اور ان کی اتنی بڑی تعداد کا مطلب یہ تھا کہ تمام قبائل نے اپنے اپنے بت وہاں لا کر رکھے ہوئے تھے اور مختلف بت مختلف معاملاتِ زندگی سے منسوب تھے۔ (ان کی تفصیل کتابِ ہذا کے باب ''عربوں میں بُت پرستی کی تاریخ اور ہبل، لات و عزیٰ وغیرہ'' میں دی جا چکی ہے)

فتح مکّہ کے بعد پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن مورتیوں اور بتوں وغیرہ کو توڑ کر اور تماثیل و اصنام اور دیواری تصاویر وغیرہ کو نیست و نابود کر کے خانہ کعبہ کو پاک و صاف کرایا۔ روایت ہے کہ بُتوں کو سیسہ وغیرہ کے ساتھ مضبوطی سے پیوست کیا گیا تھا۔ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عصائے مبارک کی نوک سے ایک ایک بُت کو ٹھوکا دیتے جاتے اور ساتھ ساتھ یہ فرماتے جاتے ''وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[۳] (حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا)'' عصائے مبارک کے چھوتے ہی وہ بُتّ زمین پر گر کر پاش پاش ہو جاتا۔

---

[۱] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ ص ۸۹

[۲] ابن الوردی (متوفی ۷۴۹ ہجری)، تاریخ ابن الوردی ج ا ص ۱۳۰

[۳] سورۃ بنی اسرائیل (الاسراء)، آیت ۸۱

Presented by Ziaraat.Com

اہل سنت کے مشہور مؤرخ اور عالم دین شیخ عبدالحق دہلوی جو کہ محدث بھی تھے، اپنی مشہور و معروف کتاب مدارج النبوت میں بحوالہ دیگر کتبِ سیر، تحریر فرماتے ہیں کہ چند بڑے بڑے بُت اُونچی جگہوں پر نصب تھے جن تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا اُنہی میں ہبل نامی بت بھی تھا۔ جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنے قدم ناز کو میرے کندھوں پہ رکھیئے اور اِن بتوں کو گرا دیجئے۔ (جناب امیر المومنین علیہ السلام کے اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ بت شکنی کے اس عمل میں آپ شروع ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاونت فرما رہے تھے یعنی اس تاریخی موقع پر رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا نہیں تھے بلکہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے۔ مؤلف) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اے علی (علیہ السلام)! تم میں بارِ نبوّت اُٹھانے کی طاقت نہیں ہے اس لئے تم میرے کندھوں پر آؤ اور اِن بتوں کو گراؤ۔ تعمیل ارشاد کی خاطر جناب علی علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوشِ مبارک پر سوار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے پوچھا، ''یا علی (علیہ السلام)! کیا محسوس کر رہے ہو؟'' عرض کیا، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یوں لگتا ہے کہ تمام حجابات اُٹھ گئے ہیں، میرا سر عرش سے جا ملا ہے اور میں جدھر ہاتھ بڑھاتا ہوں وہ چیز میرے پاس آجاتی ہے۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اے علی (علیہ السلام)! تمہارا یہ وقت کیا خوب ہے کہ تم کارِ حق ادا کر رہے ہو اور میرا یہ حال کتنا مبارک ہے کہ میں بارِ حق اُٹھائے ہوئے ہوں۔ (گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے وزن کو بارِ حق قرار دیا۔ مؤلف) علی المرتضیٰ علیہ السلام نے بتوں کو زمین پر گرا دیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو پھر دوشِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زمین پر کود پڑے اور جب نیچے گرے تو مسکرانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے مسکرانے کا سبب پوچھا تو عرض کیا، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اتنی بلندی سے گرا ہوں مگر مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی۔'' فرمایا، ''یا علی (علیہ السلام)! تمہیں اُٹھانے والے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُتارنے والے جبرائیل (علیہ السلام) تھے، تو پھر چوٹ کیسے

Presented by Ziaraat.Com

آتی ؟''[1] قدیم محدثین میں احمد بن حنبل اپنے مشہورِ آفاق مسند میں، مسند علی (علیہ السلام) کے ذیل میں دوجگہ درج کرتے ہیں اور حافظ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی جو کہ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے ایک ہیں، اپنی ایک کتاب خصائص علویہ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی زبانی درج کرتے ہیں، ''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود میرے لئے بیٹھے اور فرمایا تم میرے کاندھے پر چڑھو۔ آپ کا بیان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے لے کر کھڑے ہو گئے اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں آسمان سے جو چاہوں لے لوں یہاں تک کہ میں خانہ کعبہ کے اُوپر بلند ہو گیا اور اُس پر ایک زرد پیتل کی مورت تھی جسے میں دائیں بائیں اور آگے پیچھے حرکت دینے لگا یہاں تک کہ میں نے اُسے بالکل ہلا دیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب اس کو گرا دو۔ میں نے اُس کو اُوپر سے نیچے پھینکا تو وہ اس طرح ٹوٹی جیسے شیشے ٹوٹتے ہیں۔[2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ خانہ کعبہ میں بلندی پر واقع بتوں کو توڑنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ تم بارِ نبوّت نہیں اُٹھا سکتے اس لئے مجھے اُٹھانے کی بجائے تم میرے کاندھوں پر سوار ہو جاؤ اور یہ بت توڑو۔

میں جتنا اس مکالمے پر غور کرتا جاتا ہوں میرا دماغ اُتنا ہی اُلجھتا جاتا ہے۔ میری یہ مجال نہیں کہ فرمانِ نبی گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی شک کروں یہ تو بس میری عقل ناقص کی نارسائی ہے جس نے اُلجھا رکھا ہے کہ محدثین و مورخین آخر کہنا کیا چاہتے ہیں؟ جناب رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی علیہ السلام کا اپنے کاندھوں پر اُٹھانا بارِ نبوّت اُٹھانے کے مصداق تو نہیں ہو سکتا، ہاں بارِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو سکتا ہے۔ اگر یہ صاحبانِ علم بارِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہی بارِ نبوّت مانتے ہیں تو پھر وہ بارشبِ ہجرت براق نے یا خچر دُل دُل نے یا گھوڑے حیزوم نے یا اُونٹنی قصویٰ نے کیسے اُٹھایا جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۸، ۳۴۹

[2] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام، ص ۵۳۴ بحوالہ احمد بن حنبل، مسند احمد مطبوعہ مصر ۱۳۶۶ ہجری ص ۵۸۔ حافظ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ ہجری)، خصائص نسائی مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۴

Presented by Ziaraat.Com

سواری کیا کرتے تھے؟ کیا وہ جانور، درِ خیبر کو اکھاڑ کر سپر بنانے والے علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے زیادہ طاقتور تھے؟ اگر علماء کرام اِس معاملے میں جانوروں کو کسی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین، دادا حضرت عبدالمطلب، چچا حضرت ابوطالب، دیگر اعزہ و اقربا اور خدمتگاران وغیرہ جو اپنی اپنی آغوش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد طفولیت میں اُٹھاتے رہے، اُنہوں نے وہ بارِ رسالت کیسے اُٹھالیا؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت نبی اللہ نہیں تھے؟ میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ بات بارِ نبوت اُٹھانے کی نہیں بلکہ کچھ اور ہی رہی ہوگی جو تاریخ کے اوراق میں کہیں گم ہوگئی ہے یا کردی گئی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان

بروایتے نماز ظہر کا وقت ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کی چھت پر گئے اور بآوازِ بلند اذان کہی۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اعلان مشرکینِ مکہ کے کانوں تک پہنچا تو وہ بدخصلت اور بدبخت طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ کسی نے کہا فلاں اور فلاں خوش قسمت تھے جو دُنیا سے چلے گئے اور آج یہ اذان سننے کے لئے باقی نہ رہے۔ ابوسفیان بولا ''میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جاسوسوں سے ڈرتا ہوں کہ مبادا ہماری گفتگو سُن کر اُن تک پہنچا دیں۔''[1]

مکّہ میں مختصر قیام

فتح مکّہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف روایات کے مطابق، پندرہ (۱۵) دن، سترہ (۱۷) دن یا اٹھارہ (۱۸) دن مکّہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔ زیادہ تر راوی اس پر متفق ہیں کہ اس تمام عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ قصر ادا فرمائی۔[2]

---

[1] آیت اللہ جعفر سبحانی، دی میسیج

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۶۳، بحوالہ المواہبُ اللدنیہ اور بحوالہ ترمذی۔ علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام، ص ۴۵۷، بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۹

Presented by Ziaraat.Com

غزوۂ حنین

(شوال ۸ ہجری/جنوری فروری ۶۳۰ء)

مکّہ مکرمہ سے طائف کے راستے میں ''حنین'' نام کا ایک چشمہ ہے، شوال سنہ ۸ ہجری میں یہ غزوہ اُس چشمے کے قریب واقع ہوا اس لئے اسے غزوۂ حنین کہا جاتا ہے۔ اس لڑائی میں مخالف قبیلہ ''ہوازن'' تھا اس نسبت سے اسے غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں۔

فتح مکّہ تک عرب کے تقریباً تمام قبائل مطیع ہو چکے تھے سوائے قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے جو اسلام کے خلاف شدید کینہ اور بغض وعناد رکھتے تھے۔ یہ دونوں قبیلے بہت مالدار اور جنگجو تھے۔ ان کے پاس جدید اسلحے کی بہتات اور تربیت یافتہ سپاہیوں کی بھاری نفری موجود تھی۔ اپنی عسکری قوّت کی بدولت اُنہیں یہ زعم تھا کہ ہم بڑی آسانی سے اسلامی حکومت کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔

فتح مکہ کے بعد ان دونوں قبیلوں کے سردار آپس میں ملے اور متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کا منصوبہ بنایا۔ اُن کا خیال تھا کہ مسلمان مکّہ والوں پر غلبہ حاصل کرنے میں اس لئے کامیاب ہوئے تھے کہ قریش فنِ حرب کے ماہر نہیں تھے اور ہم چونکہ اس میں طاق ہیں اور بہترین عسکری قوّت ومہارت رکھتے ہیں اس لئے وہ ہمیں مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ ہم اُنہیں شکست فاش دے کر نیست ونابود کر دیں گے۔ اُنہوں نے سوچا، ''اس سے پہلے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مکّہ فتح کرنے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوں، ہم اُن پر حملہ کر دیں۔''

چنانچہ قبیلہ ہوازن کا سردار مالک بن عوف نفری اور قبیلہ ثقیف کا سردار کنانہ بن عبد یالیل ثقفی چار ہزار (۴۰۰۰) کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں ہوازن اور ثقیف کے علاوہ قرب وجوار کے قبائل بھی شامل تھے۔ مالک بن عوف اپنی فوج کے ساتھ اسلامی لشکر سے پہلے ہی وادی حنین میں داخل ہو گیا۔ اُس نے اپنے سپاہیوں کو گھات میں بٹھا دیا تا کہ جونہی لشکرِ اسلام

Presented by Ziaraat.Com

وہاں پہنچے تو اچانک تیراندازی شروع کر کے اُسے وہیں چھلنی کر دیا جائے۔

اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُن کے ناپاک عزائم کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوراً اُن کی سرکوبی کو روانہ ہو گئے۔ بروایتے وہ ہفتہ، ۶ شوال ۸ ہجری کا دن تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) مدنی مجاہدین اور دو ہزار (۲۰۰۰) "طلقاء وحلقاء" (مکّہ کے وہ لوگ جنہیں فتح مکّہ کے موقع پر عام معافی دی گئی تھی) کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۱۰ شوال بروز منگل رات کے وقت وادی حنین میں داخل ہوئے۔ اسلامی لشکر کی کثرت اور شان و شوکت کو دیکھ کر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے غرور سے کہا، "آج ہم قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُس شخص کی یہ بات پسند نہ آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو ہزیمت اور شکستگی کی جو صورت پیش آئی اُس کا سبب یہی (کلمۂ غرور) تھا تاکہ مسلمان جان لیں کہ فتح و نصرت کثرت تعداد اور تیاری پر منحصر نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔[۱]

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا، "لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ"[۲]

(بیشک اللہ نے کثیر مقامات پر تمہاری مدد کی ہے اور (اے مسلمانو!) حنین کے موقع پر بھی جب تمہاری کثرت تعداد نے تمہیں مغرور کر دیا تھا مگر اس (کثرت) نے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔)

حنین کی وادی تنگ اور دشوار گزار گھاٹیوں پر مشتمل تھی۔ جگہ جگہ گڑھے اور کھائیاں تھیں۔ لشکر کا ایک

---

[۱] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۶۷

[۲] سورۃ التوبۃ، آیت ۲۵

Presented by Ziaraat.Com

ساتھ گزرنا ممکن نہیں تھا اس لئے لوگ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں اُن گھاٹیوں میں داخل ہو گئے۔ یہ کافروں کے منصوبے کے عین مطابق تھا اس لئے اُنہوں نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی کمین گاہوں سے نکل کر ایک دم ہلہ بول دیا۔ مسلمان تیروں کی منہ زور بارش سے بوکھلا اُٹھے اور متفرق و متزلزل ہو کر پیچھے بھاگنے لگے۔ کفار کے منظم اور منجھے ہوئے سپاہیوں نے بھاگتے ہوئے مسلمانوں کا پیچھا کیا تو جذبۂ ایمانی سے سرشار ہونے کا دعویٰ کرنے والے کثیر مسلمان اپنے ایمان کا بار حنین کی گھاٹیوں میں پھینک کر اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تنہا چھوڑ کر، اُحد کی تاریخ دُہراتے ہوئے فرار ہو گئے اور لشکرِ اسلام میں ایسا تفرقہ پڑا کہ معدودے چند مومن ہی اپنی جگہ ڈٹے رہ گئے۔

اُن ثابت قدم دلاوروں میں سیّدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، پسران حضرت عباس رضی اللہ عنہ، ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔[1]

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کو یوں روایت کیا ہے، ''ہم لوگ چلتے رہے یہاں تک کہ جب حنین کی وادی میں پہنچے تو وہاں بہت طولانی نشیبی راستہ تھا اور وہ لوگ پہلے سے ہی اس وادی میں اِدھر اُدھر چھپ گئے تھے۔ بس اک دم مردانِ جنگی کے بڑے بڑے رسالے ہاتھوں میں تلواریں، لوہے کے گرز اور نیزے لئے ہوئے ہم پر ٹوٹ پڑے۔ وہ سب ایک ساتھ حملہ آور ہوئے تھے اس پر تمام آدمی (مسلمان سپاہی) پسپا ہوئے اس طرح کہ ایک دوسرے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دائیں جانب آگے بڑھے، اس عالم میں کہ آپ کے مرکب (گھوڑے) کو صرف نو (۹) جانباز جو کہ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے گھیرے ہوئے تھے۔[2]

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۳۶۹

[2] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۶۰

Presented by Ziaraat.Com

مورخین نے اس کی منظر کشی یوں کی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے تلوار کھینچے ہوئے کھڑے تھے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرکب کی نیام پکڑے ہوئے تھے، فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف اور مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بائیں طرف تھے۔[1]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں، ''تمام مسلمانوں نے آج کے دن پیٹھ دکھائی، صرف چند آدمی تھے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ برقرار تھے۔''[2]

جب تمام لوگ تتر بتر ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف چند جانبازوں کے ساتھ تنہا رہ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرکب پر دونوں رکابوں پر زور دے کر کھڑے ہوئے، خداوند عالم سے فتح و نصرت کی دُعا فرمائی اور پھر بھاگتے ہوئے اصحاب کو حدیبیہ والی بیعت یاد دلا کر اور للکار کر اُن کی کمزوری پر سختی کے ساتھ متنبہ کیا۔[3] اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان بھاگنے والوں کو پکارو اور انہیں اس طرح آواز دو، ''اے گروہ انصار! اور اے اصحاب سمرہ!'' (سمرہ اُس درخت کا نام ہے جس کے نیچے حدیبیہ کے موقع پر ''بیعتِ رضوان'' واقع ہوئی تھی)[4] گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن بھاگنے والوں کو بیعتِ رضوان (اس کی تفصیل حدیبیہ کے باب میں دی جا چکی ہے) کا حوالہ دے کر بلوایا کہ تم نے تو نہ بھاگنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

اُس موقع پر ایک مسلمان خاتون اُم سلیم بنت ملحان بھی وہاں موجود تھی۔ وہ ہاتھ میں خنجر لیے اپنے شوہر ابوطلحہ کے اُونٹ کو سنبھالے کھڑی تھی اور مسلمانوں کے فرار کا منظر بھی دیکھ رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے پوچھا، ''اے اُم سلیم! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' اُم سلیم نے اپنی وہاں

---

[1] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۶۱ بحوالہ الشیخ جواد مغنیہ، الامام علی علیہ السلام، ص ۱۳۳

[2] حافظ ذہبی، العبر فی اخبار من غبر، ص ۱۱۹

[3] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۶۳

[4] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۳۱۷

Presented by Ziaraat.Com

موجودگی کا سبب بیان کیا اور عرض کیا، ''حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اِن مشرکوں سے جنگ کیجئے اور مجھے اجازت دیں کہ میں اُن مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کروں جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تنہا چھوڑ کر بھاگے چلے جا رہے ہیں کیونکہ وہ یقیناً واجبُ القتل ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُم سلیمؓ کی واجبُ القتل والی بات کو رد نہیں کیا بلکہ فرمایا، ''او یکفی اللہ یا اُمّ سلیم'' یعنی جانے دو اے اُم سلیم! اُنہیں خدا ہی سمجھے۔[1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت بلند آواز تھے۔ اُنہوں نے بھاگتے ہوؤں کو پکارا تو اُن کی آواز پر تقریباً سو کے قریب لوگ پلٹ آئے اور دوبارہ جنگ کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی حوصلہ افزائی کے لئے میدان میں تشریف لائے۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مٹھی بھر سنگریزے یا ایک مشت خاک طلب فرمائی اور اُس پر ''شاھت الوجوہ'' (ان کے منہ پھر جائیں) پڑھ کر اُسے دشمنوں کی جانب پھینک دیا۔ وہ خاک یا سنگریزے کافروں کے تمام لشکریوں کے چہروں پر پڑے۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن کی آواز سے یوں لگتا تھا جیسے آسمان سے کسی طشت میں پھینکے گئے ہوں۔ ہوازن کے لشکریوں کا کہنا تھا کہ وہ سنگریزے ہم سب کی آنکھوں میں پڑے اور ہم مضطرب وخوفزدہ ہو گئے۔ اُن سے ایسی خوفناک آوازیں آ رہی تھیں جیسے طشت پر ہتھوڑا مارا جا رہا ہو۔ اس دوران آسمان پر سیاہ بادل سا نمودار ہوا جو ہمارے اُوپر چھا گیا، پھر سیاہ چیونٹیوں سے تمام میدان لبریز ہو گیا اور زمین و آسماں کے درمیان ہر طرف سفید لباس گھڑسوار نظر آنے لگے۔ ہم میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اُن کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھ سکیں۔ بقولے وہ ملائکہ تھے جو یوم بدر کی طرح اہل ایمان کی اعانت کے لئے آئے تھے مگر محققین کہتے ہیں کہ اُنہوں نے بدر کی طرح حنین میں جنگ نہیں کی تھی بلکہ محض مسلمانوں کی تقویت کے لئے نازل ہوئے تھے۔ پس، فتح آخر کار مسلمانوں کا مقدر بنی۔

---

[1] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۶۵ ۴ بحوالہ طبری، ص ۶۶۳

Presented by Ziaraat.Com

علامہ علی نقی نقوی صاحب، تاریخ اسلام میں رقمطراز ہیں کہ اس جنگ میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے یا ہتھیار ڈالنے والے افراد بکثرت شامل تھے۔ وقت کی سختی نے اُن میں سے بہت سوں کے دلوں کے اندر چھپے ہوئے جذبوں کو نمایاں کر دیا تھا جن سے پتا چل گیا کہ بے بسی کے عالم میں اُس اظہارِ اسلام یا ظاہری اتحادِ عمل کی کوئی اصلیت نہیں تھی۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں شکست کے ذمہ دار بھی وہی لوگ تھے کیونکہ ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُن کی قیادت کر رہا تھا اور دشمن کے جان توڑ حملوں کے شروع ہوتے ہی اُس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ راہِ فرار اختیار کر لی تھی جس کے بعد پوری جماعت کے قدم اُکھڑ گئے۔ اُس شکست سے خوش ہو کر ابوسفیان نے چیخ کر کہا تھا، ''اب سمندر کے ادھر ان کی پسپائی رُک نہیں سکتی۔''[1] کچھ مؤرخین نے اس جملہ کے ساتھ ساتھ صراحت کی ہے کہ اب تک اُس کے ترکش میں ''ازلام'' یعنی وہ پانسے موجود تھے جو اُس کے زمانۂ شرک کی یادگار تھے۔[2]

اس معرکہ میں جو بروایتے ۱۰ شوال کو واقع ہوا، مشرکین کے ستر (۷۰) سے زیادہ لوگ قتل ہوئے جبکہ مسلمانوں کے صرف چار (۴) آدمی شہید ہوئے۔[3] اور اس میں بکثرت اموال غنیمت اور لونڈیاں اور غلام وغیرہ ہاتھ آئے۔ بروایتے، قیدیوں کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) تھی، بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) اُونٹ اور بے شمار نقد و جنس تھا۔ بعض مؤرخین نے اس سے بھی زیادہ مال غنیمت بیان کیا ہے۔ اُن کے مطابق اُونٹوں کی تعداد چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) اور چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور تقریباً ایک من چاندی تھا۔[4]

---

[1] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۶۲۴ بحوالہ الامام علی طبع بیروت ص ۱۲۲

[2] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۶۲۴ بحوالہ تاریخ طبری ص ۱۶۲۱، کامل ابن اثیر، ج ۲ ص ۲۶۳

[3] دفیتہ الاسلام، ص ۱۷۴

[4] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ، ج ۱ ص ۱۳۳

Presented by Ziaraat.Com

جنگ اوطاس وطائف

حنین کی شکست کے بعد کچھ مشرکین ''اوطاس'' کی طرف بھاگ گئے جبکہ قبیلہ ثقیف اور اُن کے ساتھی ''طائف'' جا کر مورچہ بند ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوطاس والوں کے تعاقب میں حضرت ابو عامر اشعری رض کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا لیکن وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اُن کی شہادت کے بعد اُن کے چچا زاد بھائی ابو موسیٰ اشعری نے جماعت کی کمان سنبھال لی اور بالآخر فتح سے ہمکنار ہوئے۔[۱]

طائف ایک ایسا شہر تھا جس کے چاروں طرف مضبوط فصیل تھی اور اندر ایک مضبوط و مستحکم قلعہ تھا۔ یہاں کے لوگ خوشحال، فن حرب کے ماہر اور جدید ترین اسلحہ سے لیس تھے۔ اُنہوں نے قلعے میں محصور ہو کر چاروں طرف منجنیقیں نصب کر لیں، اہم مقامات پر تیر انداز متعین کر دیے اور متوقع اسلامی لشکر کو روکنے کے لئے پوری طرح تیار اور مستعد ہو گئے۔

شوال کے مہینے میں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اُدھر متوجہ ہوئے اور دس دن تک اُن کا محاصرہ کئے رکھا۔[۲]

بروایتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قیادت میں فوج کو طائف کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا اور خالد بن ولید کو مقدمۃ الجیش کا سالار مقرر کر کے پہلے روانہ کر دیا۔ اسلامی لشکر نے قلعے کا محاصرہ کر کے پہلی مرتبہ قلعہ شکن آلات، دبابہ اور منجنیق استعمال کیے لیکن اہلِ قلعہ محاصرین سے زیادہ اس فن میں ماہر تھے اور پھر وہ قلعے کے اُوپر بلند اور محفوظ مقامات میں تھے لہٰذا وہ بروقت جوابی کاروائی کر کے اور حملہ آوروں کو نقصان پہنچا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ محاصرہ بیس دن تک رہا۔[۳]

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ طائف کے محاصرہ کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام

---

[۱] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۶۷

[۲] ابو الفداء (متوفی ۱۳۳۱ء)، تاریخ ابو الفدا، ج ۱ ص ۱۵۳

[۳] ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبر اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۶۱۸

Presented by Ziaraat.Com

کو حکم دیا کہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ گردونواح میں پھیل جائیں۔ چنانچہ اُنہوں نے قرب وجوار کے دشمنوں سے جنگ وقتال کی، ہوازن وثقیف کے بتوں کو توڑ دیا اور مشرکوں کے آثار ودیار کو برباد کر کے بارگاہِ رسالت میں لوٹ آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ پاک علی علیہ السلام کے رُوئے منور پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر بلند کی اور خلوت وتنہائی میں خفیہ طور پر بہت سی باتیں علی علیہ السلام کو ہدایت فرمائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اُس خلوت وتنہائی کا دورانیہ طویل ہوگیا تو صحابہ کہنے لگے، ''تعجب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راز ونیاز کی باتیں اپنے چچا کے فرزند سے فرماتے ہیں اور دوسروں سے نہیں کہتے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''مَا اَنْجَیْتُہٗ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَنْجَا'' (میں اُن سے راز کی باتیں نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے) مطلب یہ کہ میں ازخود اُن سے وہ باتیں نہیں کرتا بلکہ اللہ مجھے حکم دیتا ہے تو میں اُن سے وہ باتیں کرتا ہوں۔[۱]

تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ جنگ ہوئی جس میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اُن کے سردار کو قتل کیا اور وہ (دشمن) شکست کھا گئے۔[۲]

ایک وہ وقت تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی مرتبہ مکّہ سے طائف تشریف لے گئے تھے اور طائف والوں کے ظلم وستم سے لہولہان ہو گئے تھے، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ طائف کے لئے بددُعا نہیں کی بلکہ فرمایا کہ میں اِن لوگوں کی تباہی وبربادی کے لیے کیوں بددُعا کروں؟ اگر یہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو (نہ سہی) اُمید ہے کہ اِن کی آئندہ نسلیں ضرور خدائے اَحد پر ایمان لانے والی ہوں گی۔ (تفصیل کتاب ہذا کے باب ''طائف'' میں بیان کی جا چکی ہے) اور ایک یہ وقت تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام کا لشکرِ عظیم تھا۔ اِس موقع پر بھی بعض صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ بنوثقیف کے لئے بددُعا فرمائیں۔ مگر رحمۃٌ لِّلعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اب کی بار بھی بددُعا سے اجتناب فرمایا اور آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر اپنے معبود برحق کی خدمت میں عرض کیا، ''الٰہی! بنوثقیف کو ہدایت دے کہ وہ میرے پاس چلے آئیں۔''

---

[۱] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۳۷۷

[۲] ابن الوردی (متوفی ۱۳۴۹ء)، تاریخ ابن الوردی، ج ۱ ص ۱۳۳

Presented by Ziaraat.Com

انصار کا احساس محرومی
اور نبی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبۂ ایجاز و بلاغت

حنین اور اُس کے بعد اوطاس وطائف کی مہمات سے فراغت حاصل ہوئی تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف سے واپسی پر جعرانہ میں قیام فرمایا اور حنین واوطاس وطائف کا مالِ غنیمت جواب تک کی مہمات میں حاصل ہونے والا سب سے زیادہ مال تھا، تقسیم فرمایا۔ لشکرِ اسلام میں اُس وقت قریش کے نومسلم لوگوں کی جماعت بھی شامل تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی تالیف قلوب کے لئے مالِ غنیمت کا کثیر حصّہ اُن کے درمیان تقسیم فرمایا یہاں تک کہ کافی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جن کے حصّے میں سوسو اُونٹ آئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بلند پایہ مدبر، عظیم ترین راہنما اور سراپا رحمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ نبوّت جو دیکھ سکتی تھی عام انسانوں کے لئے اُس کا تصور بھی محال تھا چنانچہ انصار کے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت عملی کو نہ سمجھ سکے اور قریش پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عنائت کثیر پر رنجیدہ ہوکر چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا اور جب سب لوگ اکٹھے ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے درمیان تشریف لائے۔ حضرت علی علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے تھے۔ اُس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسا خطبہ دیا جو مختصر ہونے کے باوجود فصاحت وبلاغت کا ایک بہترین نمونہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا:

"کیا یہ سچ نہیں کہ اس سے پہلے تم گمراہ تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعے ہدایت عطا فرمائی؟ تم منتشر و پراگندہ تھے، اُس نے میرے ذریعے تم میں وحدت و جمعیت پیدا کی؟ تم مفلس و تنگدست تھے، اُس نے میرے ذریعے تمہیں تونگری وخوشحالی دی؟"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر جملے پر انصار کہتے جاتے کہ اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا احسان سب سے بڑھ کر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دفعتاً اپنا اندازِ تکلم تبدیل کیا اور فرمایا:

"نہیں۔ تم یہ کہو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جب لوگوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تکذیب کی تو ہم نے

Presented by Ziaraat.Com

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کی۔ لوگوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مفلوک الحال آئے تھے تو ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہر طرح سے مدد کی۔"

پھر ذرا رُک کر فرمایا:

"تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں کہتا جاؤں گا کہ تم نے سچ کہا۔ لیکن اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اور لوگ تو اُونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے گھر لے جاؤ؟"

انصار کے دلوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کا ایک ایک لفظ رقت طاری کر رہا تھا، تڑپ کر بولے، "ہمیں صرف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چاہیے، اور کچھ نہیں۔"[۱]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے لئے مزید سرمایہ فخر فراہم کرتے ہوئے فرمایا:

"انصار میرے خاص بھروسے والے ہیں، اگر دُنیا ایک طرف ہو اور دوسری طرف انصار تو میں انصار ہی کی طرف جاؤں گا۔ خدایا! انصار کی بخشش فرما، ان کی اولاد اور اولاد در اولاد کو بخشش سے مالا مال فرما۔[۲]

جناب رحمۃً لِّلعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطاب سُن کر انصار میں گریہ کا شور بلند ہوا، اُن کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور وہ چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ ہم پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے حصّے میں لینے پر بالکل راضی وخوشنود ہیں۔"[۳]

حضرت ابراہیم کی ولادت

(شوال ۸ ہجری/فروری ۶۳۰ء)

شوال ۸ ہجری میں حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی۔[۴]

---

[۱] محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ ہجری)، طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۵۸

[۲] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ، ص ۱۳۵، ۱۳۶

[۳] کامل ابن اثیر، ج ۲ ص ۲۷۲

[۴] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۸۵

Presented by Ziaraat.Com

سنہ ۹ ہجری

غزوۂ تبوک، غزوہ جیش العسرت، غزوۂ فاضحہ

(رجب ۹ ہجری/نومبر ۶۳۰ ء)

مدینہ منورہ اور شام کے درمیان، مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر ایک خطہ ارضی ہے جسے ''تبوک'' کہا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے جو اُس جگہ پر واقع تھا۔ اس مہم میں لشکرِ اسلام کا سفر اُسی چشمہ پر تمام ہُوا تھا اس وجہ سے اس کو غزوۂ تبوک کہا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس واقعہ کے باب میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ آخری حدود ہے جب تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو۔ ''بوک'' کے لغوی معنی ہیں کہ لکڑی وغیرہ سے اتنی گہری زمین کھودنا کہ پانی نمودار ہوجائے۔ صحاح میں مذکور ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ بہت سے صحابہ اس چشمہ پر پہنچ کر اپنے پیالوں کو اس میں ڈال کر پانی کو ہلاتے تھے تا کہ پانی نکل آئے۔ فرمایا، ''تم وہاں اُترو گے اور پانی کو ہلا کر چشمہ سے نکالو گے۔'' پس اس بنا پر اس غزوہ کا نام تبوک رکھا گیا۔ اس غزوہ کو غزوۂ فاضحہ بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں منافقین کی فضیحت ورسوائی بہت زیادہ ہوئی تھی۔ غزوۂ جیش العسرت بھی اسی غزوہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں لشکریوں کو مشقت و بھوک پیاس اور عسرت وتنگی سے بہت تکلیف دہ واسطہ پڑا تھا۔[۱]

تاریخ کی صراحت ہے کہ تبوک، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا آخری غزوہ تھا۔[۲]

۸ ہجری میں رومیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک قاصد کو شہید کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں اُسی سال جمادی الاوّل میں رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان موتہ کے مقام پر ایک بڑا ٹکراؤ ہوا

---

[۱] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۰۵

[۲] محمد حسین ہیکل، حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۱۴۶

Presented by Ziaraat.Com

تھا۔ اُس مہم میں رومیوں نے اسلامی لشکر کے تین اہم سرداروں کو شہید کر دیا تھا اور مسلمانوں کی باقی ماندہ جماعت پسپا ہو کر مدینہ چلی گئی تھی۔ (اس کی تفصیل سریہ موتہ میں بیان کی جا چکی ہے۔) اپنی اُس ادھوری کامیابی کی تکمیل کے لئے رومی بہت بے چین تھے اور مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی نومولود سلطنت کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ قیصر روم نے اپنی فوجوں کو اس مذموم مقصد کے لئے مرتب کرنا شروع کر دیا۔ اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملانے کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔ عسکری نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو عظیم سلطنت روم کی ناقابل تسخیر فوجوں کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک نبی اللہ تھے اور اللہ کی نصرت پر یقین کامل رکھتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم ماہر حربیات اور ایک بہترین سپہ سالار بھی تھے چنانچہ رومی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی غیر معمولی لشکر کی فراہمی کے انتظامات فرمائے۔ ہمارا نقطۂ نظر اس سلسلے میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد میں کبھی بھی فوجی اکثریت پر انحصار نہیں کیا تھا بلکہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی نصرت پر یقین کامل رکھتے تھے تو یہ اہتمام وانصرام رومیوں کی شکست کو یقینی بنانے کے لئے نہ تھا بلکہ اُن کمزور عقیدہ مسلمانوں کے اطمینان کے لئے تھا جو اُحد، موتہ اور حنین میں دشمن کی طاقت دیکھ کر حوصلہ ہار بیٹھے تھے اور راہِ فرار اختیار کر لی تھی۔ ہمارے خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ تبوک کی اُس مہم میں کوئی جنگ ہوئی ہی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی اللہ ہونے کی وجہ سے اس کا علم بھی پہلے ہی سے تھا چنانچہ جب جنگ نہیں ہونا تھی تو پھر اتنے بڑے پیمانے پر فوج جمع کرنے کی وجہ کوئی اور ہی ہو سکتی تھی۔ پس تمام قبائل عرب کو، جن میں مسلمان اور مسلمانوں کے حلیف سبھی شامل تھے، جہاد میں شمولیت کے لئے خطوط روانہ کیے گئے اور فراہمی وسائل کے لئے مالی معاونت کرنے کو بھی کہا گیا۔ اس مالی امداد میں مومنین کے ساتھ ساتھ منافقین اور مؤلفۃ القلوب نے بھی حصّہ لیا۔ (مولفتہ القلوب وہ مسلمان ہیں کہ جن کو

Presented by Ziaraat.Com

اگر کچھ مال دیا جائے تو اُن کی نظر میں اسلام کی قدر و قیمت بڑھے گی یا وہ کفار کہ جن کو اگر کچھ مال دیا جائے تو اسلام کی طرف راغب ہوں گے یا مسلمانوں کی جنگ میں مدد کریں گے اور ان کی طرف سے دفاع کریں گے۔)[۱]

اُن دنوں گرمی اپنے شباب پر تھی، سفر انتہائی کٹھن تھا اور عرب میں قحط سالی کا دَور دَورہ تھا جس کی وجہ سے فراہمی رسد کا مسئلہ درپیش تھا اور سواری کا انتظام بھی معقول نہیں تھا۔ مجاہدین کے لشکر کی تعداد تیس ہزار (۳۰۰۰۰) تھی جبکہ صرف دس ہزار (۱۰۰۰۰) گھوڑے میّسر آسکے تھے۔ عالم یہ تھا کہ تین مجاہدین کے حصّے میں ایک گھوڑا آیا تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوسکتے تھے لیکن مجاہدین کی ایک بڑی تعداد اس سے بھی محروم رہ گئی تھی۔ پس اس عالم تنگدستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لشکر اسلام کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے لیکن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ساتھ نہیں لیا اور مدینہ ہی میں چھوڑ دیا۔

علی علیہ السلام کو مدینہ میں چھوڑنے کی وجہ

علی علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہمراہ نہ لے جانا اور مدینہ منورہ میں ہی چھوڑ جانا غور طلب ہے۔ علامہ علی نقی نقوی صاحب، اس پر دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ''خالق کو تو معلوم ہی تھا کہ اس مہم میں جنگ ہونا ہی نہیں ہے اس لئے میدانوں کا سر کرنا جس کا کام تھا اُسے اس مہم میں ساتھ نہیں لے جایا گیا اور مدینہ میں چھوڑ دیا۔''[۲]

شجاعت کے پیکر، مجسم علم و حکمت اور وفاؤں کے علمبردار ہمیشہ حساس اور رقیق القلب ہوتے ہیں، چنانچہ جب منافقین اور بدخواہ، علی علیہ السلام کے پاس آکر فقرے چست کرنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو ساتھ کیوں نہیں لے گئے؟ ناراض ہیں کیا؟؟ تو آپ اُداس و پریشان ہو

---

[۱] آیت اللہ سیستانی، آسان مسائل، حصّہ دوم

[۲] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۲۷۴

Presented by Ziaraat.Com

جاتے۔ پھر منافقین یہ افواہ اُڑانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی (علیہ السلام) سے سخت ناراض ہیں اس لئے ہمراہ نہیں لے گئے۔ یہ چرچا اتنا بڑھا کہ علی علیہ السلام کا دِل زخمی ہوگیا اور اُنہیں حقیقت حال کا انکشاف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے کرانے کے لئے مدینہ سے نکل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا پڑا۔ آپ نے زخم دل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عِیاں کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي'' یعنی کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون (علیہ السلام) کو موسیٰ (علیہ السلام) سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ پھر فرمایا، ''مدینہ کے لئے ضروری ہے کہ (یہاں) میں رہوں یا تم رہو۔''[1]

صحیح بخاری میں یہ روایت یوں بیان کی گئی ہے، ''ہم سے مسدد بن مسرھد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سمیر قفان نے بیان کیا، اُن سے شعبہ نے، اُن سے حکم بن عتبہ نے، اُن سے مصعب بن سعد نے اور اُن سے اُن کے والد نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو علی علیہ السلام کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا۔ علی علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''کیا تم اِس پر خوش نہیں ہو کہ میرے لیے تم ایسے ہو جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ تھے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''[2]

ایک وجہ تو علامہ علی نقی نقوی صاحب نے خود بیان کردی کہ جنگ نہیں ہونا تھی اس لئے علی علیہ السلام کی وہاں ضرورت ہی نہیں تھی، دوسری وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اطہر سے بیان ہوگئی کہ مدینہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہاں میں رہوں یا پھر تم رہو، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیوں فرمایا؟ جب کہ پہلے کئی بار ایسا ہو چکا تھا کہ غزوات کے لئے عازم سفر ہوتے

---

[1] ابو الحسن المسعودی (متوفی ۳۴۶ھ)، التنبیہ والاشراف، ص ۲۳۶۔

[2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ تبوک، حدیث نمبر ۴۴۱۶

Presented by Ziaraat.Com

وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نہ کسی صحابی کو مدینہ میں مقرر فرما جاتے تھے، اب ایسی کیا خاص وجہ تھی جو علی علیہ السلام سے یہ فرما رہے تھے کہ ضروری ہے کہ یہاں میں رہوں یا پھر تم؟

ہمارے نزدیک اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس سے پہلے ایک مکمل اور طاقتور اسلامی ریاست کا قیام نہیں ہوا تھا اور مدینہ میں اسلام مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت پر مشتمل تھا جسے اندرونی سے زیادہ بیرونی محاذوں پر خطرات درپیش تھے کیونکہ ایک طرف تو مشرکین مکہ یعنی قریش تھے اور دوسری جانب یہودیوں اور منافقوں کے طاقتور قبیلے۔ اور اب، جبکہ تقریباً تمام بیرونی قوتیں، قریش اور یہودی قبیلے وغیرہ مسخر و مطیع ہو چکے تھے اور ایک طاقتور اسلامی ریاست قائم ہوچکی تھی جس کا دارالحکومت مدینہ تھا تو دارالحکومت میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اُن کے جانشین کا ہونا ضروری تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔

دوسری وجہ وہ جس کا حوالہ خود نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو دیا تھا، یعنی موسیٰ علیہ السلام کا طُور پر جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین اور قائم مقام بنانا اور قوم کی باگ ڈور اُن کے ہاتھ میں دینا۔ پس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک پر جاتے ہوئے علی علیہ السلام کو اپنا قائم مقام بنایا اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا حوالہ دے کر اُمت پر واضح فرمایا کہ علی علیہ السلام اُسی طرح میرے جانشین ہیں جس طرح ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کے مقام پر شعبان کے آخر میں پہنچے اور ماہ رمضان کے کچھ دنوں تک وہیں قیام فرمایا۔ ہرقل قیصر اُس وقت بقولے، حمص میں اور بروایتے، دمشق میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے اپنی نقل و حرکت سے بے خبر نہیں رکھا بلکہ اُس کے ساتھ خط و کتابت فرماتے رہے۔ سلطنت روم سے بے خوفی کا یہ عملی مظاہرہ مسلمانوں میں اخلاقی مضبوطی اور اطراف و جوانب کے لوگوں پر اسلامی طاقت کے استحکام کا اثر قائم کرنے کا ذریعہ بنا جس سے اسلام اور مسلمانوں سے مرعوبیت کا اثر چاروں طرف پھیل گیا۔ چنانچہ اِدھر اُدھر کے اربابِ اقتدار،

Presented by Ziaraat.Com

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیرِ نگیں ہونے اور جزیہ دینے پر تیار ہوئے، گویا بجائے سلطنتِ رُوم کے باج گذار ہونے کے وہ اسلام کے باج گذار ہو گئے۔ان لوگوں میں ایلہ، جرباء اوراذرح کے نام تاریخ میں موجود ہیں۔[۱]

رومیوں کو اپنے ذرائع سے مسلمانوں کی پیش قدمی، عسکری سرگرمیوں اور گردونواح کے قبیلوں کی اطاعت کا حال معلوم ہو چکا تھا چنانچہ وہ اس قدر حیران ومرعوب ہوئے کہ اُنہیں مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہاں بیس (۲۰) دن تک قیام فرما کر اُن کا انتظار کیا اور آخر کار بغیر کسی لڑائی کے فتح یاب ہو کر واپسی کے لئے عازم سفر ہوئے۔

اصحابِ عقبہ

تبوک سے مدینہ کی طرف جانے والے دو راستے تھے۔ایک میدانی راستہ تھا جو ہموار اور آسان تو تھا لیکن بہت طویل تھا جبکہ دوسرا پہاڑی راستہ تھا جو تنگ اور دشوار گذار گھاٹیوں پر مشتمل تھا لیکن نسبتاً مختصر تھا۔اسلامی لشکر کو اِسی راستے سے واپس مدینہ جانا تھا۔واپسی پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حسد وکینہ رکھنے والے چند بدبختوں نے منصوبہ بنایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہاڑ کی گھاٹی سے گذر رہے ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی گہرے کھڈ میں گرا کر شہید کر دیا جائے۔یہ لوگ لشکرِ اسلام میں ہی موجود تھے اور انہیں اسی لشکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہی سفر کرنا تھا۔خداوندمتعال نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُن کی ناپاک سازش سے آگاہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ واپسی پر تمام لوگ میدانی راستہ اختیار کریں۔پس لوگ میدانی راستے کی طرف مڑ گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ کو لے کر گھاٹی والے راستے پر چل دیے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ دونوں پا پیادہ ساتھ

---

[۱] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۲۷۴، ۲۷۳

ابو الحسن المسعودی (متوفی ۳۴۶ھ)، التنبیہ والاشراف، ص ۲۳۶

Presented by Ziaraat.Com

چلیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ کی مہار تھام لی اور جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ اُسے پیچھے سے ہنکانے لگے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے اور پیچھے دو جاں نثار بطور محافظ مقرر ہو گئے۔ کچھ دُور چلنے کے بعد عقب سے اُن لوگوں کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہوئے میدانی راستے کی بجائے گھاٹی والے راستے پر آرہے تھے۔ یہ وہی بدبخت تھے جو اپنی ناپاک سازش کو عملی جامہ پہنانا چاہتا تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حکم عدولی پر غضبناک ہو گئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جا کر اُنہیں واپس کرو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تعمیل ارشاد میں فوراً ایک لاٹھی لے کر پیچھے مڑے اور آنے والوں کے گھوڑوں کے منہ پر مار مار کر اُنہیں پیچھے کی طرف موڑنے لگے۔ آنے والوں کے دِل میں چور تھا اور وہ ایک گھناؤنے منصوبے پر عمل کرنے آئے تھے اس لئے اُنہوں نے ڈھاٹے باندھ کر منہ چھپا رکھے تھے۔ حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ کی لٹھ بازی سے اُنہیں اندازہ ہو گیا کہ ہماری سازش بے نقاب ہوگئی ہے پس وہ گھبرا کر واپس بھاگے اور دوسرے راستے سے جاتی ہوئی فوج میں شامل ہو گئے۔

حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیزی سے آگے بڑھنے کی ہدایت فرمائی، پھر اُن سے پوچھا، ”کیا تم نے اُنہیں پہچانا؟

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اُنہوں نے ڈھاٹے باندھ رکھے تھے اس لئے پہچانے نہیں گئے، ہاں البتہ میں فلاں فلاں شخص کے گھوڑے کو پہچانتا ہوں۔“

فرمایا، ”جانتے ہو اُن کا منصوبہ کیا تھا؟“

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ”نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!“

فرمایا، ”اُن کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے آئیں اور جہاں راستہ تنگ ہو اور موقع ملے تو وہ مجھے کھڈ میں گرا (کر شہید کر) دیں۔“

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا، ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر تو وہ لوگ واجب

Presented by Ziaraat.Com

القتل ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو اُن کی گردنیں مارنے کا حکم صادر فرمایئے۔"
فرمایا، "نہیں! مجھے یہ پسند نہیں کہ لوگوں میں ایسا چرچا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کراتے ہیں۔" پھر فرمایا، "تم دونوں اُن کے ناموں کو راز میں رکھنا اور اعلان نہ کرنا۔"

مشہور عالم دین اور مؤرخ علامہ علی نقی نقوی المعروف نقن صاحب لکھتے ہیں، تاریخ کے علاوہ کتب رجال اور حالات صحابہ کی کتابیں بتاتی ہیں کہ اس واقعہ کی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ "صاحب سِر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" یعنی "حامل رازِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کہے جاتے تھے اور اُنہوں نے عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت پر عمل کیا اور اُن لوگوں کی شخصیت کو ظاہر نہیں کیا۔ آپ آگے لکھتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ عبداللہ بن اُبی راس المنافقین کی پارٹی کے افراد نہیں تھے جن کا نفاق عموماً طشت ازبام ہو چکا تھا بلکہ اُن میں کچھ معزز شخصیتیں شامل تھیں جن پر پردہ پڑا ہوا تھا اور تاریخ میں تابعین میں سے ایک بڑے وسیع النظر محدث اور مؤرخ اعمش کا صراحتاً یہ قول ہے کہ وہ بارہ (۱۲) آدمی تھے جن میں سات (۷) قریش میں سے تھے۔"[1] وہ جماعت، تاریخ میں "اصحاب عقبہ" یعنی گھاٹی والے اصحاب کے نام سے مشہور ہے۔[2]

ھذا طیبہ

تبوک کے طویل، کٹھن اور صبر آزما سفر کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو چہرۂ اقدس سے مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ مدینہ سے اتنی لمبی جدائی اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی چنانچہ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا، "ھٰذَا طَیِّبَۃ" (یہ رہی پاک سرزمین) اور کوہِ اُحد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، "اِس پہاڑ کو ہم سے محبت ہے اور ہمیں اِس سے ہے۔"[3]

---

[1] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۳۷۴، ۳۷۷۔ علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ، ص ۱۱۶

[2] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۳۷۷۔ ابوالحسن مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ)، التنبیہ والاشراف، ص ۲۳۶

[3] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ، ص ۱۳۱

Presented by Ziaraat.Com

راس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول کی موت

رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے تو راس المنافقین عبداللہ بن اُبی واصلِ جہنم ہو گیا اور خداوند متعال نے مسلمانوں کو ایک زہریلے مارِ آستین سے نجات عطا فرمائی۔

اُس شیطان کے دل میں یثرب کا بادشاہ بننے کی آرزو تھی جو بدلتے ہوئے حالات کے باوجود ختم نہ ہوئی بلکہ حسرت بن کر اس کے دلِ ناپاک میں اس طرح جاگزیں ہوگئی کہ وہ ہمہ وقت اس طلب و جستجو میں رہنے لگا کہ کسی طرح خانہ جنگی شروع ہو جائے یعنی انصار اور مہاجرین میں ٹھن جائے اور انصار اُنہیں مدینہ سے نکال باہر کریں تاکہ اُس کے بادشاہ بننے کے امکانات پھر روشن ہو جائیں۔ چنانچہ کبھی وہ انصار کو بھڑکاتا تھا اور کبھی مہاجرین کو ہوا دیتا تھا، اور جب کامیابی نہیں ہوتی تھی تو یہودیوں کو ورغلاتا تھا اور مشرکین مکہ کو اُکساتا تھا۔ اُس نے قدم قدم پر سازشوں کے جال بچھائے لیکن جب خالقِ عالم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عزت و بلند مرتبہ اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنا چاہے تو عبداللہ بن اُبیّ جیسے شیاطین کی کیا حیثیت تھی کہ کسی مذموم مقصد میں کامیاب ہو سکتے۔

مسجد ضرار کی تخریب کاری

(۹ ہجری/نومبر ۶۳۰)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک کی مہم پر روانہ ہو رہے تھے تو چند منافق اور چرب زبان لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے بیماروں اور کمزوروں کو موسم کی سختیوں سے پناہ دینے کے لئے ایک مسجد بنائی ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں قدم رنجہ فرما کر اپنی نماز سے اس مسجد کو مشرف بنائیں اور ہم پر احسان فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں جواب دیا کہ اس وقت تو میں مصروفِ جہاد ہوں، اگر واپس آیا اور خدا نے چاہا تو وہاں پر نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کی مہم سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہوئے موضع ذی آوان پہنچے تو وہ منافق پھر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا وعدہ یاد دلاتے ہوئے پھر وہی درخواست پیش کی۔ اُس وقت جبرائیل علیہ السلام

Presented by Ziaraat.Com

یہ آیات لے کر حاضر ہوئے:[۱]

''وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ کُفْرًا وَّتَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ ؕ فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾''

(اور (منافقین میں سے) وہ لوگ بھی ہیں۔ جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنائی کہ نقصان پہنچائیں، کفر کریں اور مؤمنین میں تفرقہ ڈالیں۔ اور اُن لوگوں کے لیے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جنگ کر چکے ہیں وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ بھلائی کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہونا۔ بے شک وہ مسجد جس کی اوّل دن سے تقویٰ و پرہیز گاری پر بنیاد رکھی گئی ہے اس کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں (مسجد قبا و مسجد نبوی) جس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک وصاف رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک وصاف رہنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے۔)

پس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالک بن وخشم، مالک بن عدی اور کچھ اور لوگوں کو بلایا اور حکم دیا کہ اس مکان کو جسے ان ظالموں نے بنایا ہے اکھاڑ کر پھینک دو۔ فوراً تعمیل ارشادِ نبی گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگئی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اُس جگہ کو اُکھاڑ پھینکنے کے بعد مدتوں وہاں سے دھواں نکلتا رہا۔ وہ جگہ رفتہ رفتہ کوڑا گھر بن گئی اور ہر قسم کی پلیدی ونجاست اُس جگہ پر ڈالی جانے لگی۔[۲]

وہ جگہ مسجد قبا کے روبرو تھی۔ اُس کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے پہلے وہاں قبیلہ بنی خزرج کے اکابرین میں سے ایک شخص ابو عامر راہب رہتا تھا۔ اُس نے دین نصرانیت اختیار کر رکھا تھا، توریت وانجیل کے علم کا ماہر تھا اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ وہ اہل مدینہ کے سامنے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وشمائل بیان کیا کرتا تھا اور کہتا تھا

---

[۱] سورۃ التوبۃ، آیت ۱۰۷، ۱۰۸

[۲] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۱۷

Presented by Ziaraat.Com

کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ اوصاف جن وملک سے سُن رکھے ہیں۔ لیکن جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور شہر کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف و جمال کے شیفتہ وشیدا ہو گئے تو وہ شقی الباطن شخص اس وجہ سے حسد وکینہ میں مبتلا ہو گیا۔ اُس کے دل میں دنیاوی جاہ وحشمت اور سرداری کی اُمنگ پیدا ہوگئی اور وہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے حیلے کرنے لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت سے روکنے لگا۔ جب لوگوں نے اُس سے کہا کہ تُو ہی تو ہمیں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ سنایا کرتا تھا اور ہمارے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت خوانی کیا کرتا تھا تو اب کیا ہُوا جو ہمیں اُن کی پیروی سے روکتا ہے؟ کہنے لگا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی صفات میں بیان کیا کرتا تھا، یہ تو کوئی اور ہیں جو اُن کے مشابہ ہیں اور اُن کا ظہور تو ابھی ہونا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے بلایا اور اسلام کی دعوت دی مگر اُس نے قبول نہ کی اور راہِ عناد وسرکشی اختیار کرلی۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد وہ مکّہ مکرمہ چلا گیا اور قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف خوب بھڑکایا۔ غزوۂ اُحد میں کفار کی طرف سے سب پہلا تیر چلانے والا بھی یہی بدبخت تھا اور اس وجہ سے مسلمان اسے فاسق کہا کرتے تھے۔ غزوۂ اُحد کے بعد وہ روم بھاگ گیا۔ بروایتے وہ جنگ حنین میں بھی تھا اور وہاں سے ہرقل کی طرف فرار ہو کر اُس کا ملازم ومقرب بن گیا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ ہرقل سے ایک لشکر لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے نکلے لیکن ایسی کوئی صورت نہ بن آئی، پھر اُس نے وہاں سے مدینہ کے منافقوں کو خط لکھا کہ تم مسجد قبا کے مقابل اپنے محلّہ میں میرے لئے ایک مسجد بناؤ تا کہ میں واپس آ کر وہاں بیٹھوں اور افادۂ علوم میں مشغول ہو جاؤں۔ وہ مسجد میرے اور تمہارے درمیان کمین گاہ کی طرح ہو گی تا کہ وہاں جمع ہو کر سوچ بچار اور صلاح مشورہ کیا کریں۔ پس منافقوں نے اُس مسجد کی تعمیر شروع کر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبوک سے واپسی تک مکمل ہو چکی تھی۔[1]

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۱۶، ۴۱۷

Presented by Ziaraat.Com

خانہ کعبہ میں مشرکوں کے داخلے پر پابندی، ایک تاریخی اعلان

(ذیقعد ۹ ہجری/فروری مارچ ۶۳۱ء)

سنہ ۹ ہجری میں سورۃ التوبہ جسے سورۃ برائت بھی کہتے ہیں، نازل ہوا جس میں اللہ ربُ العزت نے مسجد الحرام میں مشرکوں کے داخلے پر پابندی لگادی۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہوا:[۱]

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۸﴾''

(اے ایمان والو! مشرکین سراسر ناپاک ہیں سو وہ اس سال (سنہ ۹ ہجری) کے بعد مسجد الحرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔ اور اگر تمہیں ان کی آمدورفت کے بند ہونے سے تنگدستی کا اندیشہ ہے تو عنقریب خدا اپنے فضل و کرم سے تمہیں تونگر بنا دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے)

تاریخ وحدیث کی متفق علیہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس سورۃ کی آیات کو پہلے حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کیا اور پھر پیغام ربانی کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے واپس لے کر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حوالے کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس میں نام کی صراحت تھی کہ ان آیات کو یا آپ پہنچایئے یا علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔[۲]

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ پیغام یہ تھا، ''لا یبلغ ھذا الا انت او رجل من اھلك'' (اسے یا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود پہنچایئے یا ایسا شخص پہنچائے جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہل میں سے ہو)[۳]

مندرجہ بالا پیغام میں ''من اھلك'' کے الفاظ کو مفسرین نے دو معانی میں استعمال کیا ہے، ایک

---

[۱] سورۃ التوبۃ، آیت ۲۸

[۲] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۷۸۔ علامہ طبرسی (متوفی ۲ ۵۳ء)، اعلام الوریٰ ص ۱۳۱

[۳] احمد ابن ابو یعقوب ابن جعفر ابن وہب ابن واضح الیعقوبی (متوفی ۲۸۴ ہجری)، تاریخ یعقوبی ص ۷۶

Presented by Ziaraat.Com

یہ کہ اس جملے میں ''اہل'' سے مراد اہلبیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لی جائے۔ اس معنوی اعتبار سے یہ فضیلت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی کو حاصل ہوتی تھی۔ دوسرے اگر ''اہل'' کو ''حامل اہلیت'' کے مفہوم میں استعمال کیا جائے تو بھی حضرت علی علیہ السلام ہی اس کے مصداق ہو سکتے تھے کیونکہ علی علیہ السلام نہایت جری و دلیر ہونے کے ساتھ ساتھ فصیح اللسان خطیب بھی تھے۔ اُن کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر قائم تھی اور وہی دنیائے شرک کے حلقہ میں کھڑے ہو کر نہ صرف سورۃ برائت کی تلاوت کر سکتے تھے بلکہ نہایت فصاحت و بلاغت سے اس کی تفسیر اپنے لفظوں میں بھی بیان کر سکتے تھے۔ پس، وہ آیات مبارکہ لے کر حضرت علی علیہ السلام روانہ ہوئے۔

ایک مصری مؤرخ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں، ''حضرت علی علیہ السلام مجمع میں کھڑے ہوئے جب کہ وہ لوگ مناسک حج ادا کر رہے تھے تو آپ نے سورۃ توبہ کی ان تمام آیتوں کو پڑھ کر سنایا۔ جب تلاوت ختم کر چکے تو ذرا دیر رُک کے پھر بلند آواز سے مجمع کو مخاطب کیا (اور لوگوں کے متوجہ ہونے پر فرمایا)، ''اے لوگو! یقین مانو کہ بہشت میں کوئی کافر نہیں جائے گا اور اس سال کے بعد سے کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور اب خانہ کعبہ کا کوئی برہنہ (شخص) طواف نہیں کرے گا (اس سے پہلے مشرکین خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر بھی کیا کرتے تھے۔ مؤلف) اور جس کا پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی معاہدہ ہو وہ بس اتنی مدت تک کے لئے تھا۔''

حضرت علی علیہ السلام نے چیخ چیخ کر یہ حکم سنائے پھر اُن تمام لوگوں کو آج کے بعد سے چار مہینے کی مہلت دی کہ ہر گروہ اپنے مقام اور اپنے ملک تک، جہاں سے وہ آئے تھے وہاں واپس پہنچ جائے اور بس آج کے دن (تک)، پھر (اس کے بعد) کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور کسی نے برہنہ حالت میں کعبہ کا طوف نہیں کیا اور آج کے دن سے وہ بنیاد قائم ہوئی جس پر اسلامی حکومت کی عمارت قائم ہوئی۔'' پھر لکھتے ہیں، ''حضرت علی علیہ السلام نے سورۃ برائت کی ان آیات کو صرف (اس مجمع میں) پڑھ دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ گھروں پر جا جا کر لوگوں کے سامنے بھی ان آیتوں کو پڑھ پڑھ کر سناتے رہے اور اس پر تمام روایات متفق ہیں۔ [1]

---

[1] محمد حسین ہیکل، حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۴۵۷ تا ۴۵۸

Presented by Ziaraat.Com

فتوحاتِ اسلامی کے بیرونی قبائل پر اثرات

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان پے در پے فتوحاتِ اسلامی کی وجہ سے اطراف کے قبیلوں پر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی جس کی وجہ سے کئی ممتاز اشخاص دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

قبیلہ بنی ثقیف کا ایک معزز شخص عروہ بن مسعود ثقفی مسلمان ہو گیا اور اُس کی دیکھا دیکھی دس اور عمائدین بھی مسلمان ہو گئے جس کا اثر اُن کے پورے قبیلہ پر پڑا۔ نجد کے سرکش اور ممتاز لوگوں میں سے بنی تمیم کے ممتاز روساء عطاء بن حاجب، زرقان بن بدر، قیس بن عاصم، عیینہ بن حصن فزاری اور عمرو بن ایتم بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ بنی طے کا ایک وفد آیا جس میں زید الخیل اور عدی بن حاتم تھے۔[۱]

حاتم طائی کے بچوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص اکرام

بروایتِ ابن اسحاق، حاتم طائی کی بیٹی بھی اسیر ہو کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے باپ حاتم کی ضرب المثل فیاضی کی بنا پر اُسے بہت عزت و احترام سے نوازا اور غیر معمولی مراعات عطا فرمائیں جس سے متاثر ہو کر اُس نے اپنے بھائی عدی بن حاتم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے عزت بخشی اور بیٹھنے کے لئے ایک گدا اپنے دست مبارک سے اُس کی طرف بڑھایا۔ بعض مؤرخین نے صراحتاً لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود زمین پر بیٹھے اور اُسے مسند پر بٹھایا۔[۲] بروایتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف و کرم سے ایسا متاثر ہوا کہ اسلام قبول کر لیا۔[۳]

---

[۱] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام، ص ۴۸۰

[۲] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام، ص ۴۸۰ بحوالہ تاریخ طبری، ص ۱۷۱۰۔ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ ھ)، زاد المعاد، ج ۲ ص ۲۰۵

[۳] ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ ھ)، تاریخ طبری، حصہ اوّل ج ۲ ص ۳۴۵

Presented by Ziaraat.Com

مباہلہ

فتوحاتِ اسلامی کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں وفود کی آمد کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اُسی کی ایک کڑی اہلِ نجران کا وفد بھی تھا جس کی وجہ سے واقعہ مباہلہ پیش آیا۔

یہ واقعہ متواترات سے ہے یعنی اسے خاصہ وعامہ نے تفاسیر، تواریخ اور احادیث کی کتب میں اسکی خصوصیات میں تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ درج کیا ہے۔

شیخ طبرسی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نصارائے نجران کے شرفاء کی ایک جماعت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ اس جماعت کے سربرآوردہ تین اشخاص تھے۔ ایک عاقب، جواُن کا سرداراور صاحب علم ورائے تھا۔ دوسرا عبدالمسیح، جس سے نجران کے ہاں تمام مشکل اُمور میں مدد لی جاتی تھی اور تیسرا ابوحارثہ، جواُن کا پیشوااور عالم تھا۔ جب وہ جماعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے جارہی تھی تو ابوحارثہ ایک خچر پر سوار تھا جسے اُس کا بھائی کرز بن علقمہ ہنکار رہا تھا۔ کرز نے چلتے چلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ کہے۔ ابوحارثہ نے اُسے ڈپٹ کر کہا، "جوتُو نے کہا وہ تیرے ہی لئے ہو۔" کرز حیرت سے بولا، "اے بھائی! کیوں؟" ابوحارثہ گویا ہوا، "یہ وہی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں جن کا ہمیں انتظار تھا۔" کرز نے کہا، "پھر تم اُن کی متابعت (تابعداری، اطاعت، پیروی، فرمانبرداری) کیوں نہیں کرتے؟" اُس نے کہا، "شاید تمہیں معلوم نہیں کہ گروہِ نصاریٰ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کئے ہیں۔ اُنہوں نے ہمیں اپنا بزرگ قرار دیا ہے، ہماری عزت افزائی کی ہے اور ہمیں مالدار بنایا ہے۔ وہ اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی پر راضی نہیں اس لئے اگر ہم اِن کی اطاعت کریں گے تو وہ ہم سے سب کچھ واپس لے لیں گے۔" کرز کے دل میں یہ بات گھر کرگئی چنانچہ جب وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو مسلمان ہوگیا۔[1]

وہ لوگ نمازِ عصر کے وقت مدینہ پہنچے تھے۔ وہ نفیس ریشمی ملبوسات زیب تن کیے ہوئے تھے پس

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء)، حیاتُ القلوب، جلد دوم ص ۷۵۳ تا ۷۵۵ بحوالہ طبرسی

Presented by Ziaraat.Com

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن پر کوئی توجہ نہ دی۔ سلام کا جواب دیا اور نہ ہی کوئی گفتگو فرمائی۔ یہ بے اعتنائی دیکھ کر وہ صحابہ کرامؓ کے پاس گئے اور کہا کہ تمہارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں خط لکھ کر بلوایا، ہم نے اُن کی خواہش منظور کی اور چلے آئے مگر اُنہوں نے ہمارے سلام کا جواب دینا گوارا کیا نہ ہم سے ہمکلام ہونا۔ اصحاب اُن کو لیے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آئے اور اُن کی شکایت گوش گذار کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ تمہاری یہ نمود و نمائش ہے، تم یہ ریشمی ملبوسات اور سونے کی انگوٹھیاں وغیرہ اُتار کر عام لباس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔[۱] چنانچہ اُن لوگوں نے ایسا ہی کیا اور معمولی لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، ''خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، جب یہ لوگ پہلی بار میرے پاس آئے تھے تو ان کے ساتھ شیطان بھی تھا اس وجہ سے میں نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔''

غرض اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات چیت شروع کی اور تمام دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوالات اور مناظرات کرتے رہے۔ آخر میں اُن کے ایک عالم نے کہا،

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسیح (علیہ السلام) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟''

فرمایا، ''وہ خدا کے بندے اور اُس کے رسول تھے۔''

اُنہوں نے کہا، ''کیا کبھی کوئی بچہ بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے؟''

اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی:[۲]

''اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ

---

[۱] ابن قیم زاد المعاد، ج ۴ ص ۳۶

[۲] سورۃ آل عمران، آیت ۵۹

Presented by Ziaraat.Com

فَیَکُوْنُ۝۵۹" (بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) کی سی ہے کہ اللہ نے اُنہیں مٹی سے پیدا کیا پھر حکم دیا کہ ہوجا سو وہ ہوگیا۔)

اُنہوں نے اس دلیل کو ماننے سے انکار کردیا اور بے جا بحث و مباحثہ کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ برابر انکار کرتے چلے گئے۔ پھر جب اُن کا انکار حد سے تجاوز کر گیا تو خالقِ دو عالم نے یہ حکم نازل فرمایا:[1]

"فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۝۶۱" (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صحیح علم آجانے کے بعد جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے حجت بازی کریں تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُن سے کہیں کہ آؤ ہم اپنے اپنے بیٹوں، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔)

اس آیت کو آیتِ مباہلہ کہا جاتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو، پھر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

پس اگلا دن مباہلہ کے لئے مقرر ہوا اور نصاریٰ کا وفد اپنی جائے قیام کی طرف چل پڑا۔ چلتے چلتے ابو حارثہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھنا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی اولاد اور اہلبیت (علیہم السلام) کو لے کر آئیں تو عذابِ الٰہی سے ڈرنا اور اُن سے مباہلہ مت کرنا اور اگر وہ اپنے اصحاب اور پیروکاروں کے ساتھ آئیں تو پھر پروا مت کرنا اور مباہلہ کرنا۔

دوسرے روز جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدۃ لنساء العالمین حضرت فاطمہ علیہا السلام کے دولت کدہ پر

---

[1] سورۃ آل عمران، آیت ۶۱

Presented by Ziaraat.Com

تشریف لائے اور امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا، امام حسین علیہ السلام کو گود میں لیا، امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے آگے آگے اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو پیچھے پیچھے لیے ہوئے مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ مباہلہ پر نصاریٰ کے سامنے پہنچے تو ابو حارثہ نے کسی سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہیں؟ کہا گیا کہ جو شخص آگے آگے آرہا ہے ان کا چچا زاد بھائی، ان کی بیٹی کا شوہر اور دُنیا میں ان کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور دونوں لڑکے اُسی کے فرزند ہیں اور وہ بی بی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزیز ترین بیٹی فاطمہ (علیہا السلام) ہیں۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور مباہلہ کے لئے دو زانو ہو کر بیٹھے۔ اُدھر عاقب اور عبدالمسیح وغیرہ نے اپنے لڑکوں کو ساتھ لیا اور مباہلہ کے لیے آنا چاہا تو ابو حارثہ نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو اس طرح بیٹھے ہیں جیسے انبیاء مباہلہ کے لئے بیٹھتے ہیں، اگر وہ ہمارے ساتھ مباہلہ کریں گے تو روئے زمین پر ایک نصرانی بھی باقی نہ رہے گا۔ پس وہ لوگ مباہلہ کی جرأت نہ کر سکے اور واپس ہو گئے۔ [1]

مشکوٰۃ میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے: .... آیتِ مباہلہ کے نازل ہونے پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے عزیز ترین اور قریب ترین اہل بیت (علیہم السلام) کو لے کر مباہلہ کے لئے اس طرح نکلے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین (علیہم السلام) کو جو اُس وقت بہت چھوٹے چھوٹے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گود میں اُٹھا رکھا تھا، حضرت فاطمہ (علیہا السلام) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے تھیں اور حضرت علی (علیہ السلام) حضرت فاطمہ (علیہا السلام) کے پیچھے تھے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اُن سے فرمایا کہ میں جب مباہلہ میں دُعا کروں تو تم سب مل کر آمین کہنا۔ مسیحوں کے پیشوا کی نظر اُن نورانی چہروں پر پڑی تو اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے بے اختیار بول اُٹھا: تم پر افسوس ہے میں تو

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء)، حیاتُ القلوب، جلد دوم ص ۷۵۳ تا ۷۵۵۔
علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام، ص ۴۸۳ تا ۴۸۴

Presented by Ziaraat.Com

ان نورانی چہروں کو ایسا دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ اللہ سے یوں درخواست کریں کہ پہاڑ کو اُس کی جگہ سے اکھیڑ دے تو بالیقین اللہ (ان کی درخواست قبول کرکے) پہاڑ کو اُس کی جگہ سے اکھیڑ دے گا۔ پھر اُس نے پُرزور انداز میں اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ اِن لوگوں کے ساتھ مباہلہ ہرگز نہ کرنا ورنہ جڑ سے اُکھاڑ دیئے جاؤ گے۔ آخر کار اُن مسیحیوں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مباہلہ نہیں کیا اور جزیہ قبول کرکے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سیاسی اطاعت پر مجبور ہوئے.... الخ [۱]

پس، ابوحارثہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! مباہلہ مت کیجئے اور ہمارے ساتھ صلح کرلیجئے اُن اشیاء پر جن کے ادا کرنے کی طاقت ہم میں ہو۔ چنانچہ اُنہوں نے جزیہ قبول کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صلح کرلی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ہلاکت اُن کے قریب پہنچ چکی تھی، اگر وہ مباہلہ کرتے تو بے شک سب کے سب بندر اور سوٗر ہوجاتے، تمام وادی آگ سے بھر جاتی اور وہ سب اس میں جل کر خاکستر ہوجاتے۔ حق تعالیٰ تمام اہل نجران کو نیست و نابود کر دیتا یہاں تک کہ ان کے درختوں پر کوئی پرندہ بھی باقی نہ رہتا اور سال ختم ہونے سے پہلے تمام نصاریٰ ختم ہوجاتے۔'' بروایتے عاقب وغیرہ تھوڑے عرصے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوگئے۔ [۲]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ ○

---

[۱] مشکوٰۃ، جلد پنجم، حدیث نمبر ۶۸۷

[۲] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء)، حیات القلوب، جلد دوم ص ۷۵۵

Presented by Ziaraat.Com

آیتِ تطہیر اور حدیثِ کساء

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مباہلہ کے لئے جن چار ہستیوں کو اپنے ساتھ لے کر گئے اُنہی کو اہل بیتِ رسول علیہم السلام کہا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا کر انہی پانچ ہستیوں کو اہل اسلام میں ''پنجتن پاک'' کہا جاتا ہے۔ ان کی شان میں متعدد آیاتِ قرآنی کا نزول ہوا اور بہت سی احادیثِ مبارکہ بیان کی گئیں۔ ایک ایسی ہی حدیث مبارکہ جس میں بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہستیوں کو اپنی اہلبیت (علیہم السلام) قرار دیا، حدیث کساء کے عنوان سے مشہور ہے۔

یہ حدیث حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے جس کی مستند روایات متعدد کتب میں موجود ہیں۔ اس حدیث کو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اور دیگر کئی لوگوں نے روایت کیا ہے جن میں حضرت جابر بن عبداللہؓ اور اُمہات المومنین حضرت اُم سلمیٰؓ اور حضرت عائشہؓ نمایاں ہیں۔

یہ حدیث صحیح مسلم، صحیح ترمذی، مسند احمد بن حنبل، تفسیر طبری، طبرانی، خصائص نسائی اور دیگر کئی کتابوں میں موجود ہے، اس کے علاوہ اسے ابن حبان، حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن تیمیہ وغیرہ نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ حدیث قرآن حکیم کی ایک آیت کی وجہ نزول بھی بیان کرتی ہے جسے آیہ تطہیر کہتے ہیں۔

یہ روایت کافی لمبی ہے جس کو یہاں مختصراً لکھا جا رہا ہے۔ تمام حوالوں میں یہ حدیث اسی طریقہ سے مذکور ہے۔ یہاں تک کہ اکثر میں حضرت فاطمہ (علیہا السلام) کے نام گرامی کے ساتھ ''سلام اللہ علیہا'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ روایت یوں ہے:

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر تشریف لائے اور ایک بڑی یمنی چادر

Presented by Ziaraat.Com

اوڑھ کر آرام فرمانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح منور تھا۔ تھوڑی دیر میں نواسہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت حسن بن علی (علیہ السلام) تشریف لائے تو اُنہوں نے اپنی والدہ محترمہ سے کہا کہ مجھے اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ پھر اُنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور اُنہیں اپنے ساتھ چادر اوڑھا دی۔ کچھ دیر بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے نواسے حضرت حسین بن علی (علیہ السلام) تشریف لائے۔ اُنہوں نے بھی نانا جان کی موجودگی محسوس کی، سلام عرض کیا اور چادر اوڑھ لی۔ پھر حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ (علیہ السلام) تشریف لائے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں بھی اپنے ساتھ چادر اوڑھا دی۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام فرماتی ہیں کہ میں بھی اجازت لے کر چادر میں داخل ہوگئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کو پکڑا، دائیں ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا، ''الٰہی! یہ میرے اہل بیت (علیہم السلام) ہیں، یہ میرے خاص لوگ ہیں، اِن کا گوشت میرا گوشت اور اِن کا خون میرا خون ہے۔ جو اِنہیں ستائے وہ مجھے ستاتا ہے اور جو اِنہیں رنجیدہ کرے وہ مجھے رنجیدہ کرتا ہے۔ جو اِن سے لڑے میں اُس سے لڑوں گا اور جو اِن سے صلح کرے میں اُس سے صلح کروں گا۔ میں اِن کے دشمن کا دشمن اور اِن کے دوست کا دوست ہوں کیونکہ یہ مجھ سے ہیں اور میں اِن سے ہوں۔ پس اے خدا تو اپنی عنائتیں اور اپنی برکتیں اور اپنی رحمتیں اور اپنی بخششیں اور اپنی خوشنودی میرے لیے اور اِن کے لیے قرار دے۔ اِن سے ہر رِجس کو دُور رکھ اور ان کو پاک رکھ بہت ہی پاک۔'' یہ روایت آگے مزید چلتی ہے۔

اِس دعا کے بعد قرآن کی یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی جسے آیت تطہیر کہا جاتا ہے:[۱]

''اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿ۚ۳۳﴾''

(اے اہل بیت! اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس (آلودگی) کو دُور رکھے اور تمہیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے)

---

[۱] سورۃ الاحزاب، آیت ۳۳

Presented by Ziaraat.Com

اس روایت کوکئی علماء نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کے ذیل میں بھی نقل کیا ہے۔ [1]

یہ روایت صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے سوائے اس فرق کے کہ اُنہوں نے یمنی چادر کی جگہ اُونٹ کے بالوں سے تیار کردہ سیاہ چادر کا ذِکر کیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ○

---

[1] ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (متوفی ۲۴۱ھ)، مسند احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۳۳۱

ابوعبدالرحمٰن احمد ابن شعیب النسائی (متوفی ۳۰۳ھ)، الخصائص (نسائی) ص ۴۔

محمد ابن جریر طبری (متوفی ۸۳۸ء)، تفسیر طبری، ج ۲۲ ص ۵، مطبوعہ مصر۔

ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، سنن الکبریٰ، ج ۲ ص ۱۴۹۔

صحیح مسلم، حدیث ۵۵۹۵۔

ولی الدین محمد ابن عبداللہ الخطیب الامری تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح۔

فخر الدین الرازی (متوفی ۱۲۰۹ء)، تفسیر معروف

جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، در منثور

محمد ابن عبداللہ نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)، مستدرك حاكم، ج ۲ ص ۱۷۲، ۱۵۹، ۱۴۶، ۴۱۶۔

حافظ دیلمی (متوفی ۵۵۸ھ)، کتاب الفردوس

حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)، تاریخ بغداد، ج ۱۰

محمود ابن عمر الزمخشری (متوفی ۵۳۸ھ)، کشاف (زمخشری)، ج ۱ ص ۱۹۳۔

علی ابن حسین ابن عبداللہ ابن عساکر دمشقی (متوفی ۵۷۱ھ)، تاریخ دمشق (عساکر)

یوسف الواعظ ابن عبداللہ المشتہر بہ ابن جوزی، تاریخ خواص عامہ از ابن جوزی۔

شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تلخیص المستدرك (ذہبی)

الشیخ احمد ابن حجر المکی (متوفی ۹۷۴ھ)، الصواعق المحرقة

علامہ شیخ محمد ابن علی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، فتح القدیر

شہاب الدین محمود آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ)، روح المعانی

Presented by Ziaraat.Com

اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج کے موقع پر اپنی اُونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر میدانِ عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر انہیں پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ایک قرآن کریم اور دوسرے میرے اہل بیت (علیہم السلام)۔'' یہ حدیث حضرات ابوذرؓ، ابوسعیدؓ، زید بن ارقمؓ اور حذیفہؓ بن اسید نے بھی روایت کی ہے۔[1]

حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اُسے پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بہت بڑی ہے اور جو بڑی ہے وہ اللہ کی کتاب ہے گویا کہ آسمان سے زمین تک ایک رسی لٹک رہی ہے اور دوسری میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں۔ یہ دونوں حوضِ کوثر پر پہنچنے تک کبھی جدا نہیں ہوں گے لہٰذا دیکھیں کہ میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردہ حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ''اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿۳۳﴾'' (اے اہلبیتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہر نجاست کو تم سے دُور رکھے اور تمہیں پوری طرح پاک رکھے)[3] حضرت اُمِ سلمہؓ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین (علیہم السلام) کو بلایا اور اُن پر ایک چادر ڈال دی۔ علی علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سب پر چادر ڈالنے کے بعد کہا، ''اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں ان سے

---

[1] جامع ترمذی، ج ۲، حدیث نمبر ۳۵۵۵

[2] جامع ترمذی، ج ۲، حدیث نمبر ۳۵۵۶

[3] سورۃ الاحزاب، آیت ۳۳

Presented by Ziaraat.Com

ناپاکی کو دُور رکھ اور انہیں اچھی طرح پاک رکھ۔ اس پر حضرت اُمِ سلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی تو انہی میں سے ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ ہو اور بھلائی پر ہو۔'' اس ضمن میں حضرت اُمِ سلمہؓ، معقل بن یسار، ابوحمرا اور انس سے بھی یہی روایت ہے۔ [۱]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اللہ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں میں سے کھلاتا ہے اور مجھ سے اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور اسی طرح میرے اہلِ بیت (علیہم السلام) سے میری وجہ سے محبت کرو۔ [۲]

مفہومِ اہل بیت (علیہم السلام)

اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست کی روشنی میں

سورۃ الاحزاب کی مندرجہ بالا آیت کریمہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایامِ حیات میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہؓ کے گھر پر تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی (علیہ السلام)، فاطمہ (علیہا السلام)، حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کو جمع کر کے ایک چادر اوڑھا دی اور بارگاہِ احدیت میں عرض کی کہ خدایا یہی میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں تو حضرت اُمِّ سلمہؓ نے گذارش کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری جگہ کہاں ہے؟ فرمایا، ''تم منزل خیر پر ہو۔'' یا بقولے یہ فرمایا، ''تمہارا انجام بخیر ہے۔'' دوسری روایت کے مطابق حضرت اُمِّ سلمہؓ نے عرض کیا، ''کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں سے نہیں ہوں؟'' تو فرمایا، ''تم خیر پر ہو۔''

ایک اور روایت کی بنا پر حضرت اُم سلمہؓ نے گوشہ چادر اٹھا کر داخل ہونا چاہا تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چادر کو کھینچ لیا اور فرمایا، ''تم خیر پر ہو۔''

حدیث کساء کا یہ واقعہ سند کے اعتبار سے یقینی اور دلالت کے اعتبار سے بالکل واضح ہے جس

---

[۱] جامع ترمذی ج ۲ حدیث نمبر ۳۵۵۶

[۲] جامع ترمذی ج ۲ حدیث نمبر ۳۵۵۹

Presented by Ziaraat.Com

میں بالخصوص اہلبیت (علیہم السلام) کے موارد کا تعین بھی کر دیا گیا ہے اور اس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی ہے۔ عنوان اہلبیت (علیہم السلام) میں صرف یہی ہستیاں شامل ہیں، کوئی اور نہیں حتیٰ کہ ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس میں شامل نہیں ہیں اگرچہ اُن کا مقام بھی بہت بلند ہے جیسا کہ ارشادِ پروردگار عالم ہوتا ہے:[1]

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ ط (بیشک نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام مومنین سے اُن کے نفس کے بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہے اور اُن کی بیویاں ان سب کی مائیں ہیں)

اور دوسری جگہ ارشاد ہوا:[2]

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ......الخ ﴿۳۲﴾

(اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیویو! تم (عام) عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو)

واضح رہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل، مختلف مواقع اور مناسبات پر لفظ اہلبیت (علیہم السلام) کو انہی قرابتداروں کے لئے استعمال کرتے رہے جس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی واضح اور بلیغ انداز سے اپنے ان قرابتداروں کو اُمت کا سیاسی، علمی اور اخلاقی قائد بنا دیا ہے۔ پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ حقیقی اسلام سے وابستہ رہنے اور ہر طرح کے انحراف و ضلال سے بچنے کے لئے اہلبیت (علیہم السلام) سے وابستہ رہیں کیونکہ دینِ حق کی عظیم منزل و منزلت تک پہنچنا قرآن و اہلبیت (علیہم السلام) سے تمسک کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

مسلمان مؤرخین اور محدثین نے اس عظیم الشان تاریخی واقعہ کو اپنی کتب میں محفوظ کیا ہے اور بقول علامہ طباطبائی طاب ثراہ، اس سلسلہ کی احادیث ستر (۷۰) سے زیادہ ہیں، جن میں سے اہلسنت کی احادیث اہل تشیع کی احادیث کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہیں۔ ان حضرات نے حضرت اُمِّ سلمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرات ابوسعید خُدری، واثلہ بن الاسقع، ابوالحمراء، ابن عباس،

---

[1] سورۃ الاحزاب، آیت ٦

[2] سورۃ الاحزاب، آیت ۳۲

Presented by Ziaraat.Com

ثوبان (رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمتگار)، عبداللہ بن جعفر اور امام حسن (علیہ السلام) بن امام علی (علیہ السلام) سے تقریباً چالیس (۴۰) طریقوں سے نقل کی ہیں جبکہ شیعہ حضرات نے امام علی (علیہ السلام)، امام زین العابدین (علیہ السلام)، امام محمد باقر (علیہ السلام)، امام جعفر صادق (علیہ السلام)، امام رضا (علیہ السلام)، حضرت اُم سلمہؓ، حضرت ابوذرؓ، ابولیلیٰ، ابوالاسود دئلی، عمرابن میمون اوردی اور سعد بن ابی وقاص سے تیس (۳۰) سے کچھ زیادہ طریقوں سے نقل کیا ہے۔ [۱]

اس سلسلہ کی چند مشہور ومعروف احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عطاء بن یسار نے حضرت اُمِ سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ آیت ''اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ؀۳۳'' میرے گھر میں نازل ہوئی ہے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی (علیہ السلام) فاطمہ (علیہا السلام)، حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کو طلب کر کے فرمایا کہ ''خدایا یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں''۔ [۲]

۲۔ عطاء بن یسار سے یوں بھی روایت ہے کہ حضرت اُمِ سلمہؓ نے فرمایا کہ آیت ''اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ؀۳۳'' میرے گھر میں نازل ہوئی ہے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی (علیہ السلام) فاطمہ (علیہا السلام) اور حسن (علیہ السلام) وحسین (علیہ السلام) کو طلب کر کے فرمایا کہ خدایا یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں جس کے بعد حضرت اُمِ سلمہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں سے نہیں ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ''اَهلِی خَیْر'' ہو اور یہ ''اهلِ بَیت'' ہیں۔ خدایا! میرے اہل زیادہ حقدار ہیں۔

(یہ لفظ مستدرک میں اسی طرح وارد ہوا ہے، علماء کے نزدیک یہ غلط ہے کیونکہ اصل لفظ ہے ''علی خَیْر'' جس طرح کہ دیگر روایات میں وارد ہوا ہے۔)

---

[۱] المیزان فی تفسیر القرآن ۳۱۱/۱۶

[۲] الحاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)، مستدرك علی الصحیحین ۳ص ۱۵۸۔

ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، سنن الکبریٰ، ج ۲ ص ۲۱۴

Presented by Ziaraat.Com

۳۔ابوسعید خُدری نے حضرت اُمِّ سلمہؓ سے نقل کیا ہے کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی ہے جس کے بعد میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں سے نہیں ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا انجام خیر ہے اور تم ازواج رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں سے ہو۔[1]

۴۔ابوسعید خُدری، حضرت اُم سلمہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی (علیہ السلام)، فاطمہ (علیہا السلام) اور حسن (علیہ السلام) و حسین (علیہ السلام) کو طلب کر کے اُن کے سر پر ایک خیبری چادر اوڑھادی اور فرمایا خدایا یہ ہیں میرے اہلبیت (علیہم السلام) لہٰذا اِن سے رِجس کو دُور رکھنا اور اس طرح پاک رکھنا جو تطہیر کا حق ہے۔جس کے بعد میں نے پوچھا کہ کیا میں اِن میں سے نہیں ہوں؟ تو فرمایا کہ تمہارا انجام بخیر ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق:

۵۔ابوسعید خُدری نے حضرت اُم سلمہؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی ہے اور میں دروازہ پر بیٹھی تھی، جب میں نے پوچھا کہ کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں سے نہیں ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا انجام بخیر ہے اور تم ازواج رسول میں سے ہو، اُس وقت گھر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی (علیہ السلام)، فاطمہ (علیہا السلام)، حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) تھے۔[2]

۶۔ابوہریرہ نے حضرت اُمِّ سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ (علیہا السلام) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پتیلی لے کر آئیں جس میں عصیدہ (حلوہ) تھا اور وہ اُس کو ایک سینی میں رکھے ہوئے تھیں، اُنہوں نے اُسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ابن عم (حضرت علی علیہ السلام) اور دونوں فرزند (حسنین کریمین علیہم السلام) کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ گھر میں ہیں، فرمایا سب کو بلاؤ تو فاطمہ (علیہا السلام) نے گھر آکر علی (علیہ السلام) سے کہا کہ آپ کو اور آپ کے دونوں فرزندوں کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب فرمایا ہے۔اس کے بعد اُمِّ سلمہؓ فرماتی

---

[1] علی ابن حسین ابن عبداللہ ابن عساکر دمشقی (متوفی ۵۷۱ھ)، تاریخ دمشق (عساکر) حالات امام حسن (علیہ السلام) ص ۷۰، ص ۱۲۷، حالات امام حسین (علیہ السلام) ص ۷۳، ص ۱۰۶۔ احمد بن علی خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ص ۹ ص ۱۲۶۔حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ ہجری)، المعجم الکبیر ج ۳ ص ۵۲۳

[2] ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تفسیر طبری ۲۲ ص ۷

Presented by Ziaraat.Com

ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے ہی سب کو آتے دیکھا تو بستر سے چادر اُٹھا کر پھیلا دی، پھر اُس پر سب کو بٹھایا اور (چادر کو) اطراف سے پکڑ کر اوڑھا دیا اور داہنے ہاتھ سے بطرف پروردگار (آسمان کی طرف) اشارہ کیا اور فرمایا، مالک! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں لہٰذا اِن سے رِجس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاک و پاکیزہ رکھنا۔[۱]

۷۔ حکیم بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اُمِّ سلمہؓ کے سامنے علی (علیہ السلام) کا ذِکر کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ آیتِ تطہیر اُن ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دینا، اتنے میں فاطمہ (علیہا السلام) آ گئیں تو میں اُنھیں روک نہ سکی، پھر حسن (علیہ السلام) آ گئے تو اُنھیں بھی نانا اور ماں کے پاس جانے سے روک نہ سکی، پھر حسین (علیہ السلام) آ گئے تو اُنھیں بھی منع نہ کر سکی اور جب یہ (تمام لوگ) ایک فرش پر بیٹھ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر سب کے سر پر ڈال دی اور فرمایا، ''خدایا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں، اِن سے رِجس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاکیزہ رکھنا، پھر یہ آیت نازل ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور میں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاں نہیں کی اور فرمایا کہ تمہارا انجام خیر ہے۔[۲]

۸۔ شہر بن حوشب، جناب اُم سلمہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی (علیہ السلام)، حسن (علیہ السلام)، حسین (علیہ السلام) اور فاطمہ (علیہا السلام) پر چادر اوڑھا دی اور فرمایا کہ خدایا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) اور خواص ہیں لہٰذا اِن سے رِجس کو دُور رکھنا اور انھیں پاک و پاکیزہ رکھنا۔ جس پر میں نے عرض کی کہ کیا میں بھی انھیں میں سے ہوں؟ تو فرمایا کہ تمھارا انجام خیر ہے۔[۳]

---

[۱] ابن جریر طبری (التوفی ۳۱۰ھ)، تفسیر طبری ۲۲ ص ۷

[۲] ابن جریر طبری (التوفی ۳۱۰ھ)، تفسیر طبری ۲۲ ص ۸

[۳] مسند احمد بن حنبل ۱۰ ص ۱۹۷۔ سنن ترمذی ۵ ص ۶۹۹۔ مسند ابو یعلی ۶ ص ۲۹۰۔

ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ء)، تاریخ دمشق حالات امام حسین (علیہ السلام) ۶۲ ص ۸۸۔

تاریخ دمشق حالات امام حسن (علیہ السلام) ص ۶۵

Presented by Ziaraat.Com

۹۔شہر بن حوشب حضرت اُم سلمہؓ سے یوں بھی روایت کرتے ہیں کہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ (علیہا السلام) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حسنین (علیہم السلام) کو لے کر آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں حسن (علیہ السلام) کے واسطے ایک برمہ (پتھر کا برتن) تھا جسے سامنے لاکر رکھ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ابوالحسن (علیہ السلام) کہاں ہیں؟ فاطمہ (علیہا السلام) نے عرض کی کہ گھر میں ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بھی طلب کرلیا اور پانچوں حضرات بیٹھ کر کھانے لگے۔ جناب اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج مجھے شریک نہیں کیا جبکہ ہمیشہ شریکِ طعام فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد جب کھانے سے فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو ایک چادر میں جمع کرلیا اور دُعا کی کہ خدایا! اِن کے دشمن سے دشمنی کرنا اور اِن کے دوست سے دوستی فرمانا۔[۱]

۱۰۔شہر بن حوشب نے بی بی اُم سلمہؓ سے یوں بھی نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ (علیہا السلام) سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور فرزندوں کو بلاؤ اور جب سب آگئے تو اُن پر فدک کے علاقہ کی ایک چادر اوڑھادی اور سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خدایا! یہ سب آل محمد (علیہم السلام) ہیں لٰہذا اپنی رحمت و برکات کو محمد و آل محمد (علیہم السلام) کے حق میں قرار دینا کہ تُو قابل حمد اور مستحق مجد (عظمت) ہے۔ اس کے بعد میں نے چادر کو اُٹھا کر داخل ہونا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاتھ سے چادر کھینچ لی اور فرمایا کہ تمہارا انجام بخیر ہے۔[۲]

۱۱۔اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے غلام عبداللہ بن مغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت اُمّ سلمہؓ نے فرمایا، ''آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں علی (علیہ السلام) و فاطمہ (علیہا السلام) اور حسن (علیہ السلام) وحسین (علیہ السلام) کو طلب کروں، چنانچہ میں نے سب کو طلب کرلیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دایاں ہاتھ علی (علیہ السلام) کے گلے میں ڈال دیا اور بایاں ہاتھ حسن (علیہ السلام) کے گلے میں، حسین (علیہ السلام) کو گود میں بٹھایا اور فاطمہ (علیہا السلام) کو سامنے، پھر دُعا کی،

---

[۱] مسند ابویعلی ۶ص ۲۶۴ / ۶۹۱۵۔ مجمع الزوائد ۹ ص ۲۶۲ / ۱۴۸۷۱

[۲] مسند احمد بن حنبل ۱۰ص ۲۲۸ / ۲۶۸۰۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر ۳ص ۵۳/ ۲۶۶۴۔ ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ء)، تاریخ دمشق حالات امام حسین علیہ السلام۔ مسند ابویعلی ۶ص ۲۴۸

Presented by Ziaraat.Com

"خدایا! یہ میرے اہل اور میری عترت ہیں لہٰذا اِن سے رِجس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاک و پاکیزہ رکھنا۔" اور یہ بات تین مرتبہ فرمائی تو میں نے عرض کی کہ پھر میں؟ تو فرمایا کہ انشاء اللہ تم خیر پر ہو۔ (اس روایت میں راوی کا نام عبداللہ بن معین بھی آیا ہے جیسا کہ امالی کے بعض نسخوں میں پایا جاتا ہے)۔[۱]

۱۲۔ عطا ابن ابی رباح کہتے ہیں کہ مجھ سے اُس شخص نے بیان کیا جس نے حضرت اُمِ سلمہؓ کو یہ بیان کرتے سنا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے گھر میں تھے اور فاطمہ (علیہا السلام) ایک برمہ (ہانڈی) لے کر آئیں جس میں ایک مخصوص غذا تھی، وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور بچوں کو بلاؤ اور جب سب آ گئے اور کھانا کھا لیا تو ایک بستر پر لیٹ گئے جس پر خیبری چادر بچھی ہوئی تھی۔ میں حجرہ میں مشغول نماز تھی تو آیتِ تطہیر نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس چادر کو سب کے اُوپر ڈال دیا اور ایک ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا، "خدایا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) اور خواص ہیں، اِن سے ہر رِجس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاکیزہ رکھنا، (پھر فرمایا) خدایا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں اِن سے ہر رِجس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور سے پاک و پاکیزہ رکھنا۔ حضرت اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے اُس چادر میں سر ڈال کر گذارش کی کہ کیا میں بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہوں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا انجام خیر ہے، تمہارا انجام بخیر ہے۔[۲]

۱۳۔ عمرہ بنت افعلی کہتی ہیں کہ میں نے جناب اُمِ سلمہؓ کو یہ کہتے سنا کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی ہے جبکہ گھر میں سات افراد تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، علی (علیہ السلام)، فاطمہ (علیہا السلام)،

---

[۱] امالی طوسی۔ ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ء)، تاریخ دمشق حالات امام حسین علیہ السلام

[۲] مسند احمد بن حنبل ۱۰ ص ۱۷۷/۲۶۵۷۰۔ فضائل الصحابہ ابن حنبل ۲ ص ۵۸۷/۹۹۴۔ علی ابن حسین ابن عبداللہ ابن عساکر دمشقی (متوفی ۵۷۱ھ)، تاریخ دمشق (عساکر) حالات امام حسن علیہ السلام ص ۱۲۳۔ مناقب ابن مغازلی ۳۴۸/۳۴۴۔ مناقب امیر المومنین علیہ السلام کوفی ج ۲ ص ۱۶۱

Presented by Ziaraat.Com

حسن (علیہ السلام)، حسین (علیہ السلام) جبرائیل (علیہ السلام) اور میکائیل (علیہ السلام)، میں گھر کے دروازہ پر تھی میں نے عرض کی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں نہیں ہوں؟ تو فرمایا کہ تم خیر پر ہو، تم ازواجِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ہو، اہلبیت (علیہم السلام) میں نہیں ہو۔ [1]

۱۴۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنے آباء واجداد کے حوالہ سے امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جناب اُم سلمہؓ نے فرمایا کہ آیتِ تطہیر میرے گھر میں اُس دن نازل ہوئی ہے جس دن میری باری تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی و فاطمہ وحسن و حسین (علیہم السلام) کو بلایا اور جبرائیل (علیہ السلام) بھی آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خیبری چادر سب پر (علی و فاطمہ وحسن وحسین علیہم السلام پر) اوڑھا کر فرمایا کہ خدایا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں اِن سے ہر رِجس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور سے پاک و پاکیزہ رکھنا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہوں؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تم ہم سے ہو اے جبرائیل...... اور پھر اُم سلمہؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت (علیہم السلام) میں ہوں اور یہ کہہ کر چادر میں داخل ہونا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو، تمہارا انجام بخیر ہے، لیکن تم ازواج پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ہو جس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اس آیت کو پڑھیے، "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین (علیہم السلام) کے بارے میں ہے۔ [2]

---

[1] ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ء)، تاریخ دمشق حالات امام حسین علیہ السلام ۶۹ ص ۱۰۲۔ ۶۸ ص ۱۰۱۔

ابن مدویہ، درمنثور ۶ ص ۱۶۰۴۔ خصال ۴۰۳ / ۱۱۳۔ امالی شیخ ابی جعفر الصدوق علیہ رحمۃ (متوفی ۳۸۱ھ)، ۳۸۱ / ۴۔ روضۃ الواعظین ص ۱۷۵۔ ابوسعید، تفسیر فرات کوفی ۳۳۴ / ۴۵۴

[2] الحاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)، مستدرك على الصحيحين ۳ ص ۱۵۸۔

ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، سنن الکبریٰ، ج ۲ ص ۲۱۴

Presented by Ziaraat.Com

۱۵۔صفیہ بنت شیبہ، حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صبح سیاہ بالوں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور اتنے میں حسن (علیہ السلام) آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بھی (چادر میں) داخل کرلیا، پھر حسین (علیہ السلام) آگئے اور انھیں بھی (چادر میں) لے لیا، پھر فاطمہ (علیہا السلام) آگئیں تو انھیں بھی (چادر میں) شامل کرلیا اور پھر علی (علیہ السلام) آگئے تو انھیں بھی (چادر میں) داخل کرلیا، اوراس کے بعد آیتِ تطہیر کی تلاوت فرمائی۔[1]

۱۶۔عوام بن حوشب نے تمیمی سے نقل کیا ہے کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے یہ روایت بیان کی کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی، حسن، حسین اور فاطمہ (علیہم السلام) کو بلایا اور فرمایا کہ خدایا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں، ان سے ہر رِجس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاک و پاکیزہ رکھنا۔[2]

۱۷۔جمیع بن عمیر کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، میری والدہ نے اُن سے پوچھا کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت علی (علیہ السلام) کے ساتھ کیسی تھی؟ انھوں نے کہا وہ تمام مردوں میں (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) سب سے زیادہ محبوب تھے اور میں نے خود دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اور فاطمہ وحسن وحسین (علیہم السلام) کو اپنی ردا میں داخل کرکے فرمایا، خدایا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں، اِن سے ہر رِجس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاک و پاکیزہ رکھنا، اس کے بعد میں نے چاہا کہ میں بھی چادر میں سرڈال دوں مگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منع کردیا تو میں نے عرض کی کہ کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں نہیں ہوں؟ تو فرمایا کہ تم خیر پر ہو، بیشک تم خیر پر ہو۔[3]

---

[1] صحیح مسلم ۴/ ۱۸۸۳/ ۲۴۲۴۔المستدرک ۳ص ۱۵۹/ ۴۷۰۷۔تفسیر طبری ۲۲ص ۶۰۔ السنن الکبریٰ ۲ص ۲۱۲/ ۲۸۵۸۔المصنف ابن ابی شیبہ ۷ص ۵۰۲/ ۳۹۔مسند اسحاق بن راھویہ ۳ص ۲۷۸/ ۱۲۷۱۔ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ء)، تاریخ دمشق حالات امام حسن علیہ السلام ۶۳/ ۱۱۳

[2] امالی شیخ ابی جعفر الصدوق علیہ رحمۃ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، ۵ص ۳۸۲

[3] ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ء)، تاریخ دمشق حالات امام علی علیہ السلام ۲ ص ۱۶۴، ۶۴۲۔ شواھد التنزیل ۲ص ۶۱/ ۶۸۲۔العمدۃ ۴۰/ ۲۳۔مجمع البیان ۸/ ۵۵۹

Presented by Ziaraat.Com

اہل بیت علیہم السلام سے بغض رکھنا

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین (علیہم السلام) سے فرمایا جس سے تم لڑو گے میری بھی اُس سے لڑائی ہوگی اور جس سے تم صلح کرو گے میری بھی اُس سے صلح ہوگی۔[1]

حضرت زید بن ارقمؓ کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم سے لڑے گا میں اُس سے لڑوں گا اور جو تم سے صلح کرے گا میں اُس سے صلح کروں گا۔[2]

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے، ''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خیمہ میں قیام فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عربی کمان پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور خیمہ میں علی، فاطمہ، حسن اور حسین (علیہم السلام) بھی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کی جماعت! جو (اِن) اہل خیمہ سے صلح کرے گا میری بھی اُس سے صلح ہوگی اور جو اِن سے لڑے گا میری بھی اُس سے لڑائی ہوگی۔ جو اِن کو دوست رکھے گا میری بھی اُس سے دوستی ہوگی۔ اِن سے صرف خوش نصیب اور برکت والا ہی دوستی رکھتا ہے اور اِن سے صرف بدنصیب اور بدبخت ہی بغض رکھتا ہے۔''[3]

---

[1] ترمذی ۵:۶۹۹۔ ابن ماجہ، السنن ۱:۵۲۔ حاکم، المستدرک ۳:۱۶۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر ۳:۴۰۔ ہیثمی، موارد الظمآن ۱:۵۵۵۔ محب طبری، ذخائز العقبی فی مناقب ذوی القربی ۶۳۔ ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۲:۱۲۵

[2] حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ ہجری)، المعجم الاوسط ۳:۱۷۹۔
علی بن محمد ابن اثیر الجزری (متوفی ۶۳۰ھ)، اسد الغابہ فی معرفۃ الصاحبہ ۷:۲۲۰۔ ابن حبان، الصحیح ۱۵:۴۳۴۔

[3] محب طبری، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ ۳/ ۱۵۴

Presented by Ziaraat.Com

سنہ ۱۰ ہجری

سنہ ۱۰ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادے جناب ابراہیم کا انتقال ہوگیا۔ اُن کی عمر سولہ (۱۶) ماہ اور بروایتے اٹھارہ (۱۸) ماہ تھی۔ بعض کتابوں میں چودہ (۱۴) ماہ چھ (۶) دن بھی لکھا ہے لیکن اس پر سبھی کا اتفاق ہے کہ اُن کی وفات ۱۰ ہجری میں ہی ہوئی تھی۔ [۱]

حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے دن سورج گرہن تھا۔ عربوں کا عقیدہ تھا کہ عظیم انسان کی موت پر سورج گرہن ہوا کرتا ہے اس لئے انہوں نے اسے وفاتِ ابراہیم سے منسوب کردیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور اس عقیدے کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا، ''سورج اور چاند قدرت کی تخلیقات ہیں، کسی کے مرنے یا جینے سے ان کو گرہن نہیں لگتا۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نمازِ کسوف باجماعت ادا فرمائی۔ [۲]

اہل سنت کے ہاں سورج گرہن کے وقت نمازِ کسوف پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ [۳] اہل تشیع کے ہاں سورج گرہن، چاند گرہن یا زلزلہ وغیرہ کے وقت نمازِ آیات پڑھنا واجب ہے۔ [۴]

(اس ضمن میں شرعی احکام کی تفصیل کے لیے فقہ کی مستند کتب سے استفادہ کریں۔ مؤلف)

فتح یمن

(رمضان المبارک سنہ ۱۰ ہجری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ماہِ رمضان المبارک سنہ ۱۰ ہجری میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ علیہ السلام کو یمن کی طرف تین سو سواروں کے ساتھ بھیجا۔

---

[۱] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ص ۳۸۵

[۲] ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبر اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ص ۶۲۰

[۳] آزاد دائرۃ المعارف، وکی پیڈیا، باب نماز کسوف بحوالہ صحیح بخاری، صحیح مسلم

[۴] سید علی حسینی سیتانی، توضیح المسائل، ص ۱۲۲

Presented by Ziaraat.Com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو یمن روانہ کرتے وقت اُن کے لئے ایک علم تیار فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر پر دستار باندھی۔ اہلِ سیر کہتے ہیں کہ اس دستار کے تین پیچ تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے کی جانب تقریباً ایک گز شرعی کا شملہ چھوڑا اور ایک کنارہ کندھوں کی جانب ایک بالشت کا چھوڑا اور فرمایا، ''اے علی (علیہ السلام)! میں تمہیں بھیج تو رہا ہوں لیکن تمہاری جُدائی پر غمزدہ ہوں۔'' پھر فرمایا، ''جب تم اُن کے میدان میں پہنچو تو قتال میں پہل نہ کرنا جب تک کہ وہ خود جنگ کی ابتدا نہ کریں۔ اُن کو 'لا الہ الا اللہ'' کی طرف بلانا، اگر وہ ایمان لے آئیں تو اُنہیں اقامت صلوٰۃ کا حکم دینا۔ اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کرلیں تو زکوٰۃ کا حکم دینا کہ وہ اپنے صدقات کو اپنے فقراء پر خرچ کریں۔ اگر وہ مان لیں تو کسی معاملہ میں اُن سے تعرض نہ کرنا۔''

منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے یمن جاتے وقت عرض کیا، ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں جو اہل کتاب ہیں۔ میں نوجوان اور نوعمر ہوں اور علم قضا و احکامِ شریعت میں اتنی اطلاع و مہارت نہیں رکھتا (جتنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھتے ہیں)۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے سینہ پر رکھا اور فرمایا، ''اَللّٰھُمَّ ثَبِّتۡ لِسَانَہٗ وَاھۡدِ قَلۡبَہٗ'' چنانچہ علی علیہ السلام علم قضا میں اُس مرتبہ تک پہنچے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اطہر سے آپ کی منقبت میں ارشاد ہوا، ''اَقۡضَاکُمۡ عَلِیٌّ'' ''تم میں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سب سے زیادہ اچھا یعنی بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔ [1]

بے شک آپ علیہ السلام کی ہدایت وحقانیت کے باب یہ بہت عظیم منقبت ہے۔ نیز مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ تمہارے ہاتھ سے کسی کو ہدایت دے تو یہ عمل ہر اُس چیز سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع وغروب کرے۔ یعنی یہ عمل تمام دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اُن شہروں میں دعوتِ

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۵۱

Presented by Ziaraat.Com

اسلام کا پھریرا لہرایا، جہاد و محاربہ میں ثابت قدم رہ کر جماعت کثیرہ کی ہدایت فرمائی اور اُن کو دائرۂ اسلام میں داخل کیا، خصوصاً اہلِ یمن کے قبیلہ ہمدان کو۔ قبیلہ ہمدان کے سبھی لوگ یکبارگی مسلمان ہوگئے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھ کر اُن کے مسلمان ہونے کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے، سجدۂ شکر بجالائے اور پھر فرمایا، ''اَلسَّلَامُ عَلیٰ ھَمدَان'' ہمدان والوں پر سلامتی ہو۔[۱]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب نے مندرجہ بالا بیان میں لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تین سو سواروں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن علامہ علی نقی نقوی صاحب لکھتے ہیں:

''وہی اسلامی سورما جو بدر و اُحد و خندق و خیبر کی خونریز فتوحات میں عسکری فتح کا نشان بن گیا تھا، اب مباہلہ کے بعد بغیر تلوار کے جنگ میں بھی فتح وظفر کا نشان ثابت ہوا چنانچہ یمن میں علی علیہ السلام فتح کے لئے کھینچی ہوئی تلوار لے کر نہیں گئے اور نہ ہی کوئی فوج ولشکر ساتھ لئے ہوئے تشریف لے گئے جس کے نتیجہ میں پورا ملک یمن چند روز میں فتح ہوگیا۔ تاریخ کی صراحت ہے کہ آپ نے بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا جو ظاہر ہے کہ کسی تمہیدی تقریر کے ساتھ ہوگا اور ایک دن میں پورے قبیلہ ہمدان نے اسلام قبول کرلیا۔[۲]

مؤرخین کا کہنا ہے کہ یمن کا قبیلہ ہمدان جس نے اس موقع پر دعوتِ امیر المومنین علیہ السلام پر لبیک کہی تھی، اس کے بعد بھی ہمیشہ آپ علیہ السلام کا وفادار اور جاں نثار رہا اور جو جنگیں آپ علیہ السلام نے بعد میں اپنے مخالفین کے ساتھ لڑیں، اُن میں آپ علیہ السلام کا مضبوط بازو ثابت ہُوا۔

---

[۱] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۵۲

[۲] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۸۵۔

ابوالفدا اعمادُالدین ابن کثیر (متوفی ۱۳۳۱ء) تاریخ ابو الفداء، ج ۱ ص ۱۸۵

Presented by Ziaraat.Com

حجۃ الوداع

(ذیقعد ۱۰ ہجری)

ہجرت کے بعد، سنہ دس ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا اور آخری حج ادا فرمایا۔ ہجرت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام ہی مکّہ میں تھا اس لئے بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج بھی کیا تھا لیکن ہجرت کے بعد دس ہجری تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکّہ کی طرف دو تین ہی سفر ہوئے تھے جو زمانۂ حج میں نہیں تھے اس لئے اُنہیں اصطلاحی طور پر عمرہ کہنا درست ہے نہ کہ حج۔ پس ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پہلا اور آخری حج تھا جس کی ادائیگی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت کم عرصہ میں ہی وصال بالرفیق الاعلیٰ فرما گئے۔[۱]

گویا یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیت اللہ سے رخصت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ اور مسلمانوں کو الوداع کہا اور یہ اطلاع دی کہ اب میں دُنیا سے جانے والا ہوں، پس اس بنا پر اسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔[۲]

بروایتے ماہ ذیقعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا ارادہ ظاہر فرمایا تو تمام مسلمانوں میں اس کا اعلان ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فریضہ حج ادا کرنے کے لئے اطراف وجوانب کے کثیر لوگ بھی چلے آئے اور ۲۴ یا ۲۵ ذیقعد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جم غفیر کے ساتھ ادائیگی حج کے لئے روانہ ہوئے۔[۳]

علامہ ابن عربی اپنی کتاب ''محاضرۃ الابرار'' میں لکھتے ہیں، ''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکّہ کے قصد سے، شجرہ کی راہ سے پنجشنبہ (جمعرات) ۲ ذیقعد سنہ دس ہجری کو روانہ ہوئے۔ یہ شجرہ کا راستہ وہی

---

[۱] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۸۷

[۲] سید محسن امین عاملی (متوفی ۱۹۵۳ء)، اعیان الشیعہ، ج ۲ ص ۳۲۹۔

[۳] شیخ مفید علیہ رحمۃ (متوفی ۱۰۲۲ء)، ارشاد، ص ۹۷۔ علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ، ص ۱۳۸

Presented by Ziaraat.Com

ہے جس میں اب مدینہ سے نکل کر بئر علی مقام پر حجاج احرام باندھتے ہیں اور یہی اہل مدینہ کا میقات ہے جس کے آگے بغیر احرام کے بڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس منزل پر آکر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ عصر پڑھی اور رات کو جو شبِ جمعہ تھی یہیں قیام فرمایا اور چونکہ یہیں احرام باندھ چکے تھے لہٰذا اب جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منزل سے آگے بڑھنے لگے تو "لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ" کی صدا بُلند کی جس پر اُن ہزاروں آدمیوں نے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی اور دُور دُور تک وادیاں بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے اس اعلان سے گونج اُٹھیں اور یونہی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ" کی صداؤں کے ساتھ آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ راستے ہی میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روانگی کے آٹھویں دن شب پنجشنبہ، ماہ ذی الحجہ کا چاند نمودار ہوا۔ اس کے بعد راستہ طے ہوتا رہا یہاں تک کہ شب یکشنبہ، ۴ ذی الحجہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گذاری اور نماز صبح پڑھ کر روانہ ہوئے اور اُسی اتوار کو صبح دن چڑھے مکّہ معظّمہ میں داخل ہوئے، حجر اسود کا استلام (دُور سے اشارتاً بوسہ لینا) فرمایا (کیونکہ بظاہر آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے بوسہ کا موقع نہ تھا) اور سات مرتبہ کعبہ کا طواف فرمایا اور ہر طواف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام فرماتے تھے۔ پھر پنجشنبہ کی صبح، روزِ ترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ تشریف لے گئے اس طرح کہ پنجشنبہ کو ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی پھر شبِ جمعہ وہیں قیام فرما کر نمازِ صبح وہیں ادا فرمائی اور روزِ عرفہ ۹ ذی الحجہ کو جب سورج بلند ہو چکا تو اُس وقت عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مقامِ نمرہ پر خیمہ نصب ہو گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس میں قیام فرمایا۔ جب زوالِ آفتاب ہو گیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ناقہ "قصویٰ" کے تیار کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ تیار ہُوا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس میدان کے وسط میں تشریف لائے جس کے گرد و پیش تمام مسلمان مقیم

Presented by Ziaraat.Com

تھے اور پھر پشتِ ناقہ پر سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس پورے مجمع کو مخاطب فرمایا۔[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت بلیغ خطبہ دیا جس میں مسلمانوں کے لئے احکام وقواعد بیان فرمائے۔ اگر چہ وہ احکام پہلے سے معلوم تھے مگر اُنہیں موکد و برقرار کرنا اور شرک وجاہلیت کی بنیادوں کو کلی طور پر بیخ برکندہ کرنا مقصود تھا۔[2]

علامہ ابن عربی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی اُمّ الفضل زوجہ جناب عباس رضی اللہ عنہ نے اُس وقت ایک پیالہ دودھ کا بھیجا جسے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسی ناقہ کی پشت پر سواری کی حالت میں نوش فرمایا، جس سے تمام مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج روزہ سے نہیں ہیں۔ جب خطبہ پڑھ چکے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ سے اُترے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ چنانچہ اذان ہوئی، مسلمان نماز کے لئے صف بستہ ہوگئے اور بلال رضی اللہ عنہ ہی نے اقامت کہی جس کے بعد ظہر کی نماز ہوئی پھر فوراً ہی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو دوسری دفعہ کی اقامت کا حکم دیا اور اُسی وقت عصر کی نماز ہوئی۔ ظہر اور عصر کے درمیان کسی دوسری نماز کا فصل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا۔ یہ دونوں نمازیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باجماعت ایک ساتھ ظہر کے وقت میں ایک اذان کے ساتھ جو دونوں کے لئے تھی اور دو اقامتوں کے ساتھ کہ ہر نماز کے لئے اقامت الگ تھی، ادا فرمائیں۔[3]

یہی وہ ترکیبِ نماز ہے شیعہ جس کے عمومی طور پر پابند ہوگئے ہیں۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرکب پر سوار ہوئے اور وہیں تشریف لائے جہاں (مسلمانوں کے درمیان) گھرے ہوئے تھے یہاں تک کہ جمعہ کا آفتاب غروب ہوا اور (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آفتاب کی) زردی دُور ہوجانے کا انتظار کیا۔"

---

[1] علامہ ابن عربی (متوفی ۱۲۴۰ء)، محاضرۃ الابرار مطبوعہ مصر، ج ۱ ص ۱۹

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ص ۴۵۸، ۴۵۹

[3] علامہ ابن عربی، محاضرۃ الابرار مطبوعہ مصر، ج ۱ ص ۱۹

Presented by Ziaraat.Com

فقہ جعفریہ میں بھی وقت مغرب کے تعین کے لئے محض غروب آفتاب پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ سورج کی زردی دُور ہوجانے کا انتظار کیا جاتا ہے۔

پس، غروبِ آفتاب کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسامہ بن زید کو اپنے ساتھ بٹھا کر روانہ ہوئے اور ۱۰ ذی الحجہ کی رات کو کافی وقت گذرنے پر ''مزدلفہ'' پہنچے جسے ''مشعر الحرام'' بھی کہتے ہیں۔ مغرب کی نماز کا جو عام طور پر وقت سمجھا جاتا ہے گذر چکا تھا چنانچہ عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کی نمازیں اُسی طرح ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں۔

اس طرح اس حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمع بین الصلواتین کی دونوں صورتوں پر عمل کر کے دکھایا یعنی نماز ظہر کے وقت میں اُسی کے ساتھ عصر کی نماز اور پھر عشاء کے وقت میں اُسی کے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ پس اس سے یہ اصول ثابت ہوگیا کہ شروع اور آخر کے بس ذرا سے وقت کو چھوڑ کر جو عقلی طور پر پہلی اور آخری نماز کا وقت مختص ہے، باقی تمام وقت دونوں کا مشترک وقت ہے، یہ اور بات ہے کہ فضیلت کے لحاظ سے اس میں ایک حصہ ظہر سے نسبت رکھتا ہے اور ایک حصہ عصر سے، اسی طرح غروب کے بعد ایک حصہ مغرب سے اور اس کے بعد کا حصہ عشاء سے مگر اس درمیان کے وقت کے ہر جز میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کا ہونا درست ہے جو آئمہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہے۔[۱]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

---

[۱] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۹۲

Presented by Ziaraat.Com

حج تمتع کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکّہ پہنچ کر طواف اور سعی سے جب فارغ ہوئے تھے تو حکمِ الٰہی نازل ہُوا: [۱]

”وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط“ (اور خدا کی خوشنودی کے لئے حج اور عمرہ بجالاؤ)

اس آیت مبارکہ سے حج تمتع کا قانون نافذ ہُوا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ آج سے عمرہ حج کا جزو لاینفک ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ حکم اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زور دے کر کئی مرتبہ فرمایا کہ یہ ہمیشہ کے لئے ہے اور قیامت تک رہے گا۔ [۲]

قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ ہے کہ یہ حج تمتع کا حکم اُن کے لئے ہے جو دُور دراز سے مکّہ آئیں۔ وہ پہلے عمرہ ادا کر کے اس کے احکام بجالائیں اور اس احرام کو ختم کر دیں جس کے ساتھ ہی وہ تمام پابندیاں بھی ختم ہو جائیں گی جو احرام کی حالت میں ہوتی ہیں، پھر مقررہ تاریخوں پر حج کا احرام باندھیں۔ یہی حج تمتع کا طریقہ ہے جو فقہ جعفریہ میں دُور دراز کے لوگوں کے لئے لازم ہے اور اہل سنت بھی اسے درست سمجھتے ہیں اور زیادہ تر اسی پر عمل کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ بعض لوگوں نے اس پر معترضانہ جملے ادا کئے جس پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ تم اس حکم پر کبھی ایمان نہیں لاؤ گے۔ [۳]

بروایتے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ابھی یمن میں ہی تھے جب اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی کی اطلاع ملی۔ وہ وہیں سے قربانی کے جانور ساتھ لے کر مکّہ روانہ ہو گئے۔ مکّہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعی سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ آپ قربانی کے اُونٹ لئے وہاں پہنچ گئے۔ [۴]

---

[۱] سورۃ البقرۃ، آیت ۱۹۶

[۲] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۸۸ ۴ بحوالہ الدرر، صفحہ ۲۷۸

[۳] شیخ مفید علیہ رحمۃ (متوفی ۱۰۲۲ء)، ارشاد، صفحہ ۸۱

[۴] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۵۷

Presented by Ziaraat.Com

غدیرخم

(۱۸ذی الحجہ ۱۰ہجری)

حجۃ الوداع کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی اور مقام غدیرخم پر پہنچ کر بحکم الٰہی قیام فرمایا۔ مشہور مورخ شبلی نعمانی نے اُس مقام کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی ہے،

''مقام خم جو جحفہ سے تین میل پر ہے، یہاں ایک تالاب ہے، عربی میں تالاب کو غدیر کہتے ہیں، اور (اسی وجہ سے) اس مقام کا نام عام روایتوں میں غدیر خم آیا ہے۔ [۱]

علی علیہ السلام کی جانشینی کا اعلان اہل تشیع کی نظر میں

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہاں (غدیرخم پر) عموماً قافلے منزل نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ یہاں آب وگیاہ موجود نہیں تھا۔ [۲] (شبلی صاحب کے مطابق وہاں تالاب تھا جبکہ دیگر مؤرخین کے مطابق وہ جگہ بے آب وگیاہ تھی، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اُس جگہ کا نام غدیرخم پڑا پڑا تب وہاں تالاب رہا ہوگا جو بعد میں ختم ہوگیا ہوگا۔ مؤلف) پس اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں محض ستانے کے لئے قیام نہیں کیا تھا بلکہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے رُکنے کا حکم آیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑاو ڈال دیا۔ محققین کے مطابق وہ حکم ربانی یہ تھا: [۳]

''یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۝۶۷''

---

[۱] مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء)، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبع ہشتم ۱۳۸۸ ہجری ۱۹۶۹ء حصہ دوم ص ۱۶۷

[۲] شیخ مفید علیہ رحمۃ (متوفی ۱۰۲۲ء)، ارشاد، ص ۷۹

[۳] سورۃ المائدۃ، آیت ۶۷

Presented by Ziaraat.Com

(اے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جو کچھ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پروردگار کی طرف سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اُتارا گیا ہے۔ اُسے (لوگوں تک) پہنچا دیجیے اور اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایسا نہ کیا تو (پھر یہ سمجھا جائے گا کہ) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اُس کا کوئی پیغام پہنچایا ہی نہیں۔ اور اللہ لوگوں (کے شر) سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حفاظت کرے گا، بے شک خدا کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔)

شیخ مفید علیہ رحمۃ فرماتے ہیں، ''اس آیت کے الفاظ سے بھی خود ظاہر ہے اور روایت بھی بتاتی ہے کہ یہ حکم پہلے آچکا تھا مگر اس کی تبلیغ کے لئے اس سے پہلے وقت مقرر نہ ہوا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اعلان میں تاخیر فرمائی اس انتظار میں کہ موقع ایسا ساز گار ہو کہ اُس میں اختلاف زیادہ پیدا نہ ہو اور اب یہ جگہ آگئی، جہاں اللہ کو علم تھا اور دُنیا پر بعد میں یہ حقیقت ثابت ہوئی کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ سے آگے بڑھ جائیں اور قافلہ روانہ ہو جائے تو پھر راستے بدل جائیں گے اور اتنا بڑا مجمع پھر کبھی پیغمبرِ خدا کو فراہم نہیں ہو سکتا، تو اب خالق کی جانب سے یہ حکم تاکیدی آیا تا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس حکم ربانی کو سُن لیں اور حجت تمام خلق پر زیادہ سے زیادہ تمام ہو جائے۔ اس حکم محکم کے ورود سے مجبور ہو کر بلا توقف حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرکب سے اُتر پڑے اور لازماً مسلمانوں کو بھی اُترنا پڑا۔ اُس وقت گرمی نہایت سخت تھی۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ چھوٹے چھوٹے درخت جو وہاں ہیں وہ اکھاڑ دیئے جائیں تا کہ زمین صاف ہو جائے۔ پھر پالانہائے شتر کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک طرح کا منبر وہاں بنوایا اور اب اعلان ہوا، ''الصلوٰۃ جامعۃ'' یعنی نماز جماعت میں سب آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہوں۔ مجبوراً سب مسلمان سمٹ کر اکٹھا ہو گئے جبکہ ریگ صحرا کی تپش کا یہ عالم تھا کہ عبائیں یا چادریں پیروں سے لپیٹ لی گئیں تھیں۔''[۱]

اعلان سے قبل، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے کر اُس مصنوعی منبر کی چوٹی

---

[۱] شیخ مفید علیہ رحمۃ، ارشاد، ص ۸۱۔ علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۹۴

Presented by Ziaraat.Com

پر تشریف لے گئے اور اُنہیں اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور ایک بسیط خطبہ ارشاد فرمایا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور علامہ طبرسی علیہ الرحمۃ اس خطبہ میں سے چند خاص فقرے یوں نقل کرتے ہیں:

''حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد وثنا ادا فرمائی اور موعظہ ونصیحت کے ساتھ اُمت کو اپنی وفات کی خبر سنائی اور فرمایا مجھے دعوتِ حق آ گئی ہے اور قریب ہے وہ وقت کہ میں اس پر لبیک کہوں، اب تمہاری نظروں سے اوجھل ہونے کا میرا وقت آ گیا ہے اور میں تم میں چھوڑے جاتا ہوں وہ کہ جس سے تم اگر تمسک رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، (اور وہ ہیں) اللہ کی کتاب اور میری عترت، جو میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بآوازِ بلند فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں پر تم سے زیادہ بااختیار ہونے کا حق نہیں رکھتا؟ سب نے کہا کیوں نہیں۔ بس اس سے ربط دے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس عالم میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اُونچا کیا اتنا کہ دونوں کی سفیدی زیرِ بغل نموط ہوئی اور فرمایا، اچھا تو جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی (علیہ السلام) مولا ہے۔ خداوندا! دوست رکھ اُسے جو اِس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُسے جو اِسے دشمن رکھے اور مدد کر اُس کی جو اِس کی مدد کرے اور بے مددگار چھوڑ اُسے جو اِسے بے مددگار چھوڑے۔ پھر منبر سے اُترے اور یہ عین دوپہر کا وقت تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی اور اب زوالِ آفتاب ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موذن نے نمازِ ظہر کی اذان دی جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خیمے میں بیٹھے اور حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ ایک خیمہ میں جو سامنے لگایا گیا تھا، بیٹھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ ایک ایک کر کے آپ کے پاس جائیں اور امامت کی مبارکباد دیں اور امیر المومنین کہہ کر سلام کریں، چنانچہ اُس دن سب نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج اور تمام مسلمان خواتین کو حکم دیا کہ وہ سب بھی علی علیہ السلام کے پاس آئیں اور اُنہیں امیر المومنین کہہ کر سلام کریں چنانچہ اُن سب نے بھی اس

Presented by Ziaraat.Com

پر عمل کیا اور جنہوں نے اس میں کافی طول کلام سے کام لیا حضرت علی علیہ السلام کو اِس منصب پر مبارکباد دینے میں وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے اور اُنہوں نے اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور منجملہ اس کے جو کہا تھا یہ تھا کہ مبارک ہو مبارک اے علی علیہ السلام! کہ آپ میرے اور ہر صاحب ایمان مرد اور صاحب ایمان عورت کے ''مولیٰ'' ہو گئے اور حسانؓ بن ثابت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیتے ہیں کہ میں اس موقع پر کچھ ایسا کہوں جسے اللہ پسند کرتا ہو؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے حسان! بسم اللہ اُٹھو۔ چنانچہ وہ ایک اُونچے حصّہ پر زمین کے کھڑے ہوئے اور تمام مسلمانوں نے گردنیں بلند کیں اُن کے کلام کے سُننے کے لئے تو اُنہوں نے اشعار پڑھنا شروع کئے جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اُنہیں غدیر کے دن اُن کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکار رہے تھے مقام خم پر اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کانوں تک آواز پہنچانے والا کوئی ہو سکتا ہے اور فرمایا بتاؤ تمہارا مولیٰ اور ولی کون ہے؟ تو سب بول اُٹھے اور کسی نے اُس وقت دشمنی ظاہر نہیں کی کہ خدا ہمارا مولیٰ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ولی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کسی کو آج نافرمانی کرنے والا نہیں پائیں گے تو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے کہا کہ کھڑے ہو اے علی علیہ السلام! کہ میں اپنے بعد تمہارے امام اور راہنما ہونے کو پسند کرتا ہوں، تو جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا یہ علی ولی ہے تو تم سب رہو ان کے لئے مددگار اور موافقت رکھنے والے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا کہ کہ خداوندا! اس کے دوست کو تُو دوست رکھ اور جو علی علیہ السلام کو دشمن رکھے اُس کا تُو دشمن ہو۔''

اس پر حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا، اے حسانؓ! ہمیشہ رُوح القدس کے ذریعہ سے تمہاری تائید ہوتی رہے گی جب تک تم اپنی زبان سے ہماری مدد کرتے رہو گے اور حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس جگہ سے ہٹے نہیں یہاں تک کہ یہ آیت اُتری:[1]

---

[1] سورۃ المائدۃ، آیت ۳

Presented by Ziaraat.Com

’’ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط ‘‘

(آج میں نے تمہارے لئے دِین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کر لیا ہے۔)

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ’’اللہ کا شکر ہے دِین کے مکمل ہونے اور نعمت کے پورے ہونے اور پروردگار کے میری رسالت اور علی (علیہ السلام) کی میرے بعد ولایت سے راضی ہونے پر۔[1]

علی علیہ السلام کی جانشینی کا اعلان اہل سُنت کی نظر میں

اہلسنت کے مشہور محدث و مؤرخ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حجۃ الوداع سے) واپسی کے وقت اثنائے راہ میں جب منزل غدیر خم پہنچے جو کہ جحفہ کے نواح میں مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان واقع ہے تو روئے انور صحابہ کی طرف کر کے فرمایا، ’’کیا تم نہیں جانتے کہ میں مسلمانوں میں اُن کی جانوں سے زیادہ قریب و محبوب ہوں؟‘‘ جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ نبی مسلمانوں میں اُن کی جانوں سے زیادہ قریب و محبوب ہیں۔ بروایتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ تین مرتبہ دُہرائے۔ تمام صحابہ نے عرض کیا، ’’درست ہے، کیوں نہیں؟ بلاشبہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام مسلمانوں کی جانوں سے قریب اور محبوب تر ہیں۔‘‘ پھر فرمایا، ’’آگاہ ہو جاؤ! میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جو ایک دوسرے سے بزرگ تر ہیں۔ ایک قرآن کریم اور دوسری میری اہلبیت (علیہم السلام)، دیکھو! میرے بعد اِن دونوں میں احتیاط کرنا کہ کس طرح تم اِن سے سلوک کرتے ہو اور کیسے اِن کے حقوق ادا کرتے ہو۔ یہ دونوں میرے بعد ایک دوسرے سے کبھی جُدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ تم حوضِ کوثر کے

---

[1] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۹۴۔ شیخ مفید علیہ رحمۃ، ارشاد، ص ۸۱۔
علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰

Presented by Ziaraat.Com

کنارے مجھ سے ملو۔ اس کے بعد فرمایا حق تبارک وتعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں تمام مسلمانوں کا مولیٰ ہوں۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، ''اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَّوْلَاہُ'' (اے خدا! جس کا میں مولیٰ ہوں یہ علی (علیہ السلام) اُس کے مولیٰ ہیں)۔ ''اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ'' (اے خدا! تو بھی اُسے دوست رکھ جو اِن کو دوست رکھے)۔ ''وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ'' (اور دشمن رکھ اُسے جو اِن سے دشمنی کرے)۔ ایک روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے، ''وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ'' (مدد کر اُس کی جو علی (علیہ السلام) کی مدد کی اور ذلیل کر اُسے جو اِسے کو چھوڑ دے) ''وَاَدِرِ الْحَقَّ حَیْثُ دَارَ'' (اور حق کو اُدھر اُدھر لے جا جدھر جدھر یہ (علی علیہ السلام) جاتا ہے)، یعنی حق کو اُسی طرف کر جس طرف علی علیہ السلام ہوں۔ مروی ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ملاقات کی اور کہا، ''اے ابن ابی طالب! مبارک ہو اور خوشی ہو کہ صبح وشام اس حال میں تم کرتے ہو کہ ہر مرد وزن مومن کے تم مولیٰ ہو۔'' اس حدیث کو اہلسنت کے امام احمد نے حضرت براءؓ ابن عازب اور زیدؓ بن ارقم سے روایت کیا ہے۔ [1] اور ابن اثیر جزری نے ''اسد الغابۃ'' میں روایت کیا ہے۔ [2]

علامہ واحدی ابوالحسن علی بن احمد نیشاپوری نے اپنی مشہور ومعروف کتاب ''اسباب النزول'' میں جو کہ صحیح معنی میں تاریخ تنزیل آیات قرآنی ہے، ابوسعید خُدریؓ کی روایت یوں درج کی ہے کہ یہ آیت، ''اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کر دیجئے اُس کی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردگار کی طرف سے اُترا ہے''، غدیر خم والے دن حضرت علی بن ابی طالب (علیہ السلام) کے بارے میں نازل ہوئی۔ [3]

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۶۷ ۴ بحوالہ کذافی مشکوٰۃ

[2] علی بن محمد ابن اثیر الجزری (متوفی ۸۳۸ھ)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۴ ص ۲۸

[3] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۹۹ بحوالہ اسباب التنزیل مطبوعہ مصر ۱۳۱۵ ہجری، ص ۱۵۰

Presented by Ziaraat.Com

حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور تفسیر ''دُر منثور فی التفسیر بالماثور'' میں اور اہل حدیث کے بہت بڑے عالم اور مفسر محمد بن علی بن محمد شوکانی نے اپنی تفسیر ''فتح القدیر'' میں اور ہندوستان کے مشہور عالم اہل حدیث نواب صدیق حسن خان قنوجی نے اپنی تفسیر ''فتح البیان فی مقاصد القرآن'' میں جو متفقہ الفاظ درج کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

''ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابوسعید خُدری کی زبانی بیان کیا ہے کہ یہ آیت [1]

''یٰٓاَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾''

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی غدیر خم کے دن علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کے بارے میں اور ابن مردویہ نے ابن مسعود کی زبانی نقل کیا ہے کہ ہم لوگ جب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اس آیت کو پڑھتے تھے (تو) اس فقرہ کے ساتھ (پڑھتے تھے) کہ ''جو اللہ کی طرف سے اُتارا گیا ہے'' (وہ) علی علیہ السلام (ہے جو) مومنین کا مولا ہے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس کی رسالت کچھ پہنچائی ہی نہیں اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔ [2] (نوٹ: اس روایت میں بریکٹ میں دیے گئے الفاظ روایت کا حصہ نہیں ہیں بلکہ انہیں ہم نے خود شامل کیا ہے تاکہ بات سمجھ میں آسکے۔ مؤلف)

امام ولی الدین محمد بن محمد بن عبداللہ الخطیب العربی نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' جو عموماً مشکوٰۃ شریف کہلاتی ہے، میں جو روایت درج کی ہے وہ اس طرح ہے، ''زید بن ارقم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکّہ اور مدینہ کے درمیان خطبہ دینے کے لئے سواری سے

---

[1] سورۃ المائدۃ، آیت ۶۷

[2] جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ ہجری)، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج ۲ ص ۲۹۸۔

محمد بن علی بن محمد شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ ہجری)، فتح القدیر، جلد ۲ ص ۶۰۔

نواب صدیق حسن خان قنوجی، فتح البیان فی مقاصد القرآن، ص ۱۹

Presented by Ziaraat.Com

اُترے اور حمد وثنائے اللہ بجالائے۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،''اے لوگو! میں بس ایک انسان ہوں، بہت نزدیک ہے وہ دن کہ میرے پروردگار کا پیغام آجائے اور میں لبیک کہوں بلاشبہ میں تم میں دوگرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں، پہلی ان میں سے اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے تو اللہ کی کتاب کو لو اور اس سے تمسک کرو'' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب اللہ پر عمل کی ترغیب دی اور اس پر بہت زور دیا۔ پھر فرمایا،''میں تمہیں اپنے اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں، (پھر کہا) اپنے اہلبیت علیہم السلام کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔''[۱]

مولانا شبلی نعمانی صاحب نے صحیح بخاری و ترمذی کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے،''اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے (موت کو) قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے، خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز میرے اہل بیت (علیہم السلام) ہیں۔ میں اپنے اہل بیت (علیہم السلام) کے بارے میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں (آخری جملہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دفعہ دہرایا۔(یہ صحیح مسلم، مناقب حضرت علی علیہ السلام کی روایت ہے) اور نسائی، مسند امام احمد، ترمذی، طبرانی، طبری، حاکم وغیرہ میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علی (علیہ السلام) کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔[۲]

شاہ معین الدین احمد ندوی صاحب جو کہ مولانا شبلی نعمانی صاحب کے شاگرد رشید ہیں، صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الفضائل باب علی (علیہ السلام) کو ماخذ قرار دے کر لکھتے ہیں،''مدینہ کی طرف کوچ فرمایا اور راستہ میں مقام خم غدیر میں ایک مختصر خطبہ دیا،''حمد وثناء کے بعد (فرمایا)، اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے خدا کا فرشتہ آئے اور مجھے اُس کی دعوت قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان

---

[۱] امام ولی الدین محمد بن محمد بن عبداللہ الخطیب العربی (متوفی ۷۴۳ ہجری)، مشکوٰۃ المصابیح

[۲] مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء)، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حصہ دوم صفحہ ۱۶۸

Presented by Ziaraat.Com

دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے۔خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز میرے اہل بیت (علیہم السلام) ہیں۔اپنے اہل بیت (علیہم السلام) کے بارے میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں۔"[1]

اہلسنت کے مشہور و معروف عالم دین اور محقق ڈاکٹر علامہ طاہر القادری صاحب اپنی مشہور کتاب "السیف الجلی علیٰ منکر ولایت علی علیہ السلام (اعلان غدیر)" جس کا موضوع ہی مقام غدیر پر کیا جانے والا اعلانِ ولایت علی علیہ السلام ہے، کے مقدمہ میں لکھتے ہیں، "آج ۱۸ ذی الحج ہے، جس دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مدینہ طیبہ واپسی کے دوران غدیر خم کے مقام پر قیام فرمایا اور صحابہ کرامؓ کے ہجوم میں سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا ہاتھ اُٹھا کر اعلان فرمایا، "مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاہُ فَعَلِیٌّ مَّوۡلَاہُ" (جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی (علیہ السلام) مولا ہے)۔ یہ اعلانِ ولایتِ علی (علیہ السلام) جس کا اطلاق قیامت تک جملہ اہلِ ایمان پر ہوتا ہے اور جس سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جو ولایتِ علی (علیہ السلام) کا منکر ہے وہ ولایتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے۔ اس عاجز نے محسوس کیا کہ اس مسئلہ پر بعض لوگ بوجہ جہالت متردّد رہتے ہیں اور بعض لوگ بوجہ عناد و تعصب، سو یہ تردّد اور انکار اُمت میں تفرقہ و انتشار میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے۔ اندریں حالات میں نے ضروری سمجھا کہ مسئلہ ولایت و امامت پر دو رسالے تالیف کروں، ایک بعنوان "السیف الجلی علیٰ منکر ولایۃ علی (علیہ السلام) اور دوسرا بعنوان "القول المعتبر فی الامام المنتظر (علیہ السلام)"۔ پہلے رسالے کے ذریعے فاتحِ ولایت حضرت امام علی علیہ السلام کے مقام کو واضح کروں اور دوسرے رسالہ کے ذریعے خاتمِ ولایت حضرت امام مہدی علیہ السلام کا بیان کروں تاکہ جملہ شبہات کا اِزالہ ہو اور یہ حقیقت خواص و عوام سب تک پہنچ سکے کہ ولایتِ علی علیہ السلام اور ولایت مہدی علیہ السلام اہل سنت و جماعت کی معتبر کتبِ احادیث میں روایاتِ متواترہ

---

[1] شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام حصّہ اوّل، ص ۱۱۱

Presented by Ziaraat.Com

سے ثابت ہے۔ میں نے پہلے رسالہ میں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکیاون (۵۱) روایات پوری تحقیق وتخریج کے ساتھ درج کی ہیں۔ اس عدد کی وجہ یہ ہے کہ میں نے امسال اپنی عمر کے ۵۱ برس مکمل کئے ہیں، اس لئے حصولِ برکت اور اکتسابِ خیر کے لئے عاجزانہ طور پر عددی نسبت کا وسیلہ اختیار کیا ہے تاکہ بارگاہِ علی المرتضیٰ (علیہ السلام) میں اس حقیر کا نذرانہ شرفِ قبولیت پاسکے۔ [۱]

ملا علی متقی کی کنز العمال میں ایک ہی مضمون کے تین جملے مختلف راویوں کی زبانی ہیں اور مشہور الفاظ یہ ہیں، ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَّوْلَاہُ'' اور یہی حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھے ہیں۔ [۲]

''مُسند'' میں امام احمد بن حنبل نے اور ابن اثیر جزری نے ''اسد الغابۃ'' میں متعدد مواقع پر درج کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کوفہ کے مقام رحبہ میں، جہاں ظاہر ہے کہ تمام اصحابِ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود بھی نہ تھے بلکہ صرف وہی تھے جو اتفاق سے عراق پہنچے گئے تھے اور اُس وقت اُس مقام پر موجود تھے، اس واقعہ کی چشم دید گواہیاں طلب کیں کہ جس نے اپنے کان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غدیر خم میں یہ الفاظ فرماتے ہوئے سنا ہے وہ گواہی دیں، تو بارہ افراد ایسے صحابہ میں سے جو جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے، کھڑے ہو گئے اور اُنہوں نے اعلان کیا کہ ہم نے اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ الفاظ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ [۳]

مشکوٰۃ میں ہے، ''فرمایا تین مرتبہ کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میں تمام مومنوں پر خود اُن سے زیادہ اختیارات رکھتا ہوں؟ سب نے کہا کہ ہم جانتے ہیں، تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی (علیہ السلام) مولا ہے۔ [۴]

---

[۱] ڈاکٹر محمد طاہر القادری، السیف الجلی علیٰ منکر ولایت علی علیہ السلام (اعلان غدیر) ص ۵

[۲] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۵۰۵ بحوالہ کنز العمال، ج ۱۲ ص ۲۰۲

[۳] مسند احمد، ج ۱ ص ۱۹۵، ۹۶۱۔ علی بن محمد ابن اثیر الجزری (متوفی ۸۳۸ھ)، اسد الغابۃ ج ۴ ص ۲۸

[۴] مشکواۃ مطبوعہ دمشق ج ۳ ص ۳۰

Presented by Ziaraat.Com

غدیر خم کے بعد بھی اہلبیت علیہم السلام کے بارے میں تاکید

اہل بیت اطہار علیہم السلام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف غدیر خم کے خطبہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُس کے بعد بھی تا رِحلت مختلف مواقع پر مسلمانوں کو تاکید و نصیحت اور وصیّت فرماتے رہے۔

شیخ مفیدؒ اور شیخ طوسیؒ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ زمانۂ رِحلت قریب ہے تو ہمیشہ خطبہ ہائے بلیغ فرماتے، لوگوں کو اپنے احکام سے روگردانی اور اپنے بعد فتنہ وفساد برپا کرنے سے منع فرماتے، ڈراتے اور وصیّت فرماتے، ''اے لوگو! میرے طریقہ اور میری سنت سے دستبردار نہ ہوجانا، دینِ خدا میں بدعت نہ کرنا، میری عترت و اہل بیت (علیہم السلام) کی اطاعت و نصرت کرنا، ان سے موافق رہنا اور ان کی مخالفت نہ کرنا اور مرتد نہ ہوجانا۔'' اور مکرر ارشاد فرماتے، ''اے لوگو! میں تم سے پہلے جارہا ہوں، تم حوضِ کوثر پر میرے پاس آؤ گے اور میں تم سے سوال کروں گا کہ تم نے اُن دو بزرگ چیزوں یعنی کتابِ خدا اور میری عترت و اہل بیت (علیہم السلام) کے ساتھ کیا سلوک کیا جن کو میں (تمہارے درمیان) چھوڑ آیا تھا۔ پس تم سوچو اور غور وفکر کرو کہ کس طرح ان دونوں سے برتاؤ کرو گے؟ بتحقیق خداوند لطیف وخبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں چیزیں جُدا نہ ہوں گی جب تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ آجائیں۔ اِن دونوں کو میں تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں، میرے اہل بیت (علیہم السلام) پر سبقت نہ کرنا اور اِن سے پراگندہ نہ ہونا، اِن کے حق میں تقصیر نہ کرنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور کوئی چیز اِن کو تعلیم نہ کرنا کہ یہ تم سے زیادہ دانا ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے بعد میرے دین سے منحرف ہوجاؤ، کافر بن جاؤ اور ایک دوسرے پر تلوار کھینچو۔ اے لوگو! جان لو کہ علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) میرا چچازاد بھائی اور میرا وصی ہے۔ وہ تاویل قرآن پر قتال کرے گا جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر کیا۔''[۱]

---

[۱] علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۰۹، ۱۱۰

Presented by Ziaraat.Com

سنہ ۱۱ ہجری

مدینہ کی طرف واپسی اور سریہ اسامہ بن زید حارثہ

(۲۶ صفر ۱۱ ہجری)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب نے ''مدارج النبوت'' میں اس سریہ کے بارے میں تفصیلاً ذِکرکیا ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ آخری سریہ جیش حضرت اسامہ بن زیدؓ کا تھا۔ اس لشکر کو پیر کے دن ۲۶ صفر ۱۱ ہجری میں روم کی طرف کوچ کا حکم ہوا جہاں اُن کے والد کی شہادت گاہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسامہؓ کو، جن کی عمر صرف اٹھارہ، انیس یا بیس سال تھی، لشکر کا امیر بنایا اور جلد روانہ ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ اس دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علیل ہو گئے۔ اگلے دن علالت کے باوجود اپنے دستِ مبارک سے علم تیار کیا اور فرمایا کہ بسم اللہ کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور خدا کے کافروں سے قتال کرو۔ حضرت اسامہؓ نے علم لیا اور روانہ ہو گئے، مدینہ کے قریب مقام جرف میں پڑاؤ کیا تا کہ لشکر اسلام مجتمع ہو جائے۔ دربارِ رسالت سے یہ حکم عالی صادر ہوا کہ اعیان مہاجرین و انصار مثلاً حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن الجراح وغیرہ سوائے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے حضرت اسامہؓ کے ہمراہ جائیں، (یعنی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اُس لشکر کے ساتھ نہیں بھیجا۔ حضرت اسامہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے مطابق لشکر گاہ گئے اور کوچ کا حکم دیا۔ ابھی خود سوار ہو رہے تھے کہ اُن کی والدہ اُمّ ایمن نے پیغام بھیجا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نزع کے عالم میں ہیں۔ اُسامہ لوٹ آئے، اشراف صحابہ بھی واپس آ گئے جبکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ پہلے ہی مدینہ منورہ میں تھے۔[۱]

اس واقعہ میں کئی اہم پہلو دعوتِ فکر دیتے ہیں، مثلاً:

Presented by Ziaraat.Com

ا۔ شدید علالت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس لشکر کو روم کی طرف کیوں روانہ فرما رہے تھے اور لشکر کے جلد از جلد کوچ کر جانے پر کیوں مُصر تھے؟

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کو بھی لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم دیا مگر حضرت علی علیہ السلام جیسے جری مجاہدِ اسلام کو روک لیا۔ اگر وہ جنگ اتنی اہم تھی جس کے لئے لشکرِ اسلام کو جلد از جلد کوچ کا حکم دیا جا رہا تھا تو ایسی جنگ میں شیرِ خدا کی شمولیت تو ضروری ہونا چاہیے تھی پھر اُن کو مدینہ میں ہی روک لینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا حکمت نہاں تھی؟

۳۔ حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ جیسے تجربہ کار صحابہ کے ہوتے ہوئے ایک نوعمر وکمسن کو لشکر کا امیر بنانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا مصلحت تھی؟

علامہ باقر مجلسیؒ صاحب ''جلاء العیون'' میں لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کوئی علی ابن ابی طالب سے (علیہ السلام) مخالفت ومنازعت نہ کرے اور خلافتِ جناب امیر علیہ السلام مُستقر اور محکم ہو جائے۔ پس لوگوں کو باہر جانے پر اصرار فرماتے تھے اور اسامہ کو حکم دیا کہ ''جرف'' میں جائے اور وہاں پہنچ کر توقف کرے تاکہ لشکری وہاں آکر جمع ہو جائیں اور ایک جماعت کو مقرر فرمایا کہ لوگوں کو نکال دیں (یعنی مدینہ سے نکال کر لشکر کے ساتھ روانہ کریں)۔ پس اسی حالت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرضِ موت طاری ہوا۔[۱]

شیخ مفید علیہ رحمۃ لکھتے ہیں، ''یہ اس لئے تھا کہ مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت کوئی ایسا شخص نہ رہے جو اُمت کی سربراہی میں اختلاف کرے اور جو خود لوگوں کے آگے ہونے کی اپنے لئے توقع رکھتا ہو اور اس طرح اُس شخص کے لئے جسے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنا جانشین بنایا ہے مقصد کی تکمیل ہو جائے اور اُس کے حق کے بارے میں کوئی نزاع کرنے والا نزاع نہ کرے۔''[۲]

---

[۱] علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون، جلد ۱

[۲] شیخ مفید (متوفی ۱۰۲۲ء)، ارشاد، صفحہ ۸۴

Presented by Ziaraat.Com

علامہ طبرسی لکھتے ہیں، ''حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ صرف اس لئے کیا کہ مدینہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت کوئی ایسا شخص نہ رہے جو امامت میں اختلاف کرے یا خود امیر بننے کا خواہشمند ہو اور اس طرح جو اس کا حق دار ہے اُس کے لئے یہ امر پایہ تکمیل تک پہنچے۔'' [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت اور آخری ایامِ حیات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم میں ہی مسلمانوں کو آگاہ فرما چکے تھے کہ بہت نزدیک ہے وہ دن کہ میرے پروردگار کا پیغام آجائے اور میں لبیک کہوں چنانچہ غدیر سے واپسی پر ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہو گئے تھے اور بیماری رفتہ رفتہ بڑھتی چلی گئی۔ ماہِ صفر کے آخری دنوں میں اس کا غلبہ زیادہ ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندازہ فرمایا کہ اب جسمانی طاقت زیادہ دیر ساتھ نہ دے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ بہ جنّت ُالبقیع

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نازک حالت مشاہدہ فرمائی تو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بقیع کی طرف متوجہ ہوئے۔ اکثر اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ مردگانِ بقیع پر استغفار کروں چنانچہ جب بقیع میں پہنچے تو ارشاد فرمایا، ''السّلامُ علیکم اے اہل قبور! تم کو وہ حالت گوارا ہو جس میں تم نے صبح کی اور اس فتنہ وفساد سے نجات پائی جو لوگوں کو درپیش ہے۔ بتحقیق کہ مانند پارہ ہائے شب تار فساد و فتنہ ہائے عظیم نے لوگوں کی جانب رخ کیا ہے۔'' یہ فرما کر دیر تک اہل بقیع کے لئے طلب مغفرت کی۔ [۲]

حضرت علی علیہ السلام کو وصال سے متعلق وصیّت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقیع میں اہل قبور کے لیے دُعا سے فارغ ہو کر حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا

---

[۱] علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوریٰ

[۲] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون، ج ا ص ۱۱۰

Presented by Ziaraat.Com

مجھے لگتا ہے کہ میرا وقت وفات قریب ہے۔ پھر فرمایا یا علی! حق تعالیٰ نے مجھے خزانہ ہائے دُنیا پر مخیر فرمایا ہے کہ میں چاہوں تو ہمیشہ دُنیا میں رہوں یا چاہوں تو بہشت میں رہوں، مگر میں نے لِقائے پروردگار (دیدارِ خدا) کو اختیار کیا ہے۔ جب میں انتقال کروں تو تم میرے ستر کو ڈھانپ دینا کیونکہ جس کی نظر پڑ جائے گی وہ اندھا ہو جائے گا۔ یہ فرما کر بجانب منزل مراجعت فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا۔ تیسرے روز مسجد میں تشریف لائے۔ نقاہت کی وجہ سے چلنے میں دشواری کا سامنا تھا اس لیے دایاں ہاتھ دوشِ جناب علی علیہ السلام پر اور بایاں ہاتھ حضرت فضل بن عباسؓ کے کندھے پر تھا۔ یہاں تک کہ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے منبر پر تشریف فرما ہونے کے بعد فرمایا، ''اے گروہِ مردم! اب وہ وقت قریب ہے کہ میں تم سے رخصت ہو جاؤں۔ جس کسی کا مجھ سے کوئی عہد ہو وہ آئے اور مجھ سے لے لے اور جس کسی کا کوئی قرض میرے ذمہ ہو وہ مجھ سے وصول کر لے۔ اے گروہِ انسان! کسی متنفس اور خدا کے درمیان سوائے اللہ کی بندگی کے عمل کے، کوئی وسیلہ نہیں جس کے سبب سے کوئی عمل خیر واقع ہو یا کوئی شر اس سے دفع ہو۔ اے لوگو! کوئی مدعی یہ دعویٰ نہ کرے کہ وہ بغیر عمل کے رہائی پائے گا اور کوئی یہ آرزو نہ کرے کہ بغیر اللہ کی بندگی کے وہ رضائے الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں اُس خدا کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ نیک عمل اور رحمت حق تعالیٰ سے عذاب الٰہی سے نجات ہے اور معصیت سے جہنم ہے۔ خداوندا! میں نے تیری رسالت پہنچا دی۔'' یہ فرمایا اور منبر سے نیچے تشریف لائے۔ پھر لوگوں کے ساتھ بسہولت نماز ادا فرمائی اور حضرت اُمّ سلمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں ایک یا دو روز رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر لے گئیں۔[2]

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۰

[2] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۰

Presented by Ziaraat.Com

واقعہ قصاص

گمان ہے کہ واقعہ قصاص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مندرجہ بالا خطبہ کے دوران ہی پیش آیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس خطبہ کے دوران فرمایا کہ اے لوگو! اب وہ وقت قریب ہے کہ میں تم سے رخصت ہو جاؤں۔ جس کسی کا مجھ سے کوئی عہد ہو وہ آئے اور مجھ سے لے لے اور جس کسی کا کوئی قرض میرے ذمہ ہو وہ مجھ سے وصول کر لے۔ (''جلاء العیون'' میں یہ واقعہ کسی اور مقام پر درج ہے لیکن واقعاتی تسلسل قائم کرنے کے لئے ہم اسے یہاں پر شامل کر رہے ہیں۔ مؤلف)

چنانچہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کو میری مسجد میں جمع کرو۔ جب لوگ جمع ہوئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لائے۔ سر پر عمامہ مبارک رکھے ہوئے منبر پر گئے اور حمد و ثنائے الٰہی بجالائے۔ پھر فرمایا، ''اے گروہ اصحاب! میں تمہارے لئے کیسا پیغمبر تھا؟ کیا میں نے تمہارے واسطے جہاد نہیں کیا؟ کیا میری پیشانی کو تم نے خاک آلود نہیں کیا؟ کیا میرے مُنہ پر تم نے خون نہیں بہایا یہاں تک کہ میری داڑھی رنگین ہوگئی؟ کیا میں اپنی قوم کے ہاتھوں شدتوں اور سختیوں کا متحمل نہیں ہوا؟'' کیا میں نے اپنی اُمت کی رعایت کے لئے بھوک میں پیٹ پر پتھر نہیں باندھا؟'' اصحاب نے کہا، ''ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کے واسطے صبر کرنے والے اور برائیوں سے منع کرنے والے تھے۔ حق تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر دے۔'' حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''خدا تم کو بھی جزائے خیر دے۔'' پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی ظالم کا ظلم نہ چل سکے گا لہٰذا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ جس کسی پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے کوئی ظلم ہوا ہو وہ اُٹھ کھڑا ہو اور مجھ سے قصاص لے لے کہ قصاصِ دنیا میرے نزدیک قصاصِ عقبیٰ سے، جو گروہِ ملائکہ اور انبیاء کے سامنے ہوگا، زیادہ بہتر اور محبوب تر ہے۔'' یہ سُن کر ایک شخص، جس کا نام سوادا بن قیس تھا، سب سے پیچھے سے اُٹھا اور کہا، ''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہوں

Presented by Ziaraat.Com

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے تشریف لائے تھے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کو آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقۂ غضبا پر سوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں عصائے ممشوق تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُونٹ کو مارنے کے لئے عصا بلند کیا تو وہ میرے پیٹ پر لگا۔ معلوم نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمداً مارا یا سہواً۔" حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "معاذ اللہ اگر میں نے عمداً ایسا کیا ہو۔" پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال! فاطمہ (علیہا السلام) کے گھر جا اور وہی عصا لے آ۔ جب بلال رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر آئے تو بازار میں منادی کی کہ اے لوگو! کون ہے جو روزِ قیامت سے پہلے اپنے نفس کو قصاص کے لئے پیش کرے؟ اِس وقت رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قیامت سے پہلے اپنا قصاص ادا کرنا چاہتے ہیں۔ پھر وہ سیّدۃ النساء علیہا السلام کے دروازہ پر پہنچے، دستک دی اور کہا، "یا جناب فاطمہ علیہا السلام! حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا عصائے ممشوق طلب فرماتے ہیں۔" جناب سیّدہ علیہا السلام نے فرمایا، "اے بلال! آج تو عصا کا کوئی کام نہیں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں طلب فرمایا ہے؟" بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، "یا فاطمہ علیہا السلام! آپ نہیں جانتیں کہ آپ کے پدرِ بزرگوار منبر پر تشریف رکھتے ہیں اور تمام لوگوں کو وداع فرما رہے ہیں۔" جب جناب سیّدہ علیہا السلام نے یہ سُنا تو فریاد کناں ہوئیں اور فرمایا، "اے پدرِ بزرگوار! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم واندوہ پر میرا دل فِگار اور اندوہ گیں ہے۔ اے حبیبِ خدا و محبوبِ قلوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد فقیروں، محتاجوں، بیچاروں اور غریبوں کی خبر کون لے گا؟ اور یہ لوگ کس سے پناہ مانگیں گے؟" پس بلال رضی اللہ عنہ عصا لے کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصا لیا اور فرمایا، "وہ مردِ پیر کہاں ہے؟" اُس نے کہا، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان، میں حاضر ہوں۔" حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "مجھ سے قصاص لے، کہ تُو راضی ہو۔" اُس شخص نے کہا، "یا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنا شکم کھولئے۔" جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا شکم اقدس کھولا تو اُس نے کہا، "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں، اجازت دیجئے کہ میں اپنا مُنہ

Presented by Ziaraat.Com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم مبارک پر رکھوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی تو اُس نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم اطہر کو بوسہ دیا اور کہا، "میں آتشِ جہنم سے بروزِ قیامت پناہ مانگتا ہوں۔" رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "خداوندا! جس طرح سوادہ نے تیرے پیغمبر کو عفو کیا تو بھی اسے عفو کر۔" یہ فرما کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اُترے اور حضرت اُمّ سلمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "الٰہی! میری اُمت کو آتشِ جہنم سے محفوظ رکھنا اور ان پر روزِ جزا حساب کو آسان فرمانا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے کہا، "یا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ متغیر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جبرائیل (علیہ السلام) نے اس وقت مجھے خبرِ مرگ پہنچائی ہے۔ پس تم پر سلام ہو کہ دُنیا میں اس دن کے بعد پھر آوازِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ سنو گی۔" حضرت اُمّ سلمہؓ نے جب یہ وحشت اثر خبر سُنی تو چلائیں اور کہا، "واحسرتا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسا رنج والم مجھے ہُوا ہے کہ میں جس کا تدارک نہیں کر سکتی۔" تب نبی گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لختِ جگر جناب سیّدہ علیہا السلام کی صدائے غم سنی، آنکھیں کھولیں اور فرمایا، "اے دخترِ گرامی! بہت جلد تم سے جُدائی ہوتی ہے اور تجھے وداع کرتا ہوں، اے بیٹی! تجھ پر سلام۔" یہ خبر جناب سیّدہ علیہا السلام کے دِل پر بجلی بن کر گری۔

شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُمِ سلمہؓ کے گھر ایک یا دو روز ہی قیام فرمایا تھا کہ حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر لے گئیں۔ [2]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۴۵

[2] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۱

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے آئے تھے۔ مرض میں شدت آ گئی تھی اس کے باوجود حضرت بلال رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لینے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت ضعف و ناتوانی سے قدم اُٹھاتے ہوئے چل دیے اور اس طرح مسجد پہنچے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ہاتھ جناب علی علیہ السلام کے کندھے پر اور دوسرا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے کندھے پر تھا۔ جب محراب کے قریب تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کرادی ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک سے اشارہ فرما کر اُنہیں پیچھے بلایا اور خود داخل محراب ہوئے اور دوبارہ نماز پڑھائی۔

نماز کے بعد گھر تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو طلب کیا اور فرمایا کہ کیا میں نے تم کو حکم نہیں دیا تھا کہ اُسامہ کے لشکر کے ساتھ جاؤ؟ سب نے اقرار کیا اور کہا کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو یہ حکم دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم نے میرے حکم کی اطاعت کیوں نہیں کی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گیا تھا لیکن اس لئے لوٹ آیا کہ اپنا عہد تازہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے کہ میں اس لیے نہ گیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیمار پرسی کروں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ حکم دیا کہ لشکر اسامہ کے ہمراہ چلے جاؤ۔ پھر شدت مرض سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت ایسی ہوگئی کہ مسلمان رونے لگے اور آوازِ نوحہ و گریہ بر زنان و فرزندانِ حضرت اور صدائے غل و شور مردان و زنانِ مسلمانان بلند ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور فرمایا، ''دوات اور کتف گوسفند لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک نامہ لکھوں کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔''[۱]

---

[۱] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۲

Presented by Ziaraat.Com

حدیثِ قرطاس

وقتِ رحلت جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوات اور کتف گوسفند لاؤ کہ میں تمہارے لیے ایک نامہ لکھ دوں تا کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ تو اصحاب میں سے ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا تا کہ دوات اور کتف گوسفند لائے۔ کسی نے کہا کہ واپس آجاؤ پھر نازیبا الفاظ استعمال کیے اور کہا کہ ہم کو کتابِ خدا ہی کافی ہے۔ اس پر جو لوگ وہاں موجود تھے اُن میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ نے کہا کہ قلم لایا جائے اور بعض نے کہا کہ نہیں۔ پیغمبر ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو آپ ﷺ نے طلب کیا ہے کیا ہم وہ لائیں؟ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان بیہودہ باتوں کے بعد جو میں نے تم سے سُنی ہیں، اب مجھے دوات و قلم کی حاجت نہیں لیکن میں تمہیں وصیّت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت (ﷺ) سے نیک سلوک کرنا اور روگردانی نہ کرنا۔

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ حدیثِ دوات و کاغذ صحیح بخاری و مسلم اور جمیع کتب معتبرہ اہل سنت میں ہے اور متعدد طریقوں سے مذکور ہے۔ اہل سنت نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اس طرح روایت کی ہے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) اس قدر روئے کہ اُن کے آنسوؤں سے منبر مسجد بھیگ گیا اور کہا کہ روز پنجشنبہ! اور کون سا پنجشنبہ؟ وہ جس دن آنحضرت ﷺ پر مرض شدید ہوا اور حکم دیا کہ دوات و کاغذ لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک وصیّت لکھوں کہ اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ لوگوں نے آپس میں حضرت رسولِ خدا ﷺ کے قریب نزاع کی۔ کسی نے کلامِ رسولِ خدا ﷺ کو ہذیان سے نسبت دی اور بروایتِ دیگر، کسی نے کہا کہ رسول ﷺ پر مرض کی شدت ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے وہ ہم کو اور تم کو کافی ہے۔ یہ سُن کر لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ بعضوں نے کہا کہ کاغذ و قلم لانا چاہیئے تا کہ رسول خدا ﷺ تمہارے لئے ایک ایسی وصیت لکھیں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو اور بعضوں نے دوسرے قول کو پسند کیا۔ جب آنحضرت ﷺ کے نزدیک آوازیں بلند ہوئیں تو آپ ﷺ نے دل تنگ ہو کر فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کہتے تھے کہ مصیبت اور بدترین مصیبت وہ تھی کہ پیغمبر ﷺ کو تحریرِ وصیت سے

Presented by Ziaraat.Com

مانع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُوبرُو آوازیں بلند کیں یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا۔[۱]

واقعہ قرطاس کو متعدد مؤرخین نے لکھا ہے مثلاً معروف محقق و مؤرخ مولانا شبلی نعمانی صاحب نے اسے اپنی کتاب ''الفاروق'' میں رقم کیا ہے۔[۲]

علامہ علی نقی نقوی صاحب نے تاریخ اسلام میں بحوالہ ''ارشادات، اعلام الوریٰ، صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل'' لکھا ہے۔[۳]

اور علامہ محمد باقر مجلسی نے جلاء العیون میں بیان کیا ہے۔[۴]

ان کے علاوہ بھی کئی محققین و مؤرخین و مؤلفین نے اس واقعہ کو کتبِ سیر میں درج کیا ہے۔

واقعہ قرطاس میں کئی پہلو قابل غور ہیں، مثلاً:

۱) وہ کون سی ایسی بات تھی جس کو لکھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلم دوات اور کاغذ طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھوں تا کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہوجاؤ؟ اور وہ بھی ایسے موقع پر فرما رہے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت سے رخصت ہو رہے ہیں۔

۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رِحلت کے بعد اُمت کے گمراہ ہوجانے کا امکان کس تنازعہ پر ہوسکتا تھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تحریر کے ذریعے نمٹا دینا چاہتے تھے؟

۳) کسی کو قلم دوات و کاغذ لائے جانے پر اعتراض کیوں تھا؟ کیوں کہا کہ ہمارے لیے قرآن کافی ہے؟ یعنی وہ کیوں نہیں چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری اور اہم وصیّت زیرِ قلم آئے؟

۴) کیا اُن کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھنا چاہتے تھے؟

---

[۱] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون، ج ا ص ۱۱۲، ۱۱۱۳

[۲] مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء)، الفارق صفحہ ۶۷ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی طبع اوّل ۱۹۹۱ء

[۳] علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام صفحہ ۵۱۹ تا ۵۲۵

[۴] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ا ص ۱۱۱

Presented by Ziaraat.Com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری خطبہ

علامہ باقر مجلسیؒ صاحب لکھتے ہیں کہ تمام اہلِ مدینہ اور مہاجر و انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری زیارت کے لئے مسجد میں حاضر ہوئے۔ تمام مرد و زن روتے پیٹتے تھے، بعض واویلا کرتے تھے اور ''انا للہ'' کہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اُس وقت) آخری خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کبھی ضعف و ناتوانی کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو جاتے اور (ذرا توقف کے بعد) پھر خطبہ شروع فرماتے۔ اثنائے خطبہ میں ارشاد فرمایا، ''اے گروہِ مہاجر و انصار اور جو شخص اس وقت یہاں موجود ہے، آدمیوں اور جنّات، سب سے میرا خطاب ہے کہ جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں تم اُن لوگوں کو بھی پہنچا دو جو یہاں موجود نہیں ہیں اور حق کہ نہ چھپاؤ کہ میں اب جاتا ہوں اور تم میں کتابِ خدا چھوڑے جاتا ہوں جو کہ منور بنورِ ہدایت ہے اور جس چیز کی اُمت محتاج ہو اُس سب کا بیان اس میں ہے اور حجتِ خدا تم پر ہے میری طرف سے اور میں تم میں ''عِلمِ اکبر'' چھوڑے جاتا ہوں، کہ وہ نشانِ راہِ دین اور نورِ ہدایت ہے اور وہ علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) میرا وصی ہے وہ ریسمان محکم خدا ہے (اللہ کی مضبوط ڈوری ہے)۔ لازم ہے کہ تم سب اس سے متمسک رہو، اس سے پراگندہ (متذبذب، متردّد، منتشر) نہ ہو، نعمتِ خدا کو یاد کرو۔ اے لوگو! علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) عِلم و حکمت میں خدا کا خزانہ ہے، جو شخص اس کو دوست رکھے اُس نے عہدِ خدا کو وفا کیا اور جو اس سے دشمنی کرے وہ قیامت کے دن اندھا اور بہرا محشور ہوگا۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیّت برائے غسل، کفن و دفن

جنابِ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ یا علی! مجھے غسل تم دینا، تمہارے سوا اور کوئی مجھے غسل نہ دے کہ اندھا ہو جائے گا۔ علی علیہ السلام نے اس کا سبب دریافت کیا تو آنحضرت

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۴

Presented by Ziaraat.Com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) نے ربِ جلیل کا ارشاد اسی طرح بیان کیا ہے کہ تمہارے انتقال کے بعد جس کی نظر تمہارے بدن پر پڑے گی وہ اندھا ہوجائے گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اکیلا کیسے غسل دے سکوں گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل وعزرائیل و اسماعیل (علیہم السلام) جو کہ آسمانِ اوّل پر موکل ہیں، میرے غسل میں تمہاری مدد کریں گے۔ علی علیہ السلام ے عرض کیا کہ پانی کون دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فضل بن عباس (رضی اللہ عنہ)، لیکن اُس کو چاہیے کہ اپنی آنکھیں بند رکھے کہ میرے بدن پر نظر نہ پڑے کیونکہ سوائے تمہارے، سب مردوں اور عورتوں پر حرام ہے کہ میرے بدن پر نظر کریں۔ اے علی! جب تم مجھے تختے پر رکھنا اور میرے بدن کو دھونا تو چاہِ غرس کے پانی کے چالیس ڈول میرے بدن پر ڈالنا۔ جب غسل سے فارغ ہونا تو یہاں تک توقف کرنا کہ جبرائیل (علیہ السلام) تم کو اجازت دیں۔ پھر مجھے اُسی جگہ دفن کرنا جہاں میری روح قبض ہو اور کفن تین جامہ کا دینا جن میں سے ایک جامہ یمنی ہو۔ تمہارے سوا کوئی دوسرا میری قبر میں نہ آئے۔ فاطمہ (علیہا السلام) اور حسنین (علیہم السلام) کے ہمراہ مجھ پر نماز پڑھنا اور پچھتر (۷۵) مرتبہ تکبیر کہنا۔ اس کے بعد میرے گھر کے مرد جوق در جوق مجھ پر نماز پڑھیں اور اُن کے بعد خواتین اور پھر (باقی) تمام لوگ مجھ پر نماز پڑھیں۔[1]

ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے گا وہ خداوند جبار ہے جو کہ عرشِ عظمت وجلال پر مجھ پر صلوات بھیجے گا۔ بعد ازاں جبرائیل و میکائیل و اسرافیل (علیہم السلام) لشکر ہائے ملائکہ کے ساتھ کہ جن کی گنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، مجھ پر نماز پڑھیں گے۔ ان کے بعد وہ ملائکہ نماز پڑھیں گے جو عرشِ الٰہی کو احاطہ کئے ہوئے ہیں، پھر ساکنانِ ہر آسمان ایک دوسرے کے بعد مجھ پر نماز پڑھیں گے۔ اُن کے بعد میرے جمیع اہل بیت (علیہم السلام) اور میری

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۲۵، ۱۲۶

Presented by Ziaraat.Com

بیبیاں، بحسبِ مراتب اشارہ اور سلام (درود و سلام) مجھ پر کریں گے جو حق اشارہ و سلام کرنے کا ہے۔ پھر تم لوگ جوق در جوق اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوات بھیجنا اور سلام کرنا اور مجھے آزار نہ دینا اور لازم ہے کہ سب سے پہلے آدمیوں سے وہ مجھ پر نماز پڑھے گا جو میرے اہل بیت (علیہم السلام) میں سے (سب سے زیادہ) مجھ سے قریب ہوگا، اُس کے بعد میرے اہل بیت (علیہم السلام) کی عورتیں اور لڑکے اور اُن کے بعد اور لوگ نماز پڑھیں گے۔ [۱]

بیٹی اور بھائی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو

وقتِ رِحلت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو بلایا، باقی سب افراد کو گھر سے باہر کردیا اور حضرت اُمّ سلمہؓ کو حکم دیا کہ دروازے کے قریب کھڑی رہیں اور کسی کو دروازے کے پاس نہ آنے دیں پھر فرمایا، یا علی (علیہ السلام) میرے نزدیک آؤ کہ اب وقتِ وداع ہے، پھر اپنی نُورِ دیدہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کا ہاتھ اپنے منہ پر رکھا اور دست مبارک سے اُن کا ہاتھ پکڑا اور بچشم حسرت و یاس دونوں کو دیکھا۔ جناب سیّدہ علیہا السلام اپنے پدر بزرگوار کے سینے سے لپٹ گئیں اور بوسے لینے لگیں۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور جگر خراش نالۂ آہ بلند تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسین (علیہم السلام) کو گود میں لیا پھر فاطمہ علیہا السلام کا ہاتھ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا، یا علی (علیہ السلام)! یہ امانتِ خدا اور امانتِ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے کہ بحرمتِ خدا اور بحرمتِ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے حق میں رعایت کرنا، میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ بہترین زنانِ گذشتگان و آئندگان ہے اور یہ خدا کے نزدیک مریم (علیہا السلام) سے زیادہ بزرگ ہے۔ یا علی (علیہ السلام)! واضح ہو کہ جس سے میری بیٹی راضی ہے میں اُس سے راضی ہوں اور اسی طرح پروردگار اور ملائکہ بھی اُس سے خوش ہیں جس سے

---

[۱] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۴۹، ۱۵۰

Presented by Ziaraat.Com

فاطمہ (علیہا السلام) خوش ہے۔ اے علی (علیہ السلام)! وائے اُس پر جو اس پر ظلم و ستم کرے اور عذابِ جہنم وہلاکت اُس کے لئے جو اس کا حق غصب کرے، اس کا دِل دُکھائے اور اس کی ہتکِ عزت کرے۔ یہ فرما کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ علیہا السلام کو آغوشِ مبارک میں لے لیا۔ اُس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو مانند باراں جاری ہوئے اور ریشِ مبارک پر بہنے لگے۔ حضرت علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سر مبارک اپنے سینے سے لگالیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رونے سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اُس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فاطمہ زہرا (علیہا السلام) کو سینے سے لگائے ہوئے تھے اور حسنین (علیہم السلام) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قدمہائے مبارک چوم رہے تھے اور اپنی آنکھوں سے مَل رہے تھے اور بصدائے بلند رو رہے تھے۔ اُس وقت جبرائیل (علیہ السلام) بھی وہاں موجود تھے اور میں اُن کے رونے کی آواز بھی سُن رہا تھا۔ گریہء فاطمہ (علیہا السلام) سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا زمین و آسمان بھی گریہ وفغاں کر رہے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہ (علیہا السلام)! نہ رو کیونکہ یہاں جس قدر یاور (مددگار، حمایتی) اور ہمنشیں یعنی ملائکہ بیٹھے ہیں اُن کو تیرے رونے سے اذیت پہنچ رہی ہے، اس وقت جبرائیل (علیہ السلام) و میکائیل (علیہ السلام) و صاحبِ اسرارِ خدا اسرافیل (علیہ السلام)، سبھی تیرے رونے سے رو رہے ہیں۔ اے فرزندۂ پسندیدہ ونورِ دیدہ! نہ رو کہ تمام آسمان وزمین کو تم نے رُلا دیا، اور مہر و ماہ اور مقربان درگاہ کو آہ وحسرت سے تیرہ (تاریک) کر دیا۔ اے دختر گرامی! جمیع آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اور عرش اعلیٰ وساکنان عالم بالا، تیرے رونے سے روئے اور تیری نالہ وزاری سے گریہ وفغاں میں آئے۔ اے فاطمہ (علیہا السلام)! بخدا اُس وقت تک جمیع خلائقِ عالم پر بہشت حرام ہے جب تک کہ میں اُس میں داخل نہ ہو لوں اور میرے بعد اے دُختر، خوش خوش اور زیور وجامہائے بہشت پہنے تُو داخلِ بہشت ہوگی۔ اے فاطمہ (علیہا السلام)! نعمت ہائے بہشت تجھے گوارا ہوں، بخدا تو سب زنانِ بہشت سے بہتر ہے۔ اے بیٹی! بروزِ قیامت، جہنم ایسا خروش کرے گا کہ جمیع ملائکہ،

Presented by Ziaraat.Com

مقربین اور تمام پیغمبر اس کی دہشت سے بیہوش ہو جائیں گے۔ اُس وقت حق تعالیٰ جہنم کو حکم کرے گا کہ اے جہنم! تجھے میری عزت کی قسم ساکن ہو جا اور تھم جا کہ فاطمہ (علیہا السلام) بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جانبِ بہشت گذر جائے اور تیرا غبار و دھواں اُس کے دامنِ عزت تک نہ پہنچنے پائے۔ اے بیٹی! تُو اس طرح بہشت میں داخل ہوگی کہ تیرے دائیں جانب حسن (علیہ السلام) اور بائیں جانب حسین (علیہ السلام) ہوں گے اور علمِ حمد، علی (علیہ السلام) کے ہاتھ میں ہوگا۔ [1]

لختِ جگر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری راز و نیاز

کتاب بشارت المصطفیٰ میں روایت ہے کہ جب حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے (جس بیماری میں دُنیا سے رِحلت فرمائی) تو جناب فاطمہ علیہا السلام، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو لے کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں مشاہدہ فرمایا تو بیتاب ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُنہ پر گر پڑیں اور بہت روئیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ (علیہا السلام)! نہ رو اور صبر اختیار کر۔ یہ سُن کر حضرت سیّدہ علیہا السلام اُٹھیں۔ اُس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشم ہائے مبارک سے آنسو جاری تھے۔ تین مرتبہ فرمایا، ''خداوندا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں اور میں ان کو تیرے اور ہر مومن کے سپرد کرتا ہوں۔ [2]

شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے کہ جناب فاطمہ علیہا السلام، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال پر نظر فرماتیں، روتیں، کچھ بیان کرتیں اور شعر پڑھتیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آوازِ جناب سیّدہ علیہا السلام سُنی تو آنکھیں کھول دیں۔ جناب سیّدہ علیہا السلام کو اپنے قریب بلایا اور کان میں کوئی راز کہا جسے سُن کر جناب سیّدہ فاطمہ علیہا السلام شاد ہو گئیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رِحلت کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت سیّدۃ لنساء العالمین علیہا السلام سے پوچھا کہ وہ راز کیا تھا جسے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۲۰ تا ۱۲۶

[2] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۷ بحوالہ بشارت المصطفیٰ

Presented by Ziaraat.Com

کان میں کہا تو آپ کا غم و اندوہ خوشی میں بدل گیا اور قلق و اضطراب ختم ہوگیا؟

جناب سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھے خبر دی، ''میرے وصال کے بعد، میرے اہل بیت (علیہم السلام) میں سے سب سے پہلے جو مجھ سے ملاقات کرے گا وہ تُو ہے اور تیری مدتِ حیات، میرے بعد بہت زیادہ نہیں ہوگی۔'' پس یہ سُن کر شدتِ اندوہ وغم میرا جاتا رہا کہ مجھے معلوم ہوگیا کہ مدتِ مفارقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ نہ ہوگی۔ [1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی یہ روایت یوں بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشتدادِ مرض کے وقت سیّدہ فاطمۃ الزہرہ علیہا السلام کو بلایا۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائیں تو فرمایا ''مَرْحَبًا یَا بِنْتِیْ'' (خوش آمدید میری بیٹی) اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ صحت کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب حضرت فاطمہ علیہا السلام کو دیکھتے تو کھڑے ہوجاتے، متوجہ و مستقل ہوکر اُن کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے لیکن اُس وقت جب وہ آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ رونے لگیں، اس کے بعد پھر کان میں کچھ کہا تو وہ خوش ہوکر ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ علیہا السلام سے کہا کہ میں نے کسی رونے والے کو ہنستا اور کسی غم کو خوشی کے ساتھ معاون و متصل نہیں دیکھا جیسا کہ آج دیکھا ہے، تو اس کا سبب کیا ہے؟ سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا کہ یہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز کی بات ہے اس لئے میں اسے ظاہر نہیں کرسکتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، چنانچہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اُس راز کو ظاہر نہیں فرمایا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دُنیا سے کوچ فرما گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے پھر اُن سے دریافت کیا کہ وہ بات کیا تھی؟ اُس وقت اُنہوں نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ میری اجل قریب آ گئی ہے۔ یہ سُن کر میں رونے لگی۔ دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اہل

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۷، ۱۳۸

Presented by Ziaraat.Com

بیت (علیہم السلام) میں سے سب سے پہلے تم مجھے ملو گی۔ اس پر میں ہنسنے لگی۔ پھر فرمایا کہ کیا تمہیں پسند نہیں کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ پہلی روایت دلالت کرتی ہے کہ خوشی وخندہ پہلے ملنے پر ہے اور نساء اہلِ جنت میں افضلیت اُس پر زائد ہے۔ مشہور قول کے مطابق سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد اور بعض کے مطابق تین ماہ بعد ہے۔ [1]

ہزار ہا ابوابِ علم

ابن بابویہؒ و شیخ مفیدؒ و شیخ طوسیؒ و صفار شیخ طبرسیؒ اور ابن شہر آشوبؒ نے بسند ہائے متواترہ حضرت امیر لمومنین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام و اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری مرض میں جناب علی علیہ السلام کسی ضروری کام کو تشریف لے گئے تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے یاور، میرے دوست اور میرے بھائی کو بلاؤ۔ پس حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جناب علی علیہ السلام کو بلایا۔ جب علی علیہ السلام آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو اپنے سینے سے لگایا اور اپنا دہن مبارک جناب علی علیہ السلام کے کان پر رکھ کر اپنا جامہ اُنہیں اوڑھایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ اُن پر اور اُن کا پسینہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیر تک جناب علی علیہ السلام سے راز و نیاز فرماتے رہے۔ اکثر لوگ مکان کے پیچھے جمع تھے۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بھی دروازہ کے باہر کھڑے تھے۔ جب علی علیہ السلام باہر آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کون سا راز تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے کہا؟ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہزار بابِ علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تعلیم فرمائے اور ہر ایک باب سے ہزار باب کھلتے ہیں۔ [2]

دوسری روایت میں ہے کہ (جب علی علیہ السلام باہر آئے تو) حضرت خضر علیہ السلام نے اُن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی دہلیز پر دیکھا تو پوچھا کہ کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے کوئی راز کہا ہے؟

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ باب ۲ ص ۴۸۶

[2] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ا ص ۱۳۰، ۱۳۱

Presented by Ziaraat.Com

علی علیہ السلام نے کہا کہ ہاں! علم کی ہزار قسمیں مجھے تعلیم فرمائی ہیں اور ہر قسم سے ہزار دوسری قسمیں نکلتی ہیں۔ (۱)

اسی ضمن میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب جناب علی علیہ السلام حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو اپنے لحاف میں چھپا کر اپنی آغوشِ مبارک میں لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جناب علی علیہ السلام سے راز کہہ رہے تھے یہاں تک کہ روحِ مقدس، بدنِ اطہر سے مفارقت کر گئی۔ اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ حضرت علی علیہ السلام کے جسم پر تھا۔ (۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ اور تمام ازواجِ مطہرات کو وصیت فرمائی اور پھر فرمایا ''میرے بھائی علی (علیہ السلام) کو بلاؤ۔'' حضرت علی علیہ السلام آئے اور سرہانے بیٹھ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کو اپنے زانو پر رکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اے علی (علیہ السلام) فلاں یہودی کے چند درہم میرے ذمہ ہیں جسے اُس سے لشکرِ اُسامہ کی تیاری کے لئے قرض لیے تھے، اُس قرض کو میری طرف سے تم اُتارنا اور فرمایا اے علی (علیہ السلام) تم اُن اشخاص میں پہلے ہوگے جو حوضِ کوثر پر مجھ سے ملیں گے اور میرے بعد بہت سی ناگوار باتیں تمہیں پیش آئیں گی مگر تم دِل تنگ نہ کرنا اور صبر کرنا اور جب تم دیکھو کہ لوگ دُنیا کو پسند کرتے ہیں تو تم آخرت کو اختیار کر لینا۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے گفتگو فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن مبارک مجھ پر پہنچ رہا تھا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال متغیر ہوگیا۔ حاکم اور ابن سعد طرق متعددہ سے روایت کرتے ہیں کہ آخر وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرِ مبارک حضرت علی علیہ السلام کے زانو پر تھا۔ (۳)

---

(۱) علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۱

(۲) علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۱

(۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ باب ۲ ص ۵۰۰

Presented by Ziaraat.Com

ابن بابویہؒ نے بسند معتبر، امیر المومنین جناب علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقتِ وفات ہوا، مجھے بلایا اور فرمایا ”یا علی! تم میرے وصی اور میرے خلیفہ میری حیات اور میری وفات میں میرے اہل بیت اور اُمت میں ہو۔ تمہارا دوست میرا دوست اور میرا دوست خدا کا دوست اور تمہارا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن خدا کا دشمن۔ یا علی جو تمہارا منکرِ امامت میرے بعد میں ہے وہ منکرِ رسالت میری حیات میں ہے۔ یا علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ پس مجھے قریب بلایا اور ہزار بابِ علم مجھ پر کھول دیئے کہ ہر باب سے ہزار باب مفتوح ہوئے۔“ بروایتے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہزار باب حلال وحرام اور جو کچھ اب تک گذرا اور جو کچھ تا قیامت گذرے گا مجھے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار باب مجھ پر مفتوح ہوئے یہاں تک کہ مرگ وبلاہائے مردم پر مطلع ہوا اور حکم ہائے حق جو درمیان مردم کرنے چاہییں اُن کو جان لیا۔[۱]

سپردگی میراث

وقتِ آخر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا ”یا علی (علیہ السلام)! تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے اور کسی کو اس میں نزاع (جھگڑا، فساد) نہیں ہے۔ میری وصیت قبول کرو اور میرے وعدوں پر عمل کرو اور میرے قرض کو ادا کرو۔ یا علی (علیہ السلام)! تم میرے خلیفہ میرے اہل بیت (علیہم السلام) میں رہو اور میرے بعد لوگوں پر میری تبلیغِ رسالت کرو۔“

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں نے نظر کی اور دیکھا کہ سرِ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدتِ مرض سے میرے دامن میں کانپ رہا ہے تو میں بیتاب ہو گیا اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ کر حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روئے مبارک پر ٹپکے، میرا دل تڑپنے لگا اور میں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جواب نہ دے سکا۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دوسری مرتبہ اعادہ فرمایا اور پھر رقت نے مجھ پر جوش کیا اور میں نے بصدائے ضعیف میں کہا، ”ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پدر و مادر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

---

[۱] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ا ص ۱۳۱

Presented by Ziaraat.Com

پر فدا ہوں، میں نے قبول کیا۔'' حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''مجھے بٹھاؤ۔'' میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بٹھایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پشت مبارک کو میرے سینے سے لگایا اور فرمایا یا علی! تم ہی میرے وصی اور خلیفہ ہو میرے اہلبیت (علیہم السلام) اور میری اُمت میں۔ پھر بلال (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا، ''بلال (رضی اللہ عنہ) جاؤ اور میرا خود جس کا نام ذوالجبیں ہے اور میری زرہ جسے ذات العقول کہتے ہیں اور میرا علم جسے عقاب کہتے ہیں اور میری شمشیر جسے ذوالفقار کہتے ہیں اور میرا عمامہ جسے سحاب کہتے ہیں اور دوسرا عمامہ جسے اضحیہ کہتے ہیں اور میری چادر اور میرا ابرقہ اور میرا عصائے کو چک اور میری چھڑی جسے ممشوق کہتے ہیں لے آؤ۔'' حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے وہ ابرقہ پہلے نہ دیکھا تھا اور جب وہ قریب آیا تو یوں لگتا تھا کہ اُس کا نور نگاہ کو خیرہ کر دے۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''یا علی! جبرائیل (علیہ السلام) یہ جامہ میرے لئے لائے تھے۔ پس دو جوڑی نعلین عربی (عربی جوتے) کی طلب فرمائی اور وہ پیراہن جو شبِ معراج پہنا تھا اور وہ پیراہن جو بروزِ اُحد پہنا تھا اور وہ ٹوپی جو عید کے دن پہنتے تھے اور وہ ٹوپی جو پہن کر اصحاب میں رونق افروز ہوتے تھے۔ پھر فرمایا، ''اے بلال! میرے دونوں خچر جن میں ایک کا نام شیبا اور دوسرے کا نام دُلدُل ہے لے آؤ اور میرے دو ناقہ جن میں ایک کا نام غضبا اور دوسرے کا نام صھبا ہے اور میرے دو گھوڑے جن میں ایک کا نام جناح اور دوسرا حیزوم ہے، لے آؤ۔ جناح وہ گھوڑا تھا جو مسجد کے دروازے پر حاضر رہتا تھا اور حضرت جس کسی کو کہیں جانے کا حکم دیتے تھے وہ اُس پر سوار ہو کر جاتا تھا اور حیزوم وہ گھوڑا تھا جس پر بروز جنگِ اُحد سوار تھے اور جبرائیل (علیہ السلام) ہوا میں کہتے تھے، ''چل اے حیزوم!'' اور اپنا دراز گوش طلب فرمایا جسے یعفور کہتے تھے۔ جب بلال (رضی اللہ عنہ) نے اُن سب کو حاضر کیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عباس (رضی اللہ عنہ) کو بلایا اور فرمایا کہ علی (علیہ السلام) کی جگہ اب تم بیٹھو کہ میں اپنی پیٹھ کا تکیہ کروں اور مجھ سے فرمایا کہ یا علی! اُٹھو اور ان سب پر میری زندگی میں قبضہ کرو کہ یہ جماعتِ مردم جو اِس وقت یہاں حاضر ہیں، سب گواہ ہو جائیں اور میرے بعد کوئی تم سے نزاع نہ کر سکے۔''

Presented by Ziaraat.Com

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا، ''میں اُٹھا حالانکہ میرے پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ تھی۔ پس نہایت دِقّت سے وہ تبرکات لے کر اپنے گھر آیا اور جب پھر خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی تو اپنے دستِ حق پرست سے انگشتری مبارک نکال کر میرے ہاتھ میں پہنا دی، اُس وقت گھر تمام مسلمانوں اور بنی ہاشم سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود اس ضعف کے کہ سر اقدس ہلانا دشوار تھا، سر مبارک کو دائیں بائیں حرکت دی اور باآوازِ بلند فرمایا (کہ سب نے سنا) ''اے گروہ مسلمانان! علی (علیہ السلام) میرا بھائی ہے اور میرا وصی اور میرا خلیفہ میرے اہل بیت اور کرامت میں ہے۔ اور علی (علیہ السلام) میرا دَین (قرض) ادا کرے گا اور میرے وعدوں کو وفا کرے گا۔ اے فرزندانِ ہاشم وفرزندانِ عبدالمطلب اور اے گروہ مسلمانان! علی (علیہ السلام) سے دشمنی نہ کرنا اور اس کے اَمر کی مخالفت نہ کرنا کہ گمراہ ہو جاؤ گے اور علی (علیہ السلام) پر حسد نہ کرنا اور اس کو چھوڑ کر دوسری طرف نہ جانا کہ کافر ہو جاؤ گے۔'' حضرت علی (علیہ السلام) کہتے ہیں، ''پھر مجھ سے فرمایا کہ مجھے لٹا دو اور لیٹتے ہی بلال (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ میرے دونوں فرزندان حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کو لے آؤ۔ جب حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) آ گئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو سینے سے لگایا اور دونوں گُلِ بوستانِ رسالت کو سونگھنے اور پیار کرنے لگے۔ میں نے اس خیال سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام میں خلل نہ ہو حسنین (علیہم السلام) کو الگ کرنا چاہا لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یا علی! رہنے دو کہ میں اِن کو سونگھوں اور یہ مجھے سونگھیں اور یہ اپنا توشہ میری ملاقات سے اور میں اپنا توشہ اِن کو دیکھنے سے حاصل کروں کیونکہ یہ دونوں میرے بعد عظیم مصیبتوں اور بلاؤں میں گھر جائیں گے اور خدا اُن پر لعنت کرے جو اِن پر ظلم وستم کرے۔ پھر فرمایا، خدایا! میں نے ان دونوں کو تیرے اور علی (علیہ السلام) کے سپرد کیا۔[1]

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج۱ ص ۱۱۲۸ تا ۱۳۱

Presented by Ziaraat.Com

جبرائیل علیہ السلام کی عیادت

جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری علالت میں جبرائیل علیہ السلام ہر روز و شب نازل ہوتے تھے اور کہتے تھے ''السّلام علیک یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! پروردگار نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کیا حال ہے؟ باوجودیکہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر جانتا ہے لیکن چاہتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شرف و کرامت کو زیادہ کرے جس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جمیع خلق پر فضیلت دی اور چاہتا ہے کہ بیماروں کی عیادت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اُمت میں سنت ہو جائے۔'' اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درد ہوتا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے کہ جبرائیلؑ مجھے درد ہے۔ جبرائیلؑ کہتے یا حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کوئی شخص حق تعالیٰ کے نزدیک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ معزز نہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو درد اس لئے دیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صدائے دعا کا سُننا (حق تعالیٰ کو) اچھا لگتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درجے بہشت میں بلند فرمائے۔ اور اگر حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے کہ میں راحت میں ہوں تو جبرائیلؑ کہتے کہ یا حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اس پر خدا کی حمد کیجئے کہ وہ حمد کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اپنی نعمتوں کو اُن پر زیادہ کرتا ہے۔ [1]

ملکُ الموت کا اجازت طلب کرنا

ابن شہر آشوب نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدتِ مرض سے حالت خواب میں تھے کہ ناگاہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ جناب سیّدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فرمایا کہ کون ہے؟ آواز آئی ''میں ایک غریب شخص ہوں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے آیا ہوں، کیا مجھے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہے؟'' جناب سیّدہ علیہا السلام نے

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۰

Presented by Ziaraat.Com

فرمایا، ''خدا تجھ پر رحمت کرے! چلا جا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہیں اور تجھ سے بات نہ کر سکیں گے۔'' یہ سُن کر وہ شخص چلا گیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا، دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا، ''ایک غریب حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔'' اس وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت بیداری میں آئے، آنکھیں کھولیں اور جناب سیّدہ علیہا السلام سے فرمایا، ''اے فاطمہ (علیہا السلام)! کیا تم جانتی ہو کہ یہ شخص کون ہے؟'' جناب فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا، ''اے پدرِ بزرگوار! میں نہیں جانتی۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''یہ جماعت کو منتشر کرنے والا اور لذتوں کو برطرف کرنے والا ہے۔ اے فاطمہ (علیہا السلام)! یہ ملکُ الموت ہے۔ اس نے مجھ سے پہلے کبھی کسی سے اجازت نہیں لی اور نہ ہی میرے بعد کسی سے لے گا۔ مجھے جو مقام اپنے پروردگار کے حضور حاصل ہے اُسی کی وجہ سے یہ اجازت مانگ رہا ہے، لہٰذا اے فاطمہ (علیہا السلام)! اسے اندر آنے کی اجازت دو۔'' جناب سیّدہ زہرا علیہا السلام نے فرمایا، ''خدا تم پر رحمت کرے، گھر میں آجاؤ۔'' پس مثلِ نسیمِ تُند، ملکُ الموت گھر میں داخل ہوئے اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجا، کہا،

''اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِ رُسُوْلِ اللّٰہ''[1]

کشفُ الغُمۃ میں روایت ہے کہ وقتِ وفاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ایک شخص نے حاضرِ خدمت ہونے کی اجازت چاہی۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام باہر تشریف لائے اور اُس سے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ اُس شخص نے کہا کہ میں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔ جناب علی علیہ السلام، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اُس شخص کے لئے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے کہو آجائے۔ جب وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے بیٹھا تو عرض کیا کہ یا پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں حق تعالیٰ کی طرف سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُس شخص نے کہا کہ میں ملکُ الموت ہوں، مجھے خدا تعالیٰ نے بھیجا

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۴۸

Presented by Ziaraat.Com

ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اختیار دیا ہے کہ خواہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دُنیا میں تشریف رکھیں یا لِقائے پروردگار (اپنے پروردگار کا دیدار) قبول فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیلؑ کو آنے دو تا کہ میں اُن سے مشورہ کرلوں۔ جب جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے تو کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے دُنیا سے آخرت بہتر ہے کیونکہ حق تعالیٰ آخرت میں ایسے قرب وکرامت ومنزلت کے درجے اور شفاعت عطا فرمائے گا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہت خوش ہوں گے۔ لقائے دُنیا سے بہتر وبرتر لقائے پروردگار ہے۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکُ الموت سے فرمایا کہ اُس کام کو بجالاؤ جس پر تم خدا کی طرف سے مامور ومقرر ہو۔[1]

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ قریش کے دو افراد امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بارے میں بتاؤں؟ اُنہوں نے کہا، ''جی ہاں۔'' آپ نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار نے بتایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے تین روز پہلے جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا، ''اے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! حق تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فضل اور بزرگی کے سبب مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بھیجا ہے، اور اس کے باوجود کہ وہ خوب جانتا ہے، پوچھا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیسے ہیں؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اے جبرائیل (علیہ السلام)! میں بے چین ہوں۔ جب تیسرا روز ہوا تو جبرائیل علیہ السلام ملکُ الموت کے ہمراہ پھر حاضر ہوئے، اُن کے ساتھ اسمٰعیل موکلِ ہوا اور ستر ہزار دیگر فرشتے بھی تھے۔ سب سے پہلے جبرائیل علیہ السلام وہی پیغام لے کر حاضر ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی وہی جواب دیا۔ پھر ملکُ الموت نے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، ''حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ ملکُ الموت ہے اور گھر میں آنے کی اجازت مانگتا ہے، اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے کبھی کسی سے اجازت نہیں مانگی اور نہ ہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد کسی سے مانگے گا۔'' حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۴۹۔ مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۹۸

Presented by Ziaraat.Com

فرمایا، ''اجازت ہے، آئیں!'' جب ملک الموت حاضر ہوئے تو ادب سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہوئے اور عرض کیا، ''یا احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! حق تعالیٰ نے مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بھیجا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کروں۔ اگر حکم ہو تو رُوح قبض کروں اور اگر حکم ہو تو لوٹ جاؤں۔'' حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اے ملک! اگر میں تم کو حکم دوں کہ لوٹ جاؤ، تو کیا تم مجھے چھوڑ کر لوٹ جاؤ گے؟'' ملک الموت نے عرض کی، ''جی ہاں یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ فرمائیں میں اُس کی اطاعت کروں۔'' اُس وقت جبرائیل علیہ السلام نے کہا، ''یا احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! حق تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات کا مشتاق ہے۔'' یہ سُن کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اے ملک الموت! جس کام پر تم مامور ہوئے ہو، اُسے سرانجام دو!''[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رِحلت

اکثر علمائے خاصہ و عامہ، شیعہ و سنی کا کہنا ہے کہ سیّد الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وصال دوشنبہ (بروز پیر) کو ہوا۔ بعض علمائے شیعہ کا بیان ہے کہ اُس دن ماہِ صفر کی اٹھائیس تاریخ تھی اور بعض علمائے اہل سنت ربیع الاوّل کی پہلی، بعض دوسری، بعض آٹھویں، بعض دسویں اور بعض بارہویں تاریخ کہتے ہیں، محمد بن یعقوب کلینیؒ بھی اسی قول کے قائل ہیں۔ اس میں اختلاف نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن تریسٹھ (۶۳) سال تھا اور وہ ہجرت کا دسواں سال تھا جیسا کہ کشفُ الغُمۃ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دسویں سالِ ہجرت میں انتقال فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف کے تریسٹھ سال (۶۳) گزرے تھے۔ چالیس (۴۰) سال مکّہ میں رہے کہ وحی نازل ہوئی اور اس کے بعد تیرہ (۱۳) سال اور مکّہ میں رہے اور جب مدینہ ہجرت فرمائی اُس وقت ترپن (۵۳) سال عمر شریف کے گزرے تھے۔ اور دس (۱۰) سال ہجرت کے بعد مدینہ میں رہے اور وفات دوسری ربیع الاوّل بروز شنبہ (ہفتہ) واقع ہوئی۔ مؤلف

---

[۱] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۰

Presented by Ziaraat.Com

فرماتے ہیں کہ اس قول کا علمائے شیعہ میں سے کوئی قائل نہیں۔ [1]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چالیس (۴۰) کی عمر میں وحی نازل ہوئی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکّہ میں تیرہ (۱۳) سال اور مدینہ میں دس (۱۰) سال رہے پھر تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔ ایک جگہ کہا کہ پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر میں وفات پائی۔ [2]

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔ [3]

حضرت عائشہؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر میں وفات پائی۔ [4]

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس نے میری آغوش میں مفارقت کی۔ جب روح اقدس کو قبض کیا گیا تو اُس وقت سرِ مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میرے سینے پر تھا اور میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مُنہ کی جانب اُٹھالیا۔ [5]

شیخ طوسیؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت اُمِ سلمہؓ نے فرمایا، ''جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم بقا کی طرف رِحلت فرمائی تو میں نے اپنا ہاتھ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پر رکھا۔ پس کئی ہفتہ تک جب کھانا کھاتی یا وضو کرتی تو میرے ہاتھ سے مُشک کی خوشبو آتی تھی۔ [6]

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ص ۱۳۸

[2] جامع ترمذی، ج ۲، حدیث ۳۳۹۷، ص ۵۲۲

[3] جامع ترمذی، ج ۲ حدیث نمبر ۳۳۹۹، ص ۵۲۲

[4] جامع ترمذی، ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۲۷، ص ۵۲۲

[5] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۴

[6] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۵

Presented by Ziaraat.Com

سبب رِحلت

احادیثِ معتبرہ میں وارد ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''شہید'' ہو کر دُنیا سے گئے تھے۔

چنانچہ صفارؒ نے بسندِ معتبر حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جنگِ خیبر کے موقع پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دست بز غالہ میں زہر دیا گیا اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لقمہ تناول فرمایا تو اُس گوشت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے زہر آلود کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرضِ موت میں فرماتے تھے کہ آج کے دن اُس زہر نے جو میں نے خیبر کے دن چکھا تھا، میری کمر کو شکستہ کیا ہے اور کوئی پیغمبر اور وصیِ پیغمبر نہیں مگر یہ کہ شہید دُنیا سے جاتا ہے۔ یعنی ہر پیغمبر اور پیغمبر کا وصی شہید ہو کر ہی دُنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ زنِ یہودیہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتف گوسفند (بکری کے شانے کا گوشت) میں زہر دیا اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے کچھ تناول فرمایا تو اس کتف گوسفند نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ مجھے زہر آلود کیا گیا ہے۔ یہ سُن کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے پھینک دیا۔ وہ زہر ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک میں اثر کرتا تھا یہاں تک کہ اُسی کی وجہ سے رِحلت فرمائی۔ (۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غسل

شیخ مفیدؒ اور شیخ رضی الدینؒ وغیرہ نے بسندِ معتبر حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) وغیرہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دارفنا سے عالم بقا کی طرف رِحلت فرمائی تو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) حاضر تھے۔ فضل بن عباس (رضی اللہ عنہ) جناب امیر علیہ السلام کی مدد کرتے تھے۔ جب غسل سے فارغ ہوئے تو علی علیہ السلام نے کفن پہنایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے اقدس پر گر پڑے، چہرہ مبارک کے بوسے لئے اور آہِ حسرت سینہ پر درد سے کھینچی۔ (۲)

---

(۱) علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۶

(۲) علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۱

Presented by Ziaraat.Com

بصائر الدرجات میں منقول ہے کہ جس دن جناب امیر علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا حق تعالیٰ نے اُن پر کئی راز منکشف کیے۔ بسندِ معتبر، جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے جناب امیر علیہ السلام کی آنکھیں روشن کر دیں اور جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ اور روح جو کہ شبِ قدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتے تھے، اُن سب کو آپ منتہائے آسمان سے زمین تک دیکھتے تھے اور وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل اور نماز اور قبر تیار کرنے میں جناب امیر علیہ السلام کی اعانت کرتے تھے۔[1]

جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کی طرف متوجہ ہوا تو ملائکہ میرے معین و مددگار تھے۔ اُس وقت گھر اور اطرافِ خانہ صدائے ملائکہ سے بھرا ہوا تھا۔ ایک گروہِ ملائکہ آسمان کی طرف جاتا اور دوسرا نیچے آتا اور میں اُن کی آوازیں سنتا تھا، وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے تھے۔[2]

شیخ طوسیؒ، شیخ طبرسیؒ و جمیع محدثین نے روایت کی ہے کہ بروز شوریٰ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے منافقین پر حجت تمام کی اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سوائے میرے کوئی ایسا ہے جس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملائکہ مقربین کے ہمراہ غسل دیا ہو۔ وہ ملائکہ اپنے ہمراہ خوشبو اور گلہائے بہشت کو لائے تھے اور اعضائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جانب سے دوسری جانب پھیرتے تھے اور میں اُن کی باتیں سنتا تھا۔ سب نے یہ سُن کر کہا سوائے آپ کے کوئی ایسا نہیں۔ شیخ طوسیؒ نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ امام تقی علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے کے بعد خود بھی غسل کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طاہر و مُطہّر تھے لیکن جناب امیر علیہ السلام نے غسل کیا تا کہ سنت جاری رہے کہ جو شخص میّت کو چھوئے وہ غسل کرے۔[3]

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۲

[2] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۴

[3] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۷

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفن

شیخ طوسیؒ اور شیخ کلینیؒ سے معتبر اسناد سے روایت ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ایک چادر حریری سرخ اور دو جامۂ سفید سحارہ یمن سے۔ (۱)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا، نہ اُن میں قمیض تھی اور نہ ہی عمامہ۔ راوی کہتے ہیں حضرت عائشہؓ سے ذِکر کیا گیا کہ لوگ کہتے ہیں اس میں دو کپڑے تھے اور ایک چادر جس میں لکیریں کھچی ہوئی تھیں۔ کہا کہ چادر لائی گئی تھی لیکن واپس کر دی گئی، اُس میں کفن نہیں دیا گیا۔ (۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ

حضرت امام حسن علیہ السلام سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ)، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور کہا کہ بعض لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بقیع میں دفن کریں اور حضرت ابوبکرؓ آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا، ''اے لوگو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات و ممات میں ہمارے امام و پیشوا ہیں اور اُنہوں نے خود فرمایا ہے کہ میں وہیں دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض کی جائے گی۔'' چنانچہ جناب امیر علیہ السلام دروازے کے آگے کھڑے ہو گئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھی، پھر اصحاب کو اجازت دی۔ دس دس افراد اندر داخل ہوتے اور جنازہ کے گرد کھڑے ہو جاتے۔ جناب امیر علیہ السلام اُن کے بیچ کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھتے تھے: (۳)

''اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا

---

(۱) علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ا ص ۱۵۲

(۲) جامع ترمذی، ج ا ص ۴۰۳ حدیث ۸۷۴

(۳) سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶

Presented by Ziaraat.Com

تَسۡلِیۡمًا﴿۵۶﴾'' (بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود وسلام بھیجو جس طرح بھیجنے کا حق ہے)

سب لوگ یہی آیت مبارکہ پڑھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے اور باہر چلے جاتے، یہاں تک کہ جمیع اہل مدینہ واطرافِ مدینہ نے درود بھیجا۔ طبرسیؒ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ دس دس آدمی جاتے اور بغیر امام (یعنی بغیر پیش نماز) اِسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ صبح سے رات اور رات سے اگلی صبح تک اور پھر رات تک، یہاں تک کہ مدینہ واطرافِ مدینہ سے جمیع خُرد و بزرگ (چھوٹے بڑے) اور مرد وزن نے اِسی طرح نماز پڑھی۔ اور کلینیؒ نے بسندِ معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال کیا تو جمیع ملائکہ، مہاجرین وانصار فوج درفوج آئے اور نماز پڑھی۔[۱]

کتاب احتجاج اور کتاب سلیم بن قیس ہلالی میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب امیر المومنین علیہ السلام حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل وکفن سے فارغ ہوئے تو مجھے، ابوذر رضی اللہ عنہ، مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ علیہا السلام وحسنین علیہم السلام کو گھر لے گئے۔ آپ علیہ السلام آگے کھڑے ہوئے اور میں نے پیچھے صف باندھی اور حضرت پر نماز پڑھی۔ پس دس دس نفر کو داخل حجرہ فرماتے اور لوگ درود بھیجتے اور باہر آتے، یہاں تک کہ مہاجرین و انصار بھی فارغ ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز وہی تھی جو جناب امیر علیہ السلام نے بیان فرمائی تھی۔[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفن

طبرسیؒ نے معتبر سند سے روایت کی ہے کہ جب سب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو جناب امیر علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لحد میں داخل ہوئے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی قبر میں لے گئے۔ راوی نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ کس جگہ رکھا گیا تھا؟ فرمایا کہ قبر

---

[۱] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ص ۱۵۳

[۲] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ا ص ۱۵۳

Presented by Ziaraat.Com

کی پائنتی رکھا اور وہاں سے داخلِ قبر کیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ اور روح جو کہ شب قدر میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے تھے، سب غسل دینے اور نماز پڑھنے میں جناب علی علیہ السلام کی اعانت کرتے تھے اور قبر کھودتے تھے اور بخدا سوائے ملائکہ کے کسی اور نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر نہیں کھودی یہاں تک کہ جناب علی علیہ السلام داخلِ قبر ہوئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لحد میں اُتارا۔ جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے جسد مطہر کو مرقد منور میں پنہاں کیا پس مجھ سے زیادہ کون حیات اور بعد وفات سزاوار ہے؟ کلینی علیہ رحمۃ نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابوطلحہ انصاری نے لحدِ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھودی۔ علماء فرماتے ہیں ہوسکتا ہے کہ بظاہر ایسا ہی ہو اور لوگوں نے ابوطلحہ کو لحد کھودتے دیکھا ہو جبکہ حقیقت میں ملائکہ کھودتے ہوں۔[1]

(یعنی ہوسکتا ہے کہ کوئی فرشتہ ابوطلحہ انصاری کی شکل میں نظر آرہا ہوں جیسا کہ غزوہ بنوقریظہ کے موقع پر جبرائیل علیہ السلام، صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حُلیے میں آئے تھے۔[2])

جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں اینٹیں دیں۔ قبرِ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سنگریزہ ہائے سرخ بھی بچھائے گئے۔ کلینی وصمیری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ جب میں انتقال کروں تو تم مجھے اسی مکان میں دفن کرنا اور میری قبر زمین سے چار انگشت اونچی کرنا اور اُس پر پانی چھڑکنا۔ شیخ طوسیؒ نے دوسری حدیث میں روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کو زمین سے ایک بالشت اُونچا کیا گیا۔ جلاء العیون میں مؤلف فرماتے ہیں، "احادیث بخصوص بلندی چار انگشت بہت ہیں اور احتمال ہے کہ باعتبار اختلاف کئی ہوں۔ اس لیے چار انگشت کشادہ قبر، قریب ایک

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۲ تا ۱۵۴

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۲۲۸

Presented by Ziaraat.Com

بالشت کے ہے اور احتمال ہے کہ پہلے چار انگشت ہو اور بعد سنگریزے بچھانے ایک بالشت ہوگئی ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حدیث تقیہ پر محمول ہو۔ [1]

شیخ مفیدؒ، شیخ طوسیؒ، شیخ طبرسیؒ اور جمیع محدثین فریقین روایت کرتے ہیں: [2]

''جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا سے رِحلت فرمائی تو منافقین مہاجرین وانصار نے اہل بیت رسول (علیہم السلام) کو اُسی حال پر چھوڑ دیا اور اُن کی تعزیت کو نہ آئے اور نہ ہی متوجہ بہ تجہیز و تکفینِ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے۔ اسی وجہ سے اُن میں سے اکثر کو نماز جنازہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میسر نہ ہوئی۔ جناب امیر علیہ السلام نے بریدہ کو اُن کے پاس بھیجا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز پڑھنے حاضر ہوں مگر وہ نہ آئے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر چکے تھے اور جب صبح ہوئی تو جناب سیّدہ علیہا السلام نے فریاد کی کہ ''واسوء صباحاً'' یعنی اے روزِ بد آ کہ تیرا دن ہے۔ اور لوگوں نے غنیمت جانا کہ جناب امیر علیہ السلام تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہیں اور بنی ہاشم حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصیبتِ جدائی میں بے قرار ہیں تو اُن سب نے آپس میں اتفاق کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ کریں جیسا کہ اُنہوں نے حالتِ حیاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشورہ کیا تھا۔ انصار نے چاہا کہ سعد بن عبادہ کو خلیفہ کریں تو وہ مہاجرین کی برابری نہ کر سکے اور مغلوب ہو گئے۔ پھر بیعت حضرت ابوبکرؓ کی تمام ہوئی تو ایک شخص اُس وقت جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ علی علیہ السلام اُس وقت بیلچہ ہاتھ میں لئے ہوئے قبر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درست فرما رہے تھے۔ اُس شخص نے کہا کہ لوگوں نے ابوبکرؓ سے بیعت کی ہے اس خوف سے کہ جب آپ فارغ ہو جائیں تو خلافت طلب نہ کر سکیں۔ یہ سُن کر جناب امیر علیہ السلام نے بیلچہ ہاتھ سے زمین پر رکھ دیا اور یہ آیات پڑھیں: [3]

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج۱ ص ۱۵۴

[2] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج۱ ص ۱۵۶

[3] سورۃ العنکبوت، آیت ۱ تا ۴

Presented by Ziaraat.Com

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۴﴾

(ال م۔ کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور اُن کا امتحان نہیں ہوگا۔ بیشک ہم نے ان سے پہلے والوں کا بھی امتحان لیا ہے اور اللہ تو بہر حال یہ جاننا چاہتا ہے کہ ان میں کون لوگ سچے ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔ کیا برائی کرنے والوں کا خیال یہ ہے کہ ہم سے آگے نکل جائیں گے یہ بہت غلط فیصلہ کر رہے ہیں)''

شبِ وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیت علیہم السلام

کلینیؒ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس رات حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانب ریاضِ جنت رِحلت فرمائی، وہ رات اہل بیت (علیہم السلام) پر تمام راتوں سے طولانی تھی اور ایک ایسی حالت اُن پر طاری تھی کہ یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ آسمان کے نیچے ہیں یا زمین پر۔ حق تعالیٰ نے اس حالت میں ایک فرشتہ بھیجا۔ بروایت دیگر جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا کہ دکھائی نہیں دیتے تھے مگر آواز سنائی دیتی تھی۔ اُنہوں نے کہا، ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' پھر کہا، ''واضح ہو کہ خدا ہر مصیبت سے تسلی دینے والا اور ہر مہلکہ سے نجات دینے والا ہے اور ہر فوت شدہ چیز کا تدارک کرنے والا ہے۔'' پھر یہ آیت پڑھی: [۱] ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾'' (ہر متنفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا۔ تو جو شخص آتش جہنم سے دُور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دُنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔)

---

[۱] سورۃ آل عمران، آیت ۱۸۵

Presented by Ziaraat.Com

پھر کہا حق تعالیٰ نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ گناہوں اور عیبوں سے پاک کیا ہے اور تم کو اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اہل بیت کیا ہے اور اپنا علم تمہارے سپرد کیا ہے اور اپنی کتاب تمہاری میراث میں دی ہے اور تم کو اپنا صندوق علم کہا ہے اور تم کو اپنا عصائے عزت کیا ہے اور تمہارے واسطے اپنے نور سے مثال دی ہے اور تم کو معصوم گردانا ہے اور لغزش فتنہ وفساد سے تم کو بے خوف کیا ہے۔ پس خدا کے لئے صبر کرو۔ حق تعالیٰ تم سے اپنی رحمت دُور نہیں کرتا اور اپنی نعمت تم سے زائل نہیں فرماتا۔ بخدا! تم لوگ اہل خدا ہو، تمہارے سبب سے (خدا نے) اپنی نعمت کو خلق پر تمام کیا اور پراگندہ (منتشر) کو مجتمع کیا اور کلمات کو متفق کیا اور تم خدا کے دوست ہو جو کوئی تمہاری ولایت اختیار کرے وہ راستگار (صحیح راستہ پر) ہے اور جو کوئی تم پر ستم کرے اور تمہارا حق تم سے چھین لے وہ ہلاکت میں ہے۔ حق تعالیٰ نے تمہاری محبت کو اپنی کتاب میں مومنوں پر واجب کیا اور خدا جس وقت چاہے تمہاری نصرت ومددگاری پر قادر ہے لہٰذا صبر کرو اور عافیت بخیر کے منتظر رہو کیونکہ بازگشت جمیع اُمور کی خدا کی طرف سے ہے اور بتحقیق کہ پیغمبر خدا نے تم کو حق تعالیٰ کے سپرد کیا اور حق تعالیٰ نے قبول کیا اور تم کو زمین پر اپنے دوستوں اور مومنوں کے سپرد کیا جو شخص امانت ادائے الٰہی کرے اور تمہاری ولایت کو اپنے اُوپر واجب جانے اور تمہاری حُرمت کی رعایت کرے، حق تعالیٰ جزائے نیک اُس کو قیامت میں دے گا۔ تم لوگ امانتِ خدا ورسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو اور تمہاری محبت واجب اور اطاعت فرض ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیا سے نہیں گئے جب تک کہ دِین کو تمہارے لئے کامل نہیں کیا اور تمہارے لئے راہِ نجات کو واضح نہیں کیا اور کسی جاہل کے لئے کوئی حجت باقی نہیں اگر کوئی نادان ہو یا اظہارِ نادانی کرے یا کسی حق کا انکار کرے یا بھول جائے یا اظہارِ فراموشی کرے۔ خدا پر اُس کا حساب ہے اور خدا تمہاری حاجتیں برلانے والا ہے اور تم کو میں خدا کے سپرد کرتا ہوں، والسّلام۔" راوی نے حضرت سے پوچھا کہ یہ تعزیت کس طرف سے تھی؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ تعزیت خدا کی طرف سے تھی۔ [1]

---

[1] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶

Presented by Ziaraat.Com

مصحفِ حضرت فاطمہ علیہا السلام

کلینیؒ نے بسند معتبر حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال کیا جناب سیّدہ کو وفات پدرِ بزرگوار پر... اُمت سے اِس درجہ حزن واندوہ ہُوا کہ بغیر حق تعالیٰ کوئی اُس حزن ورنج وغم سے واقف نہ تھا۔ پس حق تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو جناب فاطمہ علیہا السلام کے پاس بھیجا کہ باتیں کریں اور شدتِ اندوہ وغم میں جناب سیّدہ علیہا السلام کو تسکین کریں۔ چنانچہ ہر روز جبرائیل علیہ السلام آتے اور دلجوئی وتسکین جناب سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کی فرماتے اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن کی ذریت طاہرہ پر جو جو مصیبتیں (دشمنوں کی طرف سے) آئیں گی اُن کا ذِکر کرتے تھے اور جو کچھ اُن کے دشمنوں پر عذاب ہوگا اُن سب کا حال بیان کرتے تھے۔ جب جناب سیّدہ نے یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو جناب امیر علیہ السلام سے کہا کوئی شخص آتا ہے اور اس طرح کی خبریں سناتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اے فاطمہ (علیہا السلام)! جب تمہارے پاس وہ آئے مجھے خبر کرنا۔ پس جس وقت جبرائیل علیہ السلام آتے جناب فاطمہ علیہا السلام حضرت امیر علیہ السلام کو خبر کرتی تھیں اور جو کچھ جبرائیل علیہ السلام کہتے جناب امیر علیہ السلام لکھ لیتے تھے یہاں تک کہ ایک کتاب جمع ہوگئی اور وہ مصحفِ فاطمہ علیہا السلام ہے کہ اُس میں احوال آئندہ تا روزِ قیامت مندرج ہیں اور وہ کتاب اب حضرت قائم آلِ محمد (علیہ السلام) کے پاس ہے۔ اور حضرت نے فرمایا کہ جناب فاطمہ علیہا السلام بعد رحلتِ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھتر (۷۵) دن زندہ رہیں اور ہمیشہ محزون وغمگین رہیں یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے ملحق ہوگئیں۔ [۱]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ○

[۱] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۸

Presented by Ziaraat.Com

اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

حضرت علی علیہ السلام ابن ابی طالب فرماتے ہیں، ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبین تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں نہایت کشادہ دِل، فیاض اور زبان کے نہایت سچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاف اور غیر مبہم لب ولہجہ میں گفتگو فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبیعت کے بہت نرم اور خانوادے کے لحاظ سے مکرم ومعزز تھے۔ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے پہل دیکھتا تو اس پر ہیبت طاری ہوجاتی اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھل مِل جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے لگتا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھا، نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے پہلے نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد۔''[۱]

اللہ تعالیٰ نے خاص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فرمایا:[۲] ''وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴''

یعنی اے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔ اور ایک جگہ فرمایا:[۳]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝۲۱ یعنی (اے لوگو!) بے شک تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات میں (پیروی کیلئے) بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اُس شخص کیلئے جو اللہ (کی بارگاہ میں حاضری) اور قیامت (کے آنے) کی اُمید رکھتا ہے اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔)

پس، رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ہر پہلو میں بندگانِ خدا کے لئے ایک بہترین اور کامل نمونہ متابعت کے واسطے موجود ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ

---

[۱] ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبر اعظم وآخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۳۸۰ بحوالہ: ترمذی، مشکوٰۃ (باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصفاتہ)

[۲] سورۃ القلم، آیت ۴

[۳] سورۃ الاحزاب، آیت ۲۱

Presented by Ziaraat.Com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنتِ حسنہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''معرفت میری زندگی کا سرمایہ ہے، عقل میرے دِین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میرا مرکب (سواری) ہے، ذِکرِ الٰہی میرا انیس (دوست) ہے، اعتماد میرا خزانہ ہے، غم میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، رضا میرا مالِ غنیمت ہے، عجز میرا فخر ہے، زُہد میرا پیشہ ہے، یقین میری قوّت ہے، صدق میرا حامی اور شفیع ہے، طاعت (عبادت/ بندگی) میری کفیل ہے، جہاد میرا خُلق ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (۱)

روایت ہے کہ بعض صحابہؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خُلق و کردار کیا ہے؟'' کہا، ''کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟'' اُنھوں نے جواب دیا، ''ہاں'' کہا، ''یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خُلق یا اُسوۂ حسنۃ ہے۔'' (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک

حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار جناب علی علیہ السلام سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ رویّہ کیسا تھا؟ جناب علی علیہ السلام نے فرمایا، ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ خوش اخلاق اور نرم خُو رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنگ دِل اور تنگ مزاج ہرگز نہیں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فحش گوئی پسند نہیں تھی۔ کسی کا عیب بیان نہیں کرتے تھے۔ ناحق مزاح سے پرہیز کرتے۔ کسی کی بلاوجہ مداح نہیں کرتے تھے۔ جس چیز کو پسند نہ کرتے اُس سے تغافل فرماتے۔ کسی کو مایوس نہیں کرتے تھے اور کسی اُمیدوار کو ناکام نہیں پلٹاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تکبر، کثرت طلبی اور بے مقصد گفتگو جیسی تینوں صفات سے منزّہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے اور کسی کو شرمندہ نہیں کرتے تھے، نہ ہی کسی کی

---

(۱) ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبرِ اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ص ۵۳ بحوالہ قاضی عیاض، کتابُ الشفاء

(۲) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۱۳۴۲

Presented by Ziaraat.Com

کمزوریوں کے درپے ہوتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف وہی کلام کرتے جس کے ثواب کی اُمید رکھتے۔ جب گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہمہ تن گوش ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو سنتے اور یوں خاموش رہتے جیسے کہ اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہوتے تو پھر صحابہ گفتگو کرتے۔اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرتا تو صحابہ خاموش ہو کر سنا کرتے۔صحابہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آپس میں جھگڑا نہیں کرتے تھے۔جب کبھی صحابہ مسکراتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُن کے ساتھ تبسم فرماتے اور جب وہ تعجب کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تعجب کا اظہار کرتے۔اگر کوئی بدّو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سختی سے پیش آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس پر صبر فرماتے، ایسے شخص کو صحابہؓ کھینچ کر بٹھا دیتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ جب تم کسی حاجت مند کو حاجت کے لئے تگ و دَو کرتے ہوئے دیکھو تو اُس کے ساتھ نرمی کرو۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہم پلہ کے سوا کسی کی ثناء قبول نہیں کرتے تھے۔کسی کی بات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹوکنے کی عادت نہیں تھی اور نہ ہی کسی کی گفتگو کے دوران اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔''(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو شخص مدد کے لیے جہاں لے جانا چاہتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے ساتھ تشریف لے جاتے اور اُس کا کام کر دیتے۔(۲)

گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل

ابوعبداللہ جدلی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاوٴ اہلِ خانہ کے ساتھ کیسا تھا؟ جواب دیا، ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ احسن اخلاق کے مالک تھے۔نہ طبعاً نہ تکلفاً فحش گوئی کی طرف کوئی میلان تھا، نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے، نہ

---

(۱) شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ا ص ۵۵۶

(۲) بخاری، مسلم

Presented by Ziaraat.Com

برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ عفوودرگذر سے کام لینے والے۔"

دوسری جگہ فرماتی ہیں، "دُنیا کا کوئی فرد بھی حُسنِ خلق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ برابری نہیں کر سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ اخلاقِ حمیدہ کے مالک تھے۔ [1]

حضرت عائشہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے اور گھر والوں کی خدمت کرتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کو چلے جاتے تھے۔ [2]

حضرت عائشہؓ نے صحابہؓ کے استفسار پر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے جوتے خود مرمت کرلیا کرتے، اپنے کپڑے خود سی لیتے، اپنی بکری کا دودھ خود دوھ لیتے اور اپنے گھر میں اُسی طرح کام کرتے تھے جس طرح تم لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہو۔ [3]

گھر سے باہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طرزِ عمل

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد گرامی جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ گھر سے باہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طرزِ عمل کیسا ہوتا تھا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بلاضرورت کلام نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتے تھے، اُنہیں خود سے متنفر نہیں کرتے تھے۔ ہر قوم کے سربراہ کا احترام کرتے تھے اور اُسے اُس کی قوم پر والی مقرر کرتے تھے۔ لوگوں کو عذابِ آخرت سے ڈراتے تھے۔ کسی کے ساتھ سختی روا نہیں رکھتے تھے اور بداخلاقی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔ جو صحابی چند دن تک نہ آتا، اُس کے بارے میں لوگوں سے دریافت فرماتے۔ لوگوں سے اُن کے حالات پوچھتے، اچھائی کی تعریف کرتے اور اُسے تقویت پہنچاتے اور بُرائی کی تنقیص کرتے اور اُسے کمزور کرنے کوشش

---

[1] ترمذی

[2] بخاری

[3] ترمذی

Presented by Ziaraat.Com

کرتے ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کاموں میں اعتدال کو مدنظر رکھتے تھے اور افراط وتفریط کو پسند نہ فرماتے ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غفلت نہیں کرتے تھے کہ مبادا لوگ غفلت کرنے لگیں یا باطل کی طرف میلان پیدا کرلیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرِ حق سے کوتاہی نہیں کرتے تھے اور اپنے قریبی ساتھیوں کو بھی کوتاہی کرنے سے منع فرماتے تھے ۔باکردار انسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں افضل ہوتے تھے ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں وہی قابلِ قدر قرار پاتا تھا جو لوگوں کا زیادہ ہمدرد اور غمگسار ہوتا تھا۔"[۱]

مروی ہے کہ جب سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی کو سرِ راہ مل جاتے تو اُن کے ساتھ اُس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ رخصت نہیں ہوجاتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرتے تو اُن کو سلام سے مشرف فرماتے ۔[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازِ گفتگو

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی جلدی بے سروپا باتیں نہیں کیا کرتے تھے بلکہ واضح انداز میں الفاظ جُدا جُدا کرکے بات کیا کرتے تھے تاکہ جو بیٹھا ہو یاد کرلے ۔[۳]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز نہایت درجہ شیریں اور دلکش تھی کہ کوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر شیریں کلام اور خوش آواز نہ تھا۔ جولب ولہجہ ،فصاحت و بلاغت اور مخارجِ کلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا اُس پر آج تک کوئی بھی قادر نہیں ہوسکا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، "اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَاُخْتُصِرَلِیَ الْکَلَامُ "یعنی مجھے "جوامع الکلم" دیا گیا اور میرے لیے کلام کو مختصر کیا گیا۔"جوامعَ الکلم" سے مراد وہ کلمات ہیں جو غایت اختصار میں ہوں اور معانی کثیرہ کے

---

[۱] شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)،عیون اخبار الرضا علیہ السلام ،ج ۱ ص ۵۵۴

[۲] عبدالرحمٰن ابن جوزی، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،ص ۴۶۸

[۳] جامع ترمذی، ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۱۵

Presented by Ziaraat.Com

حامل ہوں۔ [1] مثلاً وہ خطوط و پیغامات جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہوں، حاکموں اور بڑے بڑے امرائے وقت کو ارسال فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن خطوط میں ہر قوم کو اُسی کے انداز میں مخاطب فرمایا تھا اور وہ پیغامات اور خطوط مختصر ہونے کے باوجود اپنے اندر معانی و معارف کا سمندر لیے ہوئے تھے۔

عیون اخبار الرضا علیہ السلام میں شیخ صدوق علیہ رحمۃ، امام رضا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے ماموں ہند بن ابی ہالہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حُلیہ مبارک بیان کیا کرتے تھے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازِ گفتگو کیسا تھا؟ اُنھوں نے کہا، ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیریں کلام تھے اور واضح الفاظ سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام الفاظ کی کمی بیشی سے مُعرّا ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام گفتگو جیسے موتیوں کی لڑی میں پروئی ہوئی ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائم الحزن (ہمیشہ غمگین رہنے والے) تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ غور و فکر میں مصروف رہتے اور بلا ضرورت کلام نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو مختصر مگر جامع ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرم خو تھے اور بد خلق نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوٹی سے چھوٹی نعمت کی بھی قدر کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے کی مدح نہیں کرتے تھے اور دُنیا اور متاعِ دُنیا کی وجہ سے ناراض نہیں ہوتے تھے۔ جب حق و صداقت کا مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیر کی طرح سے غضب ناک ہوجاتے اور کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوتی اور جب تک حق کو سربلندی نہ ملتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت تک بے چین رہتے۔ جب اشارہ کرنا مطلوب ہوتا تو اپنے پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور جب کبھی کسی چیز پر تعجب ہوتا تو اُلٹے ہاتھ کا اشارہ کرتے۔ جب کلام کرتے تو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے قریب کرتے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر زور سے رکھتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوتے تو

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ا ص ۲۴

Presented by Ziaraat.Com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرہ مبارک پھیر لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک متغیر ہو جاتا۔ جب مسکراتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ خفیف ہوتی اور تبسم سے آگے تجاوز نہ کرتی۔'' امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عرصہ تک اس خبر کو اپنے بھائی حسین علیہ السلام سے مخفی رکھا پھر ایک دن اُنہیں اس بات کی خبر کی تو پتہ چلا کہ وہ مجھ سے پہلے ہی ہند بن ابی ہالہ سے یہ سب سُن چکے تھے اور اُنہوں نے بتایا کہ اُنہوں نے ہمارے والد ماجد امیر المومنین علیہ السلام سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دخول، خروج اور اُن کی مجلس سے متعلق بھی سوال کیا تھا۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دخول وخروج اور نشست عام

امیر المومنین جناب علی علیہ السلام نے فرمایا، ''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لاتے تو اپنے وقت کو تین حصّوں میں تقسیم فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کا ایک حصّہ اللہ کے لیے ہوتا تھا (جس میں عبادت کرتے)، ایک حصّہ افرادِ خانہ کے لیے ہوتا اور ایک حصّہ اپنے لیے ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو بھرپور وقت دیا کرتے تھے، اُس وقت میں ہر خاص وعام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مِل سکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی محفل میں اہلِ فضل کو مقدم رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں فضیلت کا معیار احکامِ دِین کی پابندی کرنا تھا۔[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل ومجالس

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد گرامی جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل ومجالس سے متعلق پوچھا تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے تو ذِکرِ خدا کرتے اور اُٹھتے تو ذِکر خدا کرتے۔ محفل

---

[۱] شیخ ابی جعفر الصدوق علیہ رحمۃ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ا ص ۵۵۲، ۵۵۳

[۲] شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ا ص ۵۵۳

Presented by Ziaraat.Com

میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جگہ ملتی بیٹھ جاتے اور لوگوں کو بھی اسی بات کا حکم دیتے تھے۔تمام شرکائے محفل کو یکساں مستفید ہونے کا موقع دیتے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ساتھی یہ نہیں سمجھتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس پر کسی دوسرے کو ترجیح دی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلق تمام لوگوں کے لیے وسیع تھا،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے لیے شفیق والد کی طرح تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں حق کے لیے سب برابر تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل حِلم وحیا اور صِدق و امانت کی محفل ہوتی تھی جس میں آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں لوگوں کی خامیاں اور کمزوریاں بیان نہیں ہوتی تھیں۔محفل کے باہمی تعلقات تقویٰ پر موقوف ہوتے تھے۔شرکائے محفل ایک دوسرے سے تواضع سے پیش آتے تھے،جہاں بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر رحم کیا جاتا تھا۔حاجت مند افراد کو اپنے اُوپر ترجیح دی جاتی تھی اور مسافروں کا خیال رکھا جاتا تھا۔اگر کوئی شخص حاجت لے کر آتا تو وہ اپنی مُراد پا کر جاتا یا کم از کم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچھا فرمان سُن کر جاتا تھا۔" [۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور اگر کبھی کچھ بچ جاتا اور رات ہو جاتی تو اُس وقت تک گھر تشریف نہ لے جاتے جب تک کہ کوئی مستحق نہ مِل جاتا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مساکین کو اپنے دستِ مبارک سے کھانا کھلاتے تھے۔

روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کبھی کوئی چیز مانگی گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار نہیں کیا۔ [۲]

حضرت جابر بن عبداللہؓ اور دیگر کئی صحابہ بیان کرتے ہیں کہ (ایسا کبھی نہیں ہُوا کہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے "نہ" فرمایا ہو۔ [۳]

---

[۱] شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)،عیون اخبار الرضا علیہ السلام،ج۱ص۵۵۵

[۲] صحیح بخاری،ج۳ حدیث ۹۹۴

[۳] صحیح مسلم،ج۳ حدیث ۱۵۱۷

Presented by Ziaraat.Com

یعنی جب کبھی کسی سائل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چیز اُس کو عطا فرما دی۔

روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی چیز مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر شخص کو کچھ نہ کچھ عطا فرمایا۔ یہاں تک کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمام چیزیں (تم پر) خرچ کر دیں اب میرے پاس کچھ مال نہیں رہا اور میں تم سے کچھ چھپا کر نہیں رکھتا۔ [1]

صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں کہ حاجت مند افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی حاجت برآوری کے لیے کوشاں ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت کو مسائل دِین بتاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو یہاں حاضر ہے اُس کو چاہیے کہ غیر حاضر تک یہ پیغام پہنچائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص اپنی حاجت مجھ تک نہیں لا سکتا تم اُس کی حاجت مجھ تک لاؤ اور جو شخص ایسے شخص کی حاجت کسی حکمران تک لے جائے تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اُسے ثابت قدم رکھے گا۔ [2]

لوگ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جھولیاں خالی لے کر آتے اور بھر کر لے جاتے۔ بے علم و بے بصیرت آتے اور صاحبانِ علم و دانش بن کر واپس جاتے۔ [3]

حکیم بن حزام نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کچھ مانگا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے دے دیا، میں نے پھر مانگا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پھر دیا۔ [4]

---

[1] صحیح بخاری، ج ۳ حدیث ۱۴۱۷

[2] شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۳

[3] شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۴

[4] صحیح بخاری، ج ۱ حدیث ۱۴۱۵

Presented by Ziaraat.Com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم ودرگذر

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیا اور دُنیاوی اشیاء کی خاطر ناراض نہیں ہُوا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے لیے بھی ناراض نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی اُس کے لیے بدلہ لیتے تھے۔[1]

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا کہ مشرکوں کے حق میں بددُعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔''[2]

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ ہی کسی عورت کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو کسی جگہ پر بھی زدوکوب کے لیے استعمال نہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایذا اور تکلیف دیے جانے پر کبھی انتقامی کاروائی نہ فرمائی۔[3]

بخاری اور مسلم میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ نے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی بات میں کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی جان دار کو اپنے ہاتھ سے مارا۔[4]

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابوطلحہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بارگاہِ نبوت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انس سمجھدار بچہ ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمائیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] عبدالرحمٰن ابن جوزی، سیرتِ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۴۷۳

[2] صحیح مُسلم

[3] عبدالرحمٰن ابن جوزی، سیرتِ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۴۷۳

[4] صحیح بخاری، صحیح مُسلم

Presented by Ziaraat.Com

کی سفر و حضر میں خدمت کی سعادت حاصل کی۔ بخدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی کام سے متعلق جو میں نے کر دیا کبھی یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا اُس سے متعلق کبھی یہ نہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔[1] انس بن مالک مزید کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی لعن طعن اور سب و شتم نہ کیا اور نہ ہی کبھی کوئی فحش کلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اطہر پر آیا۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اُحد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آیا ہے کہ جس میں آپ کو تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہو؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم قریش سے ایسے کئی دن دیکھے ہیں اور ان میں سب سے سخت اور مشکل ترین دن عقبہ کا دن تھا جب میں طائف میں عبد یالیل بن کلال کے پاس گیا اور اُس کو اسلام کی دعوت دی مگر اُس نے میری دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ اوباش اور آوارہ لوگوں کو مجھے ایذا پہنچانے پر مامور کیا جنہوں نے مجھے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ اچانک جبرائیل آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قوم کا جواب اور ردِ عمل سُنا اور دیکھا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف پہاڑوں پر مامور فرشتہ کو بھیجا ہے۔ پھر پہاڑوں پر مامور فرشتے نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قوم کا جواب سُنا ہے اور میں ملک الجبال ہوں مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور اہلِ طائف کو اُن کے درمیان پیس کر اور مسل کر رکھ دوں تو میں نے کہا کہ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی پشتوں سے ایسے افراد پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے (لہٰذا میں تجھے یہ حکم نہیں دیتا)۔[2]

---

[1] بخاری، مسلم، ترمذی

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت ، ج ۲ ص ۷۴ بحوالہ بخاری، مسلم

Presented by Ziaraat.Com

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجرانی چادر، جس کا کنارہ موٹا اور سخت تھا اوڑھے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ پیچھے سے ایک اعرابی آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک پکڑ کر زور سے کھینچی۔ چادر کے سخت کنارے سے گردن مبارک پر خراش آ گئی۔ پھر اُس نے کہا اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس ودیعت ہے اُس میں سے میرے لیے (ادائیگی کا) حکم دیں۔ رحیم وکریم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور باوجود اُس کی اس نازیبا اور تکلیف دِہ حرکت کے، تبسم فرمایا اور اُس کے لیے مال عطا کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچوں پر شفقت

بچے معاشرے کا ایک کمزور اور معصوم طبقہ ہونے کے ساتھ ساتھ مستقبل کا قیمتی اثاثہ بھی ہوتے ہیں، اُن کے ساتھ حُسن سلوک اور اُن کی بہترین تعلیم وتربیت اُن کے روشن وتابناک مستقبل کی ضامن ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ نہایت محبت اور نرمی سے پیش آیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اس معصوم اور کمزور طبقہ پر رحم وکرم کے کئی نمونے پیش کیے اور ساتھ ساتھ اُمت کو تلقین بھی فرمائی کہ اس طبقہ کا لحاظ کرو اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے اجتناب کرو۔

سلام کرنے سے دوسروں کی عزت افزائی ہوتی ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو اُن کو سلام سے مشرف فرماتے۔[2]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے، ''جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔[3]

---

[1] عبدالرحمن ابن جوزی، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۴۷۴

[2] عبدالرحمن ابن جوزی، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۴۶۸

[3] سنن ابی داوٗد، باب فی الرحمۃ، حدیث ۴۹۴۳

Presented by Ziaraat.Com

روایت ہے کہ ایک شخص نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن علیہ السلام کو چوم رہے ہیں تو کہا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے دس بچے ہیں مگر میں نے کبھی کسی کو نہیں چوما۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''جو شخص رحم نہیں کرتا اُس پر (اللہ کی طرف سے) رحم نہیں کیا جاتا۔''[1]

ایک اور روایت کے مطابق، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن علیہ السلام کو چوم رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے اس پر حیرت کا اظہار کیا۔ فرمایا کہ اگر اللہ نے تیرے دِل سے رحمت کو نکال دیا تو میں کیا کر سکتا ہوں۔[2]

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے صحن میں بیٹھ کر حضرت حسن علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا، تھوڑی ہی دیر میں وہ آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں گلے سے لگایا، بوسہ دیا اور فرمایا، ''اے اللہ! میں حسن (علیہ السلام) سے محبت رکھتا ہوں تو بھی حسن (علیہ السلام) سے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھ۔[3]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین کریمین علیہم السلام کو اپنے شانوں پر سوار کر کے گھر سے باہر تشریف لے جایا کرتے۔ یہ شہزادے نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشتِ مبارک پر سوار ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدوں کو اتنا طویل فرما دیتے کہ صحابہ پریشان ہو جاتے۔ پھر نماز کے بعد شہزادوں کو اپنی آغوش مبارک میں لے کر بوسے دیتے اور مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے۔

اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کے بچوں پر بھی بہت مہربان تھے چنانچہ صحابہ کرام کی عادت یہ تھی کہ کسی کے گھر بھی ولادت ہوتی تو نومولود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچے کو گود میں لیتے، اُسے چومتے اور اُس کے لیے برکت کی دعا فرماتے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کوئی مشروب لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے نوش

---

[1] بخاری، باب رحمۃ الولد و تقبیلہ، حدیث ۵۹۹۷

[2] بخاری، باب رحمۃ الولد و تقبیلہ، حدیث ۵۹۹۸

[3] بخاری، باب مناقب الحسن، حدیث ۳۷۴۹

Presented by Ziaraat.Com

فرمایا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیں جانب ایک بچہ ہے، اور بائیں جانب صحابہ کرام ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس بچے سے اجازت چاہی کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہ مشروب ان بڑے حضرات کو عنایت کر دوں؟ اُس بچے نے کہا، ہرگز نہیں، بخدا میں (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرک میں) اپنے حق پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشروب کا پیالہ اُس بچے کو تھما دیا۔ (۱)

روایت ہے کہ ایک یہودی شخص کا لڑکا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ بیمار پڑ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از خود تشریف لا کر اُس کی عیادت فرمائی، اُس بچے کے سرہانے بیٹھے، پھر اُس سے فرمایا، اسلام قبول کرلو۔ بچے نے اپنے والد پر نظر ڈالی، والد نے بھی کہا کہ ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو۔ لہٰذا وہ بچہ مسلمان ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکلے:
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ ○ (تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے اس کو آگ سے بچا لیا۔) (۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مسلم بچوں پر بھی شفقت و مہربانی فرمایا کرتے تھے، اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور اُن کے لئے متفکر رہتے تھے۔

زمانۂ جاہلیت میں لڑکی کی پیدائش کو عرب اپنے لیے عار سمجھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکیوں کے حقوق کا تحفظ کیا، اُن کے احترام کی تعلیم دی، اُن کی بہترین تربیت کرنے اور اُن پر خرچ کرنے کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''جس نے دو لڑکیوں کی بالغ ہونے تک پرورش کی، قیامت کے دن میں اور وہ ایک ساتھ ہوں گے۔'' (۳)

---

(۱) بخاری، باب من رأی أن صاحب الحوض، حدیث ۲۳۶۶

(۲) بخاری، باب إذا أسلم الصبی فمات، حدیث ۱۳۵۶

(۳) مسلم، باب فضل الاحسان إلی البنات، حدیث ۲۶۳۱

Presented by Ziaraat.Com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات واطوار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ بلند مرتبہ، جلیل القدر، متقی، پرہیز گار، بہادر، عادل اور مہربان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی نامحرم عورت کو مس نہیں کیا۔ جو سواری دستیاب ہوتی اُسی پر سواری فرماتے چاہے گھوڑا ہوتا، خچر یا گدھا۔ گدھے پر بغیر زین کے سوار ہوتے۔ پیادہ بھی چلتے۔ جنازوں کی مُشایعت کرتے۔ مریضوں کی عیادت فرماتے۔ رشتہ داروں سے صلۂ رحمی کرتے۔ فقرا کی صحبت میں بیٹھتے۔ اہل علم وفضل کی تکریم کرتے، اہل شرف سے نیکی کر کے تالیف قلوب فرماتے۔ کسی پر ظلم نہ کرتے، معذرت خواہوں کا عذر قبول فرماتے۔ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں چاندی کی انگوٹھی پہنتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کا دودھ خود نکالتے، اُونٹ کو باندھتے اور کام کاج میں اہل خانہ اور خدام کی مدد فرماتے۔ غلاموں اور کنیزوں کے لباس اور طعام میں فراخی فرماتے اور اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی حاجت لے کر آتے تو بغیر درشتی اور بدخوئی کے اُن کی حاجت روی فرماتے۔ جب کوئی حاجت بیان کرتا تو سُنتے رہتے اور جب تک وہ خود نہ ہٹتا اُس کی طرف سے مُنہ نہ پھیرتے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے بلکہ درگزر اور بخشش فرماتے۔ دعوت قبول فرماتے اور ہدیہ لینے سے انکار نہ فرماتے چاہے ایک پیالہ دودھ ہی ہوتا لیکن صدقہ نہ لیتے۔ کسی کے چہرے کو گھورتے نہ تھے اور نہ ہی کسی پر غضبناک ہوتے۔ کبھی کسی کو لعن طعن نہ کرتے۔ ملنے پر سلام میں پہل کرتے، مصافحہ کرتے۔ اُٹھتے بیٹھتے ذِکر خدا کرتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی بیٹھا ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس وقت نماز پڑھنا ہوتی تو نماز میں تخفیف فرماتے اور پھر اُس کی طرف متوجہ ہو کر اُس کی حاجت معلوم کرتے۔ ہمیشہ قبلہ رُو ہو کر بیٹھتے اور جب تک لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے رہتے۔ ملاقات کے لیے آنے والوں کی تکریم کرتے اور اپنا کپڑا اچھا دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ حق بات کہتے۔[1]

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۴

Presented by Ziaraat.Com

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ خاص عادات

بحذفِ اسناد، امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین (علیہم السلام) کی سند سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''پانچ عادات واطوار کو میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔[1]

۱۔ زمین پر بیٹھ کر غلاموں کے ساتھ کھانا کھانا۔

۲۔ خالی پشت گدھے پر سوار ہونا۔

۳۔ اپنے ہاتھ سے بکری کا دودھ دوہنا۔

۴۔ اُون کا لباس پہننا۔

۵۔ بچوں پر سلام میں پہل کرنا تاکہ میرے بعد سنت ہو۔''

بلاشبہ، سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مندرجہ بالا پانچوں عادات، انکساری اور تواضع کا عالیشان نمونہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ سیّد الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد محترم بابُ العلم جناب علی علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی کیسی ہوتی تھی؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت چار چیزوں پر مشتمل ہوتا تھا، حلم، ہوشیاری، اندازہ گیری اور فکر۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ تسویۂ نظر (برابری) اور استماع بین الناس (لوگوں کے درمیان غور سے سننا) سے متعلق اندازہ فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ باقی رہنے والی اور فنا ہو جانے والی چیزوں سے متعلق سوچا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلم وصبر یکجا کر دیئے گئے تھے چنانچہ کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غضب ناک نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متنفر

---

[1] شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ا ص ۱۷۵

Presented by Ziaraat.Com

کرسکتی تھی (ماسوائے خلافِ شرع چیزوں کے۔ مؤلف)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوشیاری (یعنی دُوراندیشی اور خاص توجہ) چار بنیادوں پر مشتمل ہوتی تھی:[1]

۱۔ اچھی چیز کو اپنانا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا ہوسکے۔

۲۔ قبیح کو ترک کرنا (یعنی اُس سے اجتناب کرنا) تاکہ لوگ اُس سے باز رہیں۔

۳۔ اُمت کی اصلاح و فلاح کے لیئے مقدور بھر کوشش کرنا۔

۴۔ اور اُمت کے لیئے دنیا و آخرت کی بھلائی جمع کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبسم

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر خاموشی اختیار کیے رکھتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام ہنستے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف تبسم پر اکتفا فرماتے۔ حضرت جابر بن سمرہ سے دوسری روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنستے نہیں تھے بلکہ مسکراتے تھے۔[2]

بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے بلکہ تبسم فرمایا کرتے تھے۔[3]

حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔[4]

اس روایت سے حضرت عبداللہ کی مراد یہ ہوسکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت اور دلنشیں مسکراہٹ کسی اور کی نہ تھی یا پھر شاید یہ کہنا چاہتے ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تالیفِ قلوبِ اُمت کے لئے دوسروں سے زیادہ تبسم فرماتے تھے۔

---

[1] شیخ ابی جعفر الصدوق رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۷

[2] جامع ترمذی ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۲۰

[3] بخاری، در مشکوٰۃ

[4] جامع ترمذی ج ۲، حدیث نمبر ۳۴۱۷

Presented by Ziaraat.Com

امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسکراتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ خفیف ہوتی اور تبسم سے آگے تجاوز نہ کرتی تھی۔[۱]

روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوتے تو آنکھیں جھکا لیتے اور خوشی کا اظہار بہت زیادہ نہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا محض تبسم تھا اور ہنسنے کی آواز مشکل سے ظاہر ہوتی۔ مسکراتے وقت دندانہائے نورانی شبنم کے قطروں کی مانند چمکنے لگتے۔[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی مزاح بھی فرماتے مگر نہایت مہذب اور شائستہ انداز میں اور ہمیشہ حق بات کہتے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں ایک حبشی غلام بھی تھا۔ سفر میں جو شخص تھک جاتا اپنا کچھ بار اُس پر لاد دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ تُو تو سفینہ ہے اور اُسے آزاد کر دیا۔[۳]

ایک شخص سے فرمایا، ''بھولنا مت، اے دو (۲) کانوں والے!''[۴]

گیہوں لدے ایک اُونٹ کو دیکھ کر فرمایا کہ ''ہریسہ'' جا رہا ہے۔ واضح ہو کہ ''ہریسہ'' ایک کھانا ہے جو گیہوں سے تیار ہوتا ہے۔[۵]

انصار کی ایک بوڑھی عورت نے کہا کہ میرے لیے جنت کی دُعا کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ یہ سُن کر وہ رونے لگی۔ فرمایا کیا تُو نے نہیں سُنا، ''اِنَّآ

---

[۱] شیخ ابی جعفر الصدوق علیہ رحمۃ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۳

[۲] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء)، حیاتُ القلوب ج ۲ ص ۲۰۶

[۳] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

[۴] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

[۵] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

Presented by Ziaraat.Com

اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ ''[۱] (بے شک ہم نے اُن کو خاص نئے سرے سے پیدا کیا، پھر اُن کو کنواریاں بنایا ہے)، یعنی تُو وہاں نوعمر ہو کر جائے گی۔[۲]

ایسی ہی ایک اور روایت بھی ہے کہ ایک اشجیعہ عورت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ وہ رونے لگی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اُس کا حال بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کالا آدمی بھی جنت میں نہ جائے گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا رنگ کالا تھا پس وہ بھی رونے لگے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اُن کا حال حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گوش گذار کیا تو فرمایا کہ بوڑھا آدمی بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ پھر فرمایا کہ بوڑھے جوان ہو کر اور کالے گورے ہو کر جائیں گے۔ عورتیں کنواریاں بن کر جنت میں جائیں گی۔ (جیسا کہ اُوپر ذِکر ہو چکا ہے)[۳]

سفر میں ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے سواری دیجیے۔ فرمایا کہ ہم تمہیں اُونٹنی کا ایک بچّہ سواری کے لیے دیں گے۔ اُس نے کہا کہ میں بچّے کا کیا کروں گا؟ فرمایا کہ اُونٹ بھی تو اُونٹنی کا بچّہ ہی ہوتا ہے۔[۴]

ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! قیامت کے قریب جب سب لوگ بھوک سے بدحال ہوں گے اور ایسے میں دجال لوگوں کے پاس ثرید لائے گا تو کیا از روئے زُہد اُس وقت بھی اجتناب کرنا پڑے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ سُن کر مسکرائے اور فرمایا گھبراؤ نہیں! جس چیز سے اللہ مومنین کو بے پرواہ بنائے گا تجھے بھی بنائے گا۔[۵]

---

[۱] سورۃ الواقعہ آیت ۳۵، ۳۶

[۲] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

[۳] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

[۴] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

[۵] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

Presented by Ziaraat.Com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طعام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت سادہ غذا جو کہ عموماً جَو اور خرمہ پر مشتمل ہوتی تناول فرماتے۔ اگر کبھی کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو بھوکے رہتے اور فاقہ کشی سے نہ اُکتاتے۔ کبھی بھوک کے عالم میں اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے۔ زمین پر تشریف فرما ہوتے، اُسی پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور اُسی پر ہی سوتے۔ تکیہ لگا کر نہ بیٹھتے۔ کھانے پر بیٹھتے تو جو حاضر ہوتا قبول فرماتے اُسے رَد نہ کرتے، کھانے کے بعد غرور اور تکبر کے بغیر اپنی اُنگلیاں چاٹ لیا کرتے۔ پھلوں میں خربوزہ، انگور، رُطب (تازہ اور تر کھجور) اور چھوارا (خشک کھجور) پسند فرماتے۔ چھوارا دُودھ کے ساتھ کھاتے۔ ککڑی کو کھجور یا نمک سے کھاتے۔ روٹی اور روغن بھی لیتے، طعام لحم (گوشت کا سالن) میں ثرید (شوربہ) اور گوشت تناول فرماتے۔ گوشت میں بکری کا شانہ اور دستی زیادہ پسند فرماتے۔ شکار کا گوشت کھا لیتے تھے مگر خود شکار نہیں کرتے تھے۔ سرکہ مرغوب تھا۔ ترکاری میں ساگ اور بینگن پسند فرماتے۔[۱]

مروی ہے کہ حضرت اُمِ سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھنا ہُوا بازو (بکری کا بازو، دستی) پیش کیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے کھانے کے بعد نماز کے لیے تشریف لے گئے۔[۲]

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دستی کا گوشت پیش کیا گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھا۔[۳]

---

[۱] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ا ص ۶۴

[۲] جامع ترمذی، ج ا، حدیث ۱۶۶۶، ص ۶۸۴

[۳] جامع ترمذی، ج ا، حدیث ۱۶۷۴، ص ۶۸۶

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابو جُحیفہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔[۱]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد اور میٹھی چیز پسند فرمایا کرتے تھے۔[۲]

حضرت اُم ہانی بنتِ حضرت ابی طالبؑ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا (کھانے کو) کچھ ہے؟ عرض کیا کہ نہیں، البتہ سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے اور سرکہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لاؤ! وہ گھر جس میں سرکہ ہو، سالن کا محتاج نہیں۔[۳]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سرکہ کتنا بہترین سالن ہے۔[۴]

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، ''اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ایک دن میں روٹی اور گوشت سے دو مرتبہ سیر نہ ہوئے۔'' (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ایک مرتبہ سیر ہو کر کھانا تناول فرماتے تھے)[۵]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ مشروب

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میٹھی اور ٹھنڈی چیز مشروبات میں سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے۔[۶]

زہری، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا مشروب سب سے عمدہ ہے؟ فرمایا ٹھنڈا اور میٹھا۔[۷]

---

[۱] جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۲۶۷، ص ۶۸۴

[۲] جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۶۸، ص ۶۸۵

[۳] جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۷۷، ص ۶۸۷

[۴] جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۷۶، ص ۶۸۷

[۵] جامع ترمذی، ج ۲، حدیث ۲۱۷۳، ص ۳۰

[۶] جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۷۲۷، ص ۷۰۲

[۷] جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۷۲۸، ص ۷۰۲

Presented by Ziaraat.Com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالباس

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُون کا یا روئی سے بنا ہوا موٹا کپڑا پہنتے، لباس کا رنگ عموماً سفید ہوتا۔ عمامہ پر عمامہ باندھتے۔ قمیض پہنتے۔ جمعہ کا لباس مخصوص ہوتا تھا۔ کہیں تشریف لے جاتے تو عبا کو تہہ کر کے بطور فرش بچھا لیتے۔ جب نیا لباس پہنتے تو پُرانا کسی مسکین کو دے دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنے جوتے اور لباس خود مرمت کر لیا کرتے۔[۱]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ ترین لباس دھاری دار چادر تھی۔[۲]

اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لباس میں قمیض سب سے زیادہ پسند تھی۔[۳]

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیض کے بازو گٹوں (کلائیوں) تک تھے۔[۴]

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاپوش مبارک (جوتے) تسمے والے تھے۔[۵]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلحہ وغیرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والد گرامی سے تین تلواریں، ذوالفقار، مخذم اور سہوت ورثہ میں ملیں تھیں۔ غصب نامی ایک تلوار سعد بن عبادہ نے ہدیہ کی۔ قینقاع سے کچھ ہتھیار بھی ملے۔ آپ

---

[۱] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۴

[۲] جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۲۹، ص ۶۷۳

[۳] جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۰۹، ص ۶۶۷

[۴] جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۱۰، ص ۶۶۸

[۵] جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۱۶، ص ۶۶۹

Presented by Ziaraat.Com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نیزہ تھا جسے مستونی کہتے تھے۔ زرہوں میں ایک ذات الفصول تھی جسے سعد بن عبادہ نے ہدیہ کیا تھا۔ ایک زرہ کا نام فضہ تھا۔ دو زرہیں سعدیہ اور ذات الوشاخ بنی قینقاع نے پیش کیں۔ دو ڈھالیں تھیں جن میں سے ایک کا نام ولوق تھا۔ ایک ترکش کافورہ نامی اور ایک خود تھا۔ ایک سفید رنگ کا علم اور ایک تازیانہ، ممشوق نامی تھا۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر اشیائے مصرف

نجاشی نے ایک بڑی چھتری بھیجی تھی جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اُٹھائے رہتے تھے اور سفر میں اور عید کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لگاتے تھے۔ ایک چمڑے کا پٹکا جس پر چاندی کے تین حلقے تھے، ایک پیالہ شیشے کا اور ایک پتھر کا۔ نہانے کا ایک برتن، ایک چادر، ایک کانسہ (کاسہ، بڑا پیالہ)، ایک چاندی کی انگوٹھی جس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش تھا۔ دو کالے موزے جو نجاشی نے تحفے میں بھیجے تھے۔ چمڑے کا ایک فرش جس میں خرمے کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک صنعتی لحاف، سحاب نامی عمامہ جو بروزِ جمعہ باندھتے تھے۔ ایک سیاہ عمامہ (فتح مکّہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا، جو شاید یہی تھا)۔ ایک ہاتھی دانت کی کنگھی، ایک سُرمہ دانی، ایک قینچی اور ایک مسواک۔ جس روز انتقال فرمایا دس کپڑے چھوڑے جن میں ایک اِزار (پاجامہ، شلوار) عمانی تھی، دو ثوب (پوشاک) صحاوی، ایک قمیض صحاوی اور ایک سحولی (سحول، یمن کا ایک شہر تھا جو کپڑے کے کاروبار میں بہت مشہور تھا)، ایک یمنی جُبّہ (چوغہ، اوورکوٹ)، ایک سفید چادر، چند ٹوپیاں۔ یمنی اِزار اور ملیدہ نامی چادر میں رِحلت فرمائی۔ [2]

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ا ص ۷۹، ۸۰

[2] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ا ص ۸۰

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بستر پر سویا کرتے تھے وہ چمڑے کا تھا اور اُس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرمایہ

مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کل کے لیے کبھی کوئی چیز جمع نہ کرتے۔[۲]

مختلف روایات کے مطابق، وقت وصال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرمایہ کچھ گھوڑے، خچر، اُونٹ اور چند جاگیریں تھیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔[۳]

گھوڑے:

الوروجس: یہ ایک خوبصورت گھوڑا تھا جسے تمیم نے ہدیہ کیا تھا۔

الظرب بسوقہ: اسے مقوقش نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

لحیف: اسے ربیعہ بن براء نے ہدیہ کیا تھا۔

المرتجز: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ گھوڑا ایک اعرابی سے خریدا تھا۔

السکب: یہ سب سے پہلا گھوڑا تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری فرمائی اور غزوہ اُحد میں کفار سے جنگ کی۔

ان کے علاوہ، لعیوب، السیحہ، ذوالعقاب اور ملاوح تھے۔

خچر:

خچروں میں ایک خچر ''دُلدُل'' نامی تھا جسے مقوقش نے بطور ہدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

---

[۱] جامع ترمذی، حدیث نمبر ۱۶۰۷ ج ۱ ص ۶۶۷

[۲] جامع ترمذی

[۳] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۷۹

Presented by Ziaraat.Com

بھیجا تھا۔ اس کا رنگ سفید تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خچر حضرت علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا، اُن کے بعد امام حسن علیہ السلام اور پھر امام حسین علیہ السلام کے پاس رہا۔ یہ پہلا خچر تھا جس پر اسلام میں سواری ہوئی۔ ایک خچر جس کا نام ''فضہ'' تھا وہ بھی مقوقش نے ہدیہ کیا۔

اُونٹ:

اُونٹوں میں ایک ''غضبا'' نامی ناقہ تھا۔ دوسرے ناقے کا نام ''قصویٰ'' تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے چار سو درہم میں خریدا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسی پر مکّہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ ایک کا نام ''صہبا'' تھا۔ اِن کے علاوہ بغوم، نوق، مروہ اور دودھ دینے والی دس اُونٹنیاں بھی تھیں۔

بکریاں:

سات بکریاں تھیں جنہیں حضرت اُمِ ایمنؓ چراتی تھیں اور سو بھیڑیں تھیں۔

جاگیریں:

جاگیروں میں، فدک، مہرہ سمرہ، عریس سعدیہ بغوم، میسرہ، بردہ وغیرہ تھیں۔ فدک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب خاتونِ جنت فاطمہ زہرا علیہا السلام کو دے دیا تھا۔

بنی نظیر کا ایک بہت بڑا عالم جس کا نام مخزبنق تھا، مسلمان ہو گیا اور مرتے وقت اپنی املاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کر گیا۔ اُس کی املاک میں سات باغ تھے جن میں سے ایک کا نام مشربہ اُم ابراہیم تھا اور کچھ علاقے تھے جن میں فدک بھی تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خمس، مالِ غنیمت میں حصّہ، اور انفال تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والد گرامی کی طرف سے وراثت میں بکریوں کا ایک گلہ، پانچ اُونٹ اور ایک تلوار اور بروایتے تین تلواریں بھی ملیں۔[1]

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۷۹

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز اور روزہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو نماز میں اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ پاؤں سوج جاتے تھے۔ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم یا (یہ کہا کہ) پنڈلیوں پر ورم آ جاتا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں کچھ عرض کیا جاتا تو فرماتے "کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"[1]

عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، اُن سے حمید طویل نے، اُنہوں نے انسؓ سے سُنا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مہینہ میں روزہ نہ رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مہینہ میں روزہ نہیں رکھیں گے اور اگر کسی مہینہ میں روزہ رکھنا شروع کرتے تو خیال ہوتا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس مہینہ کا ایک دن بھی بغیر روزہ کے نہیں ہوگا اور رات کو نماز تو ایسی پڑھتے کہ تم جب چاہتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھ لیتے اور جب چاہتے سوتا دیکھ لیتے۔ محمد بن جعفر کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان اور ابو خالد نے بھی حمید سے روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات سوتے بھی نہیں تھے اور ساری رات جاگتے اور عبادت بھی نہیں کرتے تھے۔ ہر رات میں سوتے اور عبادت بھی کرتے تو جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس حال میں دیکھنا چاہتا دیکھ لیتا۔[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج اور عمرے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین حج کیے۔ دو مرتبہ ہجرت سے پہلے اور ایک مرتبہ ہجرت کے بعد جس کے ساتھ عمرہ بھی کیا۔ اس حج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کے لیے اپنے ساتھ تریسٹھ (۶۳) اُونٹ لائے تھے جب کہ باقی حضرت علی علیہ السلام یمن سے ساتھ لے کر آئے تھے۔[3]

---

[1] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب تہجد کا بیان حدیث ۱۱۳۰

[2] محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری، حدیث نمبر ۱۱۴۱

[3] جامع ترمذی باب نمبر ۵۵۱ حدیث نمبر ۸۱۳ صفحہ ۳۴۷

Presented by Ziaraat.Com

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے حج کیے؟ فرمایا کہ ایک حج اور چار عمرے، ایک عمرہ جعرانہ کیا جب غزوۂ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کی۔ [1]

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے، ایک حدیبیہ کے موقع پر دوسرا آئندہ سال ذیقعدہ میں حدیبیہ والے عمرے کی قضا کے طور پر، تیسرا عمرہ جعرانہ اور چوتھا حج کے ساتھ۔ [2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبولیت دُعا

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اطہر سے جب بھی، جو بھی نکلا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہُوا۔

ذیل میں اختصار کے ساتھ صرف چند ایک روایات [3] پر اکتفا کیا جا رہا ہے کیونکہ تمام تر کلامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احاطہ کرنا تو ممکن ہی نہیں۔

○ جنگِ احزاب میں کفار کی تعداد دس ہزار تھی، بنی قریظہ بھی اُن کی مدد پر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستِ مبارک اُٹھا کر دُعا فرمائی کہ نازل کر سریع الحساب کتاب اور شکست دے ان گروہوں کو۔ پس تند و تیز ہوا چلی جس سے اُن کے خیمے اُکھڑ گئے اور بحکمِ خدا اُن کو شکست ہوئی۔

○ یومِ بدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے چہروں کی طرف مٹی پھینکی۔ وہ مٹی جس جس پر پڑی قتل ہُوا یا قید ہُوا۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی حارثہ کو ایک خط لکھا اور دعوتِ اسلام دی۔ اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریر کی قدر نہ کی اور اُسے ضائع کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنا تو فرمایا، ''اُنہیں کیا

---

[1] جامع ترمذی باب نمبر ۵۵۱ حدیث نمبر ۱۴۷

[2] جامع ترمذی باب ۵۵۲ حدیث نمبر ۱۵۷

[3] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۳۴ تا ۳۶

Presented by Ziaraat.Com

ہو گیا؟ کیا ان کی عقلیں ماری گئیں؟'' پس اُن کی عقلیں زائل ہو گئیں اور اُن پر حماقت چھا گئی۔

○ جعفر بن تسطور سے مروی ہے کہ میں غزوۂ تبوک میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے کوڑا گر گیا۔ میں اپنے گھوڑے سے اُترا اور اُس کو اُٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے درازی عمر کی دُعا دی۔ روایت ہے کہ جعفر کی عمر دراز ہوئی اور وہ چار سو بیس (۴۲۰) سال زندہ رہے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں، نابغہ نے قصیدہ لکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے دعا دی کہ اللہ تیرے دانت سلامت رکھے۔ نابغہ ایک سوتیس (۱۳۰) سال زندہ رہا۔ جب بھی اُس کا کوئی دانت گرتا تو اُس کی جگہ اُس سے کہیں بہتر، دوسرا دانت نکل آتا۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عمرو بن الحمق نے دُودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''یا اللہ اسے شباب کا فائدہ پہنچا۔'' پس وہ اسی (۸۰) سال تک زندہ رہا اور اُس کا ایک بال بھی سفید نہ ہوا (یعنی وہ جوان نظر آتا تھا)۔

○ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیر کر درازی عمر کی دُعا دی۔ بقولے، اُس نے سو (۱۰۰) سال تک زندگی پائی۔

○ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو مٹی کا کوئی کھلونا بناتے دیکھا تو پوچھا کہ اس کا کیا کرو گے؟ اُنہوں نے کہا کہ اسے فروخت کروں گا۔ دریافت فرمایا کہ اس کی قیمت کا کیا کرو گے؟ کہا کہ خرمے خرید کر کھاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا کی کہ الٰہی! اس کے ہاتھ کی صنعت میں برکت دے۔ پس اُنہوں نے جب بھی کوئی معاملہ کیا اللہ نے اُس میں برکت دی اور اُن کی مثال مشہور ہو گئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ○

Presented by Ziaraat.Com

مختصاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ تمام اوصاف وخصائل موجود تھے جو دیگر انبیاء کرام میں پائے جاتے تھے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی بے شمار خصوصیات سے بھی نوازا جو باقی انبیاء کرام کے لیے نہیں تھیں، صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ تھیں اور کسی اور انسان میں اُن کا پایا جانا ممکن نہیں۔ اُن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں: [۱]

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوّت تمام ہوئی۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔

○ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوامع الکلم بنایا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو تمام ادیان پر غالب کیا، چنانچہ سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوتا ہے: [۲]

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

(وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُس (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہر دین (والے) پر غالب کردے اگرچہ مشرکین کو بُرا لگے۔)

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی کتاب قرآن مجید کی مثل لانے سے لوگ عاجز رہے۔ قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا اور کوئی بھی شخص آج تک اس جیسی کوئی آیت نہ بنا سکا نہ اس میں تحریف کرسکا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو اللہ تعالیٰ نے آسان بنادیا۔ جیسا کہ سورۃ الحج میں ارشاد ہوتا ہے:

---

[۱] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ا ص ۶۱ تا ۶۳

[۲] سورۃ التوبۃ، آیت ۳۳

Presented by Ziaraat.Com

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط [1]

(اُس نے تمہیں منتخب فرمالیا ہے اور اُس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی)

○ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم کے لئے ہر عمل کا ثواب دس گنا مقرر فرمایا، پس سورۃ الانعام میں فرمایا: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ج [2]

(جو کوئی ایک نیکی لائے گا تو اُس کے لئے (بطورِ اجر) اُس جیسی دس نیکیاں ہیں۔)

○ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کو واجب قرار دیا گیا، پس فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ج [3]

(اے ایمان والو اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہو۔ جب کہ وہ (رسول) تمہیں بلائیں۔ اُس چیز کی طرف جو تمہیں (روحانی) زندگی بخشنے والی ہے۔)

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے رفع عذاب ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط [4]

(اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ اُن پر عذاب نازل کرے جبکہ (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اُن کے درمیان موجود ہیں۔)

○ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت (علیہم السلام) کی محبّت فرض کر دی گئی۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہُوا:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط [5]

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرما دیجئے کہ میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا

---

[1] سورۃ الحج، آیت ۷۸

[2] سورۃ الانعام، آیت ۱۶۰

[3] سورۃ الانفعال، آیت ۲۴

[4] سورۃ الانفعال، آیت ۳۳

[5] سورۃ الشوریٰ، آیت ۲۳

Presented by Ziaraat.Com

سوائے اس کے کہ مودّت رکھو میرے اقرباسے۔)

○اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کو خیر الامت قرار دیا، پس فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ [1]

(تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں (کی راہنمائی) کے لیے پیدا کیا گیا ہے)

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کا نام مسلمان رکھا، انبیاء کو اس کا گواہ بنایا اور اسے لوگوں کا گواہ بنایا۔

چنانچہ ارشادِ پروردگار ہوا:

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ [2]

(اسی (اللہ) نے اس سے پہلے بھی تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو)

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کا اجتبا کیا یعنی منتخب فرمایا، پس ارشاد ہوتا ہے:

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ [3] (اُس نے تمہیں منتخب کیا ہے)

○اللہ نے صرف اُنہی لوگوں کو مومن قرار دیا جو اللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت حاصل کرتے ہیں، چنانچہ سورۃ النور میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ [4]

---

[1] سورۃ آلِ عمران، آیت ۱۱۰

[2] سورۃ الحج، آیت ۷۸

[3] سورۃ الحج، آیت ۷۸

[4] سورۃ النور، آیت ۶۲

Presented by Ziaraat.Com

(مؤمن تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان رکھتے ہیں اور جب کسی اجتماعی معاملہ میں رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت نہیں لیتے کہیں نہیں جاتے۔ بے شک جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان رکھتے ہیں۔)

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کے مومنوں کا ولی اللہ ہے، پس ارشادِ ربّ العزت ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ [1]

(اللہ اُن لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لائے، وہ اُنہیں (گمراہی کے) اندھیروں سے (ہدایت کی) روشنی کی طرف نکالتا ہے۔)

○ اللہ ربّ العزت اور ملائکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہیں اور مومنین کو بھی اس کا حکم دیا گیا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: [2]

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

(بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجو جس طرح بھیجنے کا حق ہے۔)

○ ملائکہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کے مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، پروردگار فرماتا ہے: [3]

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾

---

[1] سورۃ البقرۃ، آیت ۲۵۷

[2] سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶

[3] سورۃ غافر، آیت ۷

Presented by Ziaraat.Com

(جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد میں وہ سب اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو اپنی رحمت اور اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس تو اُن لوگوں کو بخش دے جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے راستہ کی پیروی کرتے ہیں اور اُنہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔)

○ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زکوٰۃ اور صدقہ کو حرام قرار دیا۔

○ مالِ غنیمت اور خمس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال کیا۔

○ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونے کے بعد بغیر وضو نماز کی اجازت مرحمت فرمائی۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مسواک کرنا فرض تھا جب کہ اُمت کے لیے سنت قرار پایا۔

○ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ذبیحہ (قربانی) واجب تھا اور ہمارے لیے سنت قرار دیا گیا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بغیر احرام مکّہ میں داخل ہونا جائز قرار دیا گیا جبکہ اُمت کے لیے جائز نہیں۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حالت احرام میں عقد کو جائز قرار دیا گیا جبکہ اُمت کے لئے حرام ہے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ میں دشمن پر ہمیشہ فتح حاصل رہتی۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیا کے سب سے بڑے بہادر تھے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیک وقت نو بیویاں رکھ سکتے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لونڈیوں اور ذِمی عورتوں (وہ کافر عورتیں جو مسلمان ملک میں رہتی ہیں) سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے دوسروں کا نکاح حرام قرار دیا گیا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے لیے نفس کی پیروی کرنے پر اللہ نے دوگنا عذاب مقرر کیا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی گئی۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو حائض عورتوں کے ساتھ مجامعت سے منع کیا گیا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر احکام کو آسان بنایا گیا، سوائے قتل کے دیگر اُمور میں توبہ کو آسان

Presented by Ziaraat.Com

کر دیا گیا، قصاص اور دیت کے درمیان اختیار دیا گیا، گناہگار کی معصیت کو چھپایا گیا اور خطا و نسیان پر درگزر فرمایا گیا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ اوّل مخلوق ہے اور ہر نبی کے ساتھ رہا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آنکھ اور ہاتھ سے اشارہ کا حکم نہ تھا۔ لہسن کھانے کا حکم بھی نہ تھا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اتمام نعمت ہُوا اور دین کامل ہُوا۔

○ جنت میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا داخلہ ہوگا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حوضِ کوثر کے مالک ہوں گے۔

○ تمام انبیاء آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت کی گواہی دیں گے۔

○ روزِ قیامت تمام انبیاء سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا درجہ بلند ہوگا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصیا کو تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقصدِ خلقتِ کائنات ہیں۔

○ دُنیا کی ہر شے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مطیع بنایا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حقِ شفاعت حاصل ہوگا۔

○ روزِ قیامت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام اُمتوں کے گواہ ہوں گے۔

○ شبِ معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس مقام پر گئے جہاں کوئی نبی نہ گیا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چار ہزار چار سو چالیس (۴۴۴۰) معجزات ملے جو مختلف صورتوں میں قبل ولادت، وقت ولادت، بحالت زندگی، وقتِ وصال اور بعد رحلت ظاہر ہوئے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اتنے معجزے دیئے گئے جو اور کسی نبی کو نہیں ملے۔

بخاری اور مشکوٰۃ کی روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:[۱]

فُضِّلَتُ عَلَی الْأَنْبِیَآءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَاُحِلَّتْ

---

[۱] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد وموضع الصلاۃ، حدیث: ۱۱۶۷۔ مشکوٰۃ

Presented by Ziaraat.Com

لِیَ الْمَغَانِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْأَرْضُ طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ ○

یعنی مجھے دوسرے انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے:

۱) جَوَامِعَ الْكَلِمِ: میری بات مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے، میں سب سے زیادہ فصیح البیان ہوں۔

۲) نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ: یعنی رُعب سے مجھے فتح عطا کی گئی ہے۔

۳) أُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ: یعنی مالِ غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا ہے۔

۴) جُعِلَتْ لِیَ الْأَرْضُ طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا: یعنی ساری زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک بنایا گیا۔

۵) أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً: یعنی مجھے ساری مخلوق کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

۶) خُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ: یعنی انبیاء کا مجھ پر خاتمہ ہو گیا ہے۔

پس سورۃ الاحزاب میں بھی فرمایا گیا ہے:[1]

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ ط

(اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسولوں اور نبیوں کے خاتم ہیں۔)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ ○

---

[1] سورۃ الاحزاب، آیت ۴۰

Presented by Ziaraat.Com

معجزاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے فیوض اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کو قلم بند کرنا ناممکن ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق سے لے کر، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ کائنات کی تخلیق سے لے کر آج تک اتنے معجزات جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں کہ اُن کا شمار کیا ہی نہیں جاسکتا۔میں تو یہ کہوں گا کہ کائنات کی تخلیق، انبیاء کرام کے ارسال، جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسلِ پاک سے آئمہ طاہرین علیہم السلام کا سلسلہ جو قیامت تک باقی ہے، قرآن کریم اور حتیٰ کہ دینِ اسلام، سبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہی ہیں۔

متعصب لوگوں کی ایک جماعت رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے منسوب معجزات پر یقین نہیں رکھتی۔وہ ایسے لوگ ہیں جو دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت اور مقام ومرتبہ پر بھی یقین نہیں رکھتے۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا ایک عام انسان سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) اور ایک عام انسان کے لیے جو ممکن نہیں ہوتا اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی ناممکن ہی سمجھتے ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب تمام برکات ومعجزات کو ''ضعیف روایات'' اور ''من گھڑت کہانیاں'' قرار دے دیتے ہیں۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں، عام بندوں سے قطعی مختلف اور اعلیٰ اوصاف وکمالات کے حامل۔اللہ تعالیٰ نے اُن کو وہ کرامات ومعجزات عطا کیے ہیں جو عام انسانوں کے لئے ہو ہی نہیں سکتے، مثلاً ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کا گلزار ہونا، یوسف علیہ السلام کے لیے شیر خوار بچے کا گواہی دینا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے زندہ برآمد ہونا، سلیمان علیہ السلام کا حیوانوں سے کلام کرنا اور مخلوق کا اُن کے تابع ہونا، عیسیٰ علیہ السلام کا کوڑھیوں کو شفا دینا اور مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام سرور انبیاء ہیں۔جب دیگر انبیاء

Presented by Ziaraat.Com

کرام کے معجزات پر ہمیں یقین ہے تو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ اشتباہ کیوں؟

دُنیا کا خطہ اور اس خطے میں وقت کا سفر کچھ یوں ہے کہ وقت (Time) ایک خطہ سے سفر شروع کرتا ہے تو اگلے لمحے دوسرے خطۂ ارض میں پہنچ جاتا ہے یعنی سورج کے سفر کے ساتھ ساتھ دُنیا میں وقت کا سفر ہر پل بدلتا رہتا ہے۔ چنانچہ دُنیا کے ایک خطے میں اذان ختم ہوتی ہے تو اگلے پل دوسرے خطے میں شروع ہوجاتی ہے اور اسی طرح چوبیس گھنٹے دُنیا میں ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کے کلمات گونجتے رہتے ہیں۔ کیا یہ نبی گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ نہیں؟

المختصر، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاتعداد معجزات کو صفحۂ قرطاس پر لانا تو ممکن نہیں، ہم نے یہاں پر چند ایک کو قلمبند کیا ہے اور ایسے معجزات جن کا ذِکر کسی نہ کسی واقعہ کے ذیل میں کسی دوسرے باب میں گذر چکا ہے، اس باب میں شامل نہیں کیے۔

بعثت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیس ایسی صفات سے موصوف تھے جو انبیاء کرام علیہم السلام میں پائی جاتی تھیں یہ صفات ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی کسی میں پائے جائے تو اُس کی جلالتِ شان کے لیے کافی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین (امانت دار)، صادق (سچے)، حاذِق (دانا وتجربہ کار)، اصیل (عالی نسب)، نبیل (صاحب ذَکا، تیزفہم)، فصیح (خوش بیان)، بلیغ (فاضل، حسب موقع گفتگو کرنے والے)، عاقل (عقلمند)، فاضل (علم وفضل والے)، عابد (عبادت گذار)، زاہد (پرہیزگار، دُنیا سے رغبت نہ رکھنے والے)، سخی، قانع (جو مل جائے اُس پر راضی رہنے والے، قناعت پسند)، متواضع (خاطر ومدارت یعنی تواضع کرنے والے)، حلیم (نرم مزاج)، رحیم (رحم کرنے والے)، غیور (غیرت مند)، صبور (صبر کرنے والے، گنہگاروں پر نرمی کرنے والے)، مُوافق (موافقت و برابری اور اتفاق پیدا کرنے والے) اور مُرافق (باہمی میل جول پیدا کرنے والے) تھے۔[1]

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

Presented by Ziaraat.Com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی منجم یا کاہن کی صحبت میں نہ رہے۔ قریش جو کمالات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ میں دیکھتے تھے اُن کی مثال لانے سے قاصر رہتے تھے اس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''معاصر'' کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مشن میں ثابت قدم تھے اور کسی سے ڈرتے نہیں تھے اس لیے وہ بدبخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنوں کہتے تھے (معاذ اللہ)، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کی باتیں بتایا کرتے تھے اس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کاہن کہتے تھے (معاذ اللہ) اور جن باتوں کو وہ چھپاتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر فرمادیا کرتے تھے اور جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانا چاہتے تھے اُن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدق ظاہر ہوجاتا تھا اس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلم کہتے تھے۔[۱]

منافقین جب آپس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بات چیت کرتے تو ایک دوسرے سے کہتے، ''خاموش رہو! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پتھر کے سوا کوئی اور نہ ہوگا تو وہ پتھر ہی اُنہیں بطحا کے پتھروں سے متعلق آگاہ کردے گا۔[۲]

روایت ہے کہ ابوسفیان نے ایک شب اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ خدا نے یتیمِ ابوطالب کو (چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا حضرت ابوطالب کے زیرِ کفالت تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یتیمِ ابوطالب بھی کہا جاتا تھا) تو رسول بنادیا لیکن مجھے نہ بنایا۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے آگاہ کردیا اور اگلی صبح آپ نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات بیان کردی۔ ابوسفیان کو علم ہُوا تو وہ سمجھا کہ یہ راز اُس کی بیوی نے ہی افشا کیا ہے چنانچہ اُس نے اُسے سزا دی۔ اس سزا کا حال بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمادیا تو ابوسفیان ششدر رہ گیا۔[۳]

مروی ہے کہ صفوان بن اُمیّہ نے عمیر بن وہب سے کہا کہ تُو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سوتے میں قتل کر

---

[۱] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

[۲] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۴

[۳] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۴

Presented by Ziaraat.Com

دے، میں اس کے بدلے میں تیرے اور تیرے اہل وعیال کے نان نفقہ کا ضامن ہوں گا جب تک کہ تیری زندگی ہے۔عمیر نے یہ پیشکش قبول کرلی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے پوچھا کہ کس ارادے سے آئے ہو؟ کہنے لگا کہ رات آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بسر کرنا چاہتا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ یہ تلوار کیوں لائے ہو؟ اُس نے بدزبانی کرتے ہوئے کہا، کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے ہر شے سے الگ کرنا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے صفوان بن اُمیہ سے کیا معاملہ طے کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کوئی معاملہ نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارے درمیان یہ معاملہ نہیں ہُوا کہ اگر تم مجھے قتل کردو تو وہ عمر بھر تیرے اور تیرے اہل وعیال کے نان نفقہ کا ضامن ہوگا؟ عمیر بن وہب یہ سُن کر ہکا بکا رہ گیا۔پھر اُسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا یقین ہوگیا اور وہ مسلمان ہوگیا۔[1]

بروایتِ ضعفا میں پائی جانے والی چند صفات ایسی تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائی جاتی تھیں مگر وہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمزوری بن سکیں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ میں کسی قسم کی کمی کا باعث بن سکیں۔مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم، فقیر، غریب اور ضعیف تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بکثرت تھے۔[2] مگر ان سب باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور مقام ومرتبہ کو بلند فرمایا اور والد کی وفات کے بعد والد کی طرح شفیق چچا حضرت ابوطالب علیہ السلام کی آغوشِ محبت عطا فرمادی، دوجہانوں کی سرداری عنایت کی اور ضعیفی میں بھی ایسی قوت ودلیری بخشی جو کسی اور کو حاصل نہ تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبِ ہیبتِ عظیم تھے۔جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے اُن پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت طاری رہتی تھی اور جو دُور ہوتے تھے اُن پر بھی۔ایک دفعہ کسریٰ کا وفد

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۴

[2] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

Presented by Ziaraat.Com

حاضرِ خدمت ہُوا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر کانپ گیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے متواضع اور محبوب القلوب تھے۔ (۱)

جمیل بن معمر فہری کہا کرتا تھا کہ میرے سینے میں دو دِل ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ میں عقل مند ہوں۔ قریش اس کو ذو قلبین کہا کرتے تھے۔ بدر کے دن، ابوسفیان نے اُسے دیکھا کہ اُس کی حالت بُری ہے، ایک جوتا پاؤں میں اور دوسرا ہاتھ میں ہے۔ پوچھا کہ تمہاری یہ حالت کیوں کر ہوگئی؟ کہنے لگا شکست ہوگئی ہے۔ اُس نے کہا ایک جوتا ہاتھ میں اور دوسرا پاؤں میں کیوں ہے؟ کہا کہ یہ سب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہیبت کا اثر ہے۔ (۲)

ایک شخص کا کچھ مال ابوجہل کے ذمہ تھا جو وہ دبائے بیٹھا تھا۔ وہ شخص ابوجہل کی ہٹ دھرمی کی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے لے کر ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے ابوجہل! اس کا حق ادا کرو۔ اُس روز سے اُس کا نام ''ابوجہل'' ہوگیا ورنہ اُس کا اصلی نام عمر بن ہشام تھا۔ پس وہ جلدی سے اُٹھا اور اُس کا حق ادا کردیا۔ اُس کے ساتھی کہنے لگے کہ کیا تُو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ڈر گیا؟ کہنے لگا جب وہ میرے پاس آئے تو میں نے اُن کے دائیں طرف کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں چمکدار حربے تھے اور بائیں طرف ایک اژدھا دانت نکالے ہوئے کھڑا تھا جس کے مُنہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ اگر میں انکار کرتا تو وہ لوگ میرا پیٹ پھاڑ دیتے اور اژدھا مجھے نگل جاتا۔ (۳)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میری سُوئی گُم ہوگئی۔ گھر میں چراغ نہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی روشنی میں وہ سُوئی پالی۔ (۴)

---

(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۲
(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۲
(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۴
(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۱

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدائد میں ثابت قدم اور مصائب و آلام میں صابر تھے۔ دُنیاوی معاملات میں زاہد اور آخرت کی طرف راغب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عضو بلحاظ نورانیت معجزہ تھا۔ جب شبِ تاریک میں چلتے تو یوں لگتا جیسے چودھویں کا چاند نکلا ہُوا ہو۔ (۱)

جلف البدوی نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر کہا کہ یہ وہ چہرہ ہے جو کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہوسکتا۔ (۲) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک سے عیاں ہوتی تھی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے سے گذرتے وہ دو دن تک خوشبو سے مہکتا رہتا۔ (۳)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُمِّ سلیمؓ کے ہاں قیلولہ فرماتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ اطہر جمع کر کے اُسے خوشبو کے طور پر استعمال کرتی تھیں۔ (۴) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ عطر کی مانند تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن اقدس سے مُشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کر کے جس برتن میں کُلّی کرتے اُس کا پانی مُشک سے زیادہ خوشبودار بن جاتا تھا۔ (۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ سایہ ظلمت ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا نُور تھے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دھوپ یا چاندنی میں تشریف فرما ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نُور اُن پر غالب آجاتا تھا۔ آپ

---

(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۱

(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۱

(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۱

(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۱۔ صحیح مسلم

(۵) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۱

Presented by Ziaraat.Com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریشِ مبارک میں سترہ تہیں نور کی تھیں جن کی چمک سے چہرہ مبارک منور رہتا تھا۔ [1]
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عقب سے بھی اُسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے۔ قلبِ اقدس خواب میں بھی بیدار رہتا، صرف آنکھیں سوتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب کی حالت میں بھی سُنتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلامِ جبرائیل علیہ السلام سماعت فرماتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ نہیں سُن پاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ اقدس مخزن ومحورِ علوم (علم کا خزانہ اور مرکز) تھا اور کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ عالم نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک مَصدَرِ لغاتِ کثیرہ (کثیر زبانوں کا سرچشمہ) تھی۔ [2]
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس پر سے کوئی پرندہ نہیں گذرتا تھا۔ جسمِ اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور کوئی گزندہ (نقصان پہنچانے والا) کیڑا قریب نہیں آتا تھا۔ [3]
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مُہرِ نبوّت تھی جس پر نُور چھایا رہتا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے مُہرِ نبوّت کو دیکھا، دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے جتنے ایک غدود کی طرح تھی۔ ابوزید انصاری کے بقول وہ بالوں کا ایک گچھا تھا۔ [4]
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلا سے نکلتے تو وہاں سوائے مُشک کی سی خوشبو کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ استفسار پر فرمایا کہ ہمارے اجسام نے جنّت کی ہواؤں سے نشوونما پائی ہے۔ [5]
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرم زمین پر چلتے تو قدموں کے نشان ظاہر نہ ہوتے تھے مگر جب سخت زمین پر چلتے

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲
[2] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱، ۵۲
[3] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲
[4] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲
[5] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

Presented by Ziaraat.Com

تو نقشِ قدم بن جاتا۔ [۱]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چوپائے پر سواری کرتے تھے وہ لاغر اور ضعیف نہیں ہوتا تھا۔ [۲]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص بھیڑ کا گوشت لایا اور اُسے پکا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ گوشت کھاؤ لیکن ہڈی مت توڑنا۔ جب لوگ کھا چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہڈیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جاؤ۔ پس وہ (بھیڑ) زندہ ہو کر اپنے مالک کے ساتھ چلنے لگی۔ [۳]

روایت ہے کہ جناب فاطمہ علیہا السلام کی شادی میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ ایک بکری لائے مگر جبرائیل علیہ السلام نے اُسے ذبح کرنے سے منع کر دیا۔ یہ امر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ پر گراں گذرا۔ دو روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن جبیر انصاری کو اُس بکری کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ جب اُس کا گوشت پک کر تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ مگر اِس کی ہڈی نہ توڑنا۔ پھر بارگاہِ الٰہی میں دُعا فرمائی تو وہ بکری زندہ ہو گئی۔ اُس کے دُودھ میں شفا پیدا ہو گئی اور اہل مدینہ نے اُس کا نام **المبعوثه** (اُٹھائی گئی/بھیجی گئی) رکھ دیا۔ [۴]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہجرت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں اُس وقت ایک صاع (۲۳۴ تولے کا پیمانہ یعنی تقریباً ۳ سیر [۵]) جَو اور ایک بکری کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اُنہوں نے بکری کو ذبح کیا اور جَو کی روٹیاں تیار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اعلان

---

[۱] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

[۲] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

[۳] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۴

[۴] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

[۵] فیروز اللغات اردو جامع (مطبوعہ فیروز سنز پاکستان)

Presented by Ziaraat.Com

کردو کہ جو کوئی کھانا کھانا چاہتا ہو وہ ابوایوب (رضی اللہ عنہ) کے گھر آجائے۔ یہ منادی سنتے ہی لوگوں کا جم غفیر اُمنڈ آیا اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا گھر کھچا کھچ بھر گیا۔ تمام لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن کھانا ختم نہ ہُوا اور جُوں کا تُوں رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بچا ہوا گوشت جمع کر کے بکری کی کھال میں بھر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ بکری کچھ دیر کے بعد زندہ ہو کر چلنے پھرنے لگی۔ [۱]

ایک شخص نے کہا کہ فلاں وادی میں میری لڑکی گم ہوگئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کو ساتھ لے کر وادی میں پہنچے اور لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ وہ ''لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ'' (میں حاضر ہوں اور یہ میرے لئے سعادت ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتی ہوئی برآمد ہوگئی۔ [۲]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے روایت ہے کہ جب ہم جنگ خیبر سے واپس آرہے تو ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں بہت گہرا پانی تھا۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے سے دشمن کا خطرہ ہے اور آگے یہ گہرا پانی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری سے اُترے اور نماز پڑھ کر دُعا کی، پھر فرمایا، اللہ کا نام لے کر بڑھو۔ پس سب لوگ مع اپنی سواریوں کے وہ گہرا پانی بخیریت عبور کر گئے۔ [۳]

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے ارادے سے، ایک رات ابولہب اور اُس کی بیوی ایک دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گذرے تو ابولہب نے زور سے کہا ٹھہرو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ وہ دونوں اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل نہ رہے اور اُسی جگہ چپک کر رہ گئے۔ وہ رات بھر وہیں پھنسے رہے صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر وہاں سے گذرے تو ابولہب نے فریاد کی کہ ہمیں اس

---

[۱] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۵

[۲] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۵

[۳] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۵۵

Presented by Ziaraat.Com

مصیبت سے نجات دلائیے۔ فرمایا، اس کا اقرار کرو کہ آئندہ مجھے نہیں ستاؤ گے۔ چنانچہ اُنہوں نے اقرار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی اور وہ آزاد ہو گئے۔[1]

مروی ہے کہ غزوہ طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک راستے سے گزرے جس میں کیلے اور بیری کے درختوں کی بہتات تھی اور گزرنا دشوار تھا۔ پس بیری کا ایک درخت بیچ میں سے شگافتہ ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس میں سے گذر گئے۔ اُس دن سے اُس کا نام سدرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑ گیا۔[2]

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ" کہتے تو ایک منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ جملے کہتا اور بددُعا کرتا۔ ایک رات وہ چراغ جلانے لگا تو اس کی انگلی میں آگ لگ گئی۔ ہر چند بجھانے کی کوشش کی مگر آگ برابر اُوپر کو بڑھتی گئی یہاں تک کہ اُس کا سارا بدن جل گیا۔[3]

ایک غریب شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس کے ساتھ قرض خواہ تھے جو اپنے قرض کا مطالبہ کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ تمہارے پاس جتنے خرمے ہیں لے آؤ۔ وہ کچھ خرمے لے کر دوبارہ حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں مس کیا اور فرمایا کہ اس میں سے ہر قرض خواہ کا قرض چکا دو۔ پس اُن خرموں میں سے سب کا قرض ادا ہو گیا مگر وہ ختم نہ ہوئے اور اُسی طرح باقی رہے۔[4] بخاری میں یہ روایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے متعلق بیان کی گئی ہے اور روایت بھی اُنہی سے کی گئی ہے۔[5]

ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سُوکھے درخت سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوئے۔ وہ درخت

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

[2] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۶

[3] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

[4] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۷

[5] عبدالرحمٰن ابن جوزی، سیرت سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۳۲۴، ۳۲۴

Presented by Ziaraat.Com

ہرا بھرا ہو گیا اور اُس پر پھل لگ گیا۔ (۱)

جحفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے جس کا سایہ کم تھا۔ خدا نے اُس درخت کو گھنا کر کے اُس کا سایہ پھیلا دیا۔ بقولے، اُسی سے متعلق یہ آیت مبارکہ ہے: (۲)

"اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ"

(کیا تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وہ سائے کو کس طرح دراز کر (کے پھیلا) دیتا ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اس کو (بے حرکت) ٹھہرا رکھتا) (۳)

حجۃ الوداع کے موقع پر ایک شخص نبی گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اُس کے پاس کپڑے میں لپٹا ہُوا ایک بچہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور فرمایا بتا میں کون ہوں؟ اُس نے کہا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ فرمایا کہ اے مبارک! تُو نے سچ کہا۔ پس اُس کا نام مبارک ہو گیا۔ (۴)

فتح مکہ کے روز ایک پانچ سالہ بچہ، جس کا نام عامر بن کریز تھا، اپنے باپ عبداللہ بن عامر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے مُنہ میں اپنا لعاب اطہر ڈالا جسے اُس نے بڑے شوق سے چُوسا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پیاسوں کو پانی پلائے گا۔ پس وہ زمین کے جس حصّے کو طے کرتا وہاں پانی ظاہر ہو جاتا تھا۔ اُس کی سقّائی بہت مشہور تھی۔

عتبہ بن ابی معیط ملعون نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر انتہائی قبیح حرکت کرنے کی کوشش کی مگر اُس کا تھوک اُڑ کر اُسی کے مُنہ پر آ پڑا اور اُس کے چہرے کو جلا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۷

(۲) سورۃ الفرقان، آیت ۴۵

(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۷

(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۷

Presented by Ziaraat.Com

فرمایا کہ جب تک میں مکّہ میں ہوں یہ زندہ رہے گا اور جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا تو یہ قتل ہوگا۔ چنانچہ روزِ بدر وہ واصل جہنم ہوگیا۔[1]

روایت ہے کہ مالِ غنیمت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حصّے میں جمانہ بنت زحاف نامی ایک کنیز آئی۔ بلال رضی اللہ عنہ اُسے لیے ایک وادی سے گذر رہے تھے کہ اُس کے قبیلہ والوں نے حملہ کردیا۔ بقولے بلال رضی اللہ عنہ مارے گئے اور جمانہ تمام مال و اسباب لیکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار ہوگئی۔ اُس کے باپ نے شہاب بن مازن نے اُس کی شادی کردی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو سلمان رضی اللہ عنہ اور صہیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اُنھوں نے دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ زمین پر مُردہ پڑے ہیں اور اُن کے نیچے سے خون بہہ رہا ہے۔ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی میّت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا کی اور تھوڑا سا پانی بلال رضی اللہ عنہ پر چھڑکا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدم بوسی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے واقعہ کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو جمانہ اور اُس کے ساتھیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ وہ اُن لوگوں کو پکڑ کر لے آئے۔ جمانہ اور شہاب وغیرہ فوراً مسلمان ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اگرچہ جمانہ مجھے محبوب ہے لیکن اب شہاب مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔ یہ سُن کر شہاب رضی اللہ عنہ نے اپنی دو کنیزیں، دو گھوڑے اور دو ناقے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہبہ کردیئے۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مکرز عامری نے حاضر ہوکر کسی معجزہ کا سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات کنکریاں اُٹھائیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں آتے ہی تسبیح کرنے لگیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنکریاں رکھیں تو وہ خاموش ہوگئیں، اُٹھائیں تو پھر

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۷

[2] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

Presented by Ziaraat.Com

تسبیح کرنے لگیں۔اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔[۱]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بروزِ جنگ خیبر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دست بزغالہ میں زہر دیا گیا اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لقمہ تناول فرمایا تو اس گوشت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے زہر آلود کیا گیا ہے۔[۲]

روایت ہے کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک اُونٹ حاضر ہُوا اور چارہ کی کمی اور گرانی بار کی شکایت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے مالک کو بلوایا اور فرمایا کہ تیرے اُونٹ نے ایسی شکایت کی ہے۔وہ کہنے لگا کہ اس نے نافرمانی کی تھی جس کی سزا دی گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُونٹ سے فرمایا کہ اپنے مالک کے ساتھ چلا جا، وہ سر جھکا کر چل دیا۔ مالک نے اُسے بحرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آزاد کردیا۔ اس کے بعد وہ بازاروں میں پھرتا رہتا اور لوگ کہتے یہ اُونٹ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آزاد کردہ ہے۔[۳]

عروہ ابن زبیر سے روایت ہے کہ فتح خیبر کے مال غنیمت میں حضرت کے حصّہ میں ایک گدھا بھی شامل تھا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس پر سوار ہوئے تو اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اُس نسل میں سے ہوں جس میں سے ستر گدھے انبیاء (علیہم السلام) کی سواری بنے، ہماری نسل اب ختم ہوگئی ہے، میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا۔زکریا نبی (علیہ السلام) نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بشارت دی تھی۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے اُس کے مالک کے پاس بھیجا۔اُس نے سَر سے دروازہ کھٹکھٹایا اور جب اُس کا مالک گھر سے نکلا تو اُسے لے کر دوبارہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اشارہ کیا کہ دعوتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول کرو۔

---

[۱] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

[۲] علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون

[۳] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۰

Presented by Ziaraat.Com

مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہُوا تو اُس گدھے نے اپنے آپ کو ہلاک کرلیا اور اُس کی قبر بنائی گئی۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کے دن ایک اُونٹ خریدا۔ایک رات وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی کہ میں جنگل میں چر رہا تھا کہ درندے میری طرف آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ناقہ ہے۔حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقتِ رحلت قریب آیا تو وہ اُونٹ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں کس کے پاس جاؤں؟ فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ علیہا السلام کے پاس جاؤ جو تجھ پر دُنیا و آخرت میں سواری فرمائیں گی۔جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو وہ جناب سیّدہ علیہا السلام کے پاس حاضر ہُوا اور کہا،''السّلام علیک یا بنت رسول اللہ! میرا کھانے پینے کو دِل نہیں چاہتا اور میرا آخری وقت قریب آگیا ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے تین روز بعد وہ مر گیا۔[2]

روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ اصحابِ صفہ میں سے تھے۔اُن کے پاس ایک کاسہ میں کھانا تھا۔رحمۃً للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس میں اپنا دستِ مبارک ڈالا جس کی برکت سے وہ کھانا سب لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھایا جب کہ کاسہ اُسی طرح بھرا رہا۔[3]

جنگ تبوک میں مسلمانوں پر بھوک کا غلبہ ہوا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُونٹ نحر کرنے کی اجازت طلب کی گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دسترخوان بچھاؤ۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی۔ایک شخص نے مٹھی بھر کھجوریں پیش کیں، دوسرا تھوڑی سی خوراک لایا، تیسرے نے بھی کچھ حاضر کیا۔آپ

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۴۱

[2] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۴۱

[3] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ا ص ۴۳

Presented by Ziaraat.Com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دُعا کی اور فرمایا اس میں سے اپنے اپنے برتن بھر لو۔ پس لشکر کے ہر آدمی نے اپنا اپنا برتن بھرا اور اُن میں کوئی ایسا نہ رہا جس نے پیٹ بھر کر نہ کھایا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہو، '' اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' پھر فرمایا کہ جو یہ کلمہ پڑھے گا آتشِ دوزخ اُس پر حرام ہوگی۔[۱]

جنگِ خندق میں عمرہ بنت رواحہ کچھ کھجوریں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں دسترخوان پر رکھا جن سے تین ہزار (۳۰۰۰) آدمی سیر ہوئے۔[۲]

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ضعف کا غلبہ دیکھ کر میں نے ایک بھیڑ کا بچہ اور ایک صاع آٹا پکایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ تناول فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ہنڈیا مت اُتارو اور نہ ہی تنور کو ٹھنڈا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو کھانے میں شامل کیا۔ سات سو (۷۰۰) آدمی آئے، بروایتے آٹھ سو (۸۰۰) اور بروایتے ایک ہزار (۱۰۰۰) آدمی تھے کہ بیٹھنے کی جگہ تنگ پڑ گئی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا سے کشادہ ہوگئی اور سب نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا جبکہ ہنڈیا اُسی طرح بھری رہی اور روٹیاں بھی جوں کی توں رہیں۔[۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھوک کا غلبہ دیکھا تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا '' ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟'' میں نے عرض کیا، '' جی ہاں!'' اُس وقت جتنے لوگ موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو اپنے ساتھ

---

[۱] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳ عبدالرحمٰن ابن جوزی، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۳۲۴، ۳۲۵

[۲] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳

[۳] عبدالرحمٰن ابن جوزی، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۳۲۳ بحوالہ بخاری ومسلم۔ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳

Presented by Ziaraat.Com

لے لیا۔ ابوطلحہ نے اتنے لوگوں کو دیکھا تو گھبرا کر اُمِّ سلیم سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو بہت سے لوگوں کو ساتھ لا رہے ہیں، ہمارے پاس تو اتنا کھانا ہے ہی نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُمِّ سلیمؓ سے فرمایا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے لے آ۔ وہ جَو کی چند روٹیاں اور تھوڑا سا گھی لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کھانے پر اپنا دستِ برکت رکھا اور دس دس لوگوں کو بُلا کر کھلانا شروع کیا یہاں تک کہ اَسّی (۸۰) آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ [1]

حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ حضرت اُمِّ سلیم نے گھی کا ایک برتن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہدیہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خادم سے فرمایا کہ اسے خالی کر کے لوٹا دو۔ چنانچہ خادم نے روغن نکال کر برتن واپس کر دیا۔ اُمِّ سلیمؓ نے دیکھا کہ وہ بدستور گھی سے بھرا ہوا تھا۔ وہ ایک مدت تک اُس میں سے گھی نکال کر استعمال کرتی رہیں مگر وہ کبھی خالی نہ ہُوا۔ [2] ایسی ہی ایک روایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اُمِّ مالک فہریہؓ سے متعلق بھی بیان کی ہے۔ [3]

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بُڑھیا کو شہد کا ایک پیالہ عطا فرمایا۔ وہ اُس میں سے روزانہ شہد کھاتی لیکن پیالہ ہمیشہ بھرا رہتا۔ ایک دن بڑھیا نے اُس شہد کو دوسرے برتن میں اُنڈیل لیا پس وہ برکت جاتی رہی۔ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر احوال بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''پہلا کام اللہ کا تھا، دُوسرا تیرا۔'' [4]

مروی ہے کہ ایک سائل رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کھانے کا سوال کیا۔

---

[1] عبدالرحمٰن ابن جوزی، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ص ۳۲۶ بحوالہ بخاری ومسلم۔ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳

[2] عبدالرحمٰن ابن جوزی، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ص ۲۲۹۔ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳

[3] عبدالرحمٰن ابن جوزی، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ص ۳۳۰ بحوالہ صحیح ومسلم۔

[4] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳، ۴۴

Presented by Ziaraat.Com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے جو کے ''ستو'' دیے۔ اُس کے تمام اہل خانہ اور اُن کے مہمان وہ ستو برابر کھاتے رہے اور وہ کبھی بھی کم نہ ہوئے۔ ایک دن اُس نے اُس ستو کو تولا پس برکت جاتی رہی۔ اُس نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تُو اُنہیں نہ تولتا تو ہمیشہ کھاتا۔ [1]

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں لے کر حاضر ہوا اور عرض کی کہ ان میں برکت کے لیے دُعا فرمادیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کے بعد میں نے وہ کھجوریں ایک تھیلے میں رکھ دیں اور روزانہ اُن میں سے نکال کر کھاتا رہا۔ وہ کبھی کم نہ ہوتی تھیں۔ جب حضرت عثمانؓ قتل ہوئے تو وہ تھیلے میں سے گر گئیں اور برکت جاتی رہی۔ [2]

حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر بہت شدید گرمی تھی، وادی خشک ہوگئی اور پانی نایاب ہوگیا۔ لوگوں نے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا ایک برتن منگوایا، وضو کیا، کُلی کر کے اُس میں ڈالی اور فرمایا اسے کنوئیں میں ڈال دو۔ اُس کے ڈالتے ہی کنوئیں میں پانی اُبل پڑا اور اتنا بلند ہوگیا کہ ہم ہاتھ ڈال کر پانی لے لیتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براابن عازب کو ایک تیِر دے کر فرمایا کہ اسے کنوئیں میں گاڑ دو۔ تیِر گاڑتے ہی کنوئیں سے پانی اُبل پڑا۔ قریش نے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جادُو ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے روانہ ہونے لگے تو فرمایا کہ تیِر نکال لو۔ تیِر نکالتے ہی وہ کنواں خشک ہوگیا۔ [3]

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۴

[2] عبدالرحمٰن ابن جوزی، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا با حوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۳۳۱، ۳۳۲۔
کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۴

[3] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں (پانی کی قلت کے پیشِ نظر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تنور پر اپنا دستِ مبارک رکھا تو اُس سے پانی اُبل پڑا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایسے ہی) ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُنگشت مبارک سے پانی جاری ہو گیا جس سے تمام لوگ سیراب ہوئے۔[۱]

زجاج سے مروی ہے کہ شہابِ ثاقب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قدیم شعراء کے کلام میں "تیزی" کی مثال "برق وسیل" سے دی گئی ہے اور اُن کے اشعار میں ایک شعر بھی ایسا نہیں ملتا جس میں ٹوٹنے والے ستاروں کا ذِکر ہو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے بعد شعراء نے یہ لفظ استعمال کیا۔[۲]

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر شیطان کو رجم کیا گیا یعنی اُس کا داخلہ آسمانوں پر بند کر دیا گیا۔[۳] پس جب شیطان آسمانوں کی طرف جانے کی کوشش کرتا تو دہکتے ہوئے شعلوں یعنی شہابِ ثاقب سے اُسے بھگا دیا جاتا، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:[۴]

"وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿١٧﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ﴿١٨﴾" (اور ہم نے آسمان میں برج بنائے اور اُنھیں دیکھنے والوں کے لئے ستاروں سے آراستہ کر دیا۔ اور ہر شیطان رجیم سے محفوظ بنا دیا مگر یہ کہ کوئی شیطان وہاں کی بات چرانا چاہے تو اُس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگا دیا گیا ہے۔)

---

[۱] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۴

[۲] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۴

[۳] علامہ نجم الحسن کراروی (متوفی ۱۹۸۲ء)، چودہ ستارے، ص ۴۶ بحوالہ ابن واضح (متوفی ۲۹۲ ہجری) اور بحوالہ تاریخ اشاعتِ اسلام دیوبندی ص ۲۱۸ طبع لاہور

[۴] سورۃ الحجر آیت ۱۶ تا ۱۸

Presented by Ziaraat.Com

ایک بار سخت قحط کے زمانے میں لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلۂ رحمی فرماتے ہیں لیکن ہم بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی اور قحط دُور ہو گیا۔ (۱)

سراقہ بن مالک کے دُبلے پتلے ہاتھ دیکھ کر فرمایا کہ میرے بعد ایک دن آئے گا جب تمہارے اِن ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ چنانچہ ایران فتح ہوا تو سراقہ کو کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے۔ اور سلمان سے فرمایا کہ تمہارے سر پر کسریٰ کا تاج رکھا جائے گا۔ چنانچہ فتح کے بعد اُن کے سر پر تاج رکھا گیا۔ (۲)

زید بن صوحان سے فرمایا کہ تمہارا ایک عضو تم سے پہلے جنت میں جائے گا، پس اُن کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ (۳)

خیبر میں زبیر، یاسر سے لڑنے نکلے تو اُن کی ماں صفیہ نے کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا یاسر میرے بیٹے کو قتل کردے گا؟'' فرمایا، ''نہیں بلکہ تمہارا بیٹا اُس کو قتل کرے گا۔ پس ایسا ہی ہُوا۔ (۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے میقات پہلے سے بتا دیئے تھے کہ عراق والوں کا یہ، شام والوں کا یہ، وغیرہ وغیرہ حالانکہ اُس وقت یہ ملک فتح نہیں ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میری اُمت کا ملک مشرق و مغرب میں پھیلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور شمال و جنوب کا ذِکر نہ فرمایا لہٰذا اُدھر وسعتِ اسلام نہ ہوئی۔ (۵)

جارود بن عمر اور سلمہ بن عباد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نبی ہیں تو بتایئے کہ ہم

---

(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۴

(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۵

(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۶

(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۶

(۵) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۷

Presented by Ziaraat.Com

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس کون سے سوال لے کر آئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے جارود کو اُس کے سوال بتائے، اُن میں ایک سوال صدقہ سے متعلق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''افضل صدقہ یہ ہے کہ اپنے بھائی کو چوپایہ پر سوار کرے اور اپنی بکری کا دودھ پلائے۔'' پھر سلمہ بن عباد سے فرمایا، ''اے سلمہ بن عباد! تم عبادتِ اوثان، یوم سباسب اور عقل ہجین کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔ عبادتِ اوثان سے متعلق فرمانِ الٰہی ہے: اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا[1] (تم خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو) اور یومِ سباسب تو خدا نے ظاہر کیا شبِ قدر میں، ایک لمحہ کو سورج نکلا مگر شعاع نہ تھی اور رہی عقل ہجین تو اہلِ اسلام بدلہ پائیں گے اپنے خونوں کا اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، (اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ)''[2] یہ سُن کر دونوں نے کلمہ شہادتین پڑھا اور کہا کہ یہی ہمارے دل میں تھا۔[3]

روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو سب لوگ چلے گئے سوائے ایک انصاری اور ایک ثقفی کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے تمہاری کوئی حاجت ہے لہٰذا تم بتاؤ گے یا تمہارے کہے بنا میں ہی بتاؤں؟ اُنہوں نے کہا کہ جناب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی بتادیں تاکہ ہمارے ایمان میں اضافہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اے برادر انصار! تم اُس قوم میں سے ہو جو اپنے نفس پر ایثار کرتی ہے، تُو فروی ہے اور یہ (دوسرا شخص) بدوی ہے۔ تُو حج و عمرہ اور اُن کے ثواب سے متعلق جاننا چاہتا ہے اور یہ (دوسرا شخص) صوم و صلوٰت اور اُن کے فوائد معلوم کرنا چاہتا ہے۔'' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں سب کچھ بتادیا۔[4]

---

[1] سورۃ العنکبوت، آیت ۱۷

[2] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۴

[3] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۴

[4] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۴

Presented by Ziaraat.Com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہُوا اور دستِ سوال دراز کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ اُسی وقت ایک اور شخص آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک تھیلی پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ چار سو درہم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مستحق کو دے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل سے فرمایا، ''اے شخص! (لو) یہ دینار ہیں.....'' مال دینے والا بولا، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ دینار نہیں بلکہ درہم ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''خدا نے میری تصدیق کی ہے اور وہ مجھے جھٹلائے گا نہیں۔'' یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھیلی کو کھولا تو اُس میں سے دینار برآمد ہوئے۔ وہ شخص متعجب ہوا اور قسم کھا کر بولا ''میں نے تو اس میں درہم ہی ڈالے تھے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''تُو سچا ہے لیکن چونکہ میرے مُنہ سے دینار نکلے لہٰذا خدا نے درہموں کو دینار بنا دیا۔''[1] (دس درہم کا ایک دینار ہوتا ہے، یہ عرب کرنسی ہے۔)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں سخت علیل تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کر کے پانی مجھ پر چھڑکا، میں اُسی وقت شفایاب ہو گیا۔[2]

طفیل عامری نے اپنے جزام کے مرض کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی میں اپنا لعابِ دہن ڈال کر فرمایا کہ اس سے غسل کرو۔ طفیل عامری نے حکم کی تعمیل کی اور شفا پائی۔ بروایتے قیس لحجی اور حسان بن عمرو خزاعی بھی اسی طرح شفایاب ہوئے۔[3]

ہر املاعب الاسنہ کو استسقا کی بیماری تھی۔ عبید بن ربیعہ نے اُس کو دو گھوڑے بطور ہدیہ دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرک کا ہدیہ قبول نہ کیا اور تھوڑی سی مٹی میں

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۷، ۴۸

[2] سورۃ الحجرات، آیت ۱۲

[3] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۸

Presented by Ziaraat.Com

اپنا لعابِ دہن ملا کر فرمایا کہ اسے پانی میں گھول کر پی جا۔اُس نے ایسا ہی کیا اور صحت یاب ہو گیا۔ (۱)

ایک لڑکے کے سر کے بال جھڑ گئے تھے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اُس کے بال اُگ آئے۔ (۲)

اُحد میں ایک انصاری کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کو کٹی ہوئی جگہ سے ملا کر پھونک ماری۔پس وہ ٹھیک ہو گیا۔ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک بے حیا عورت نے آ کر ایک لقمہ مانگا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے لقمہ دے دیا جسے کھاتے ہی وہ حیادار بن گئی۔ (۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک طبق میں خرمے رکھے تھے۔ایک شخص حاضرِ خدمت ہُوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ کھاؤ۔وہ بائیں ہاتھ سے کھانے لگا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔اُس نے عرض کی کہ میرا دایاں ہاتھ بیکار ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس پر دَم کیا، پس اُس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ (۵)

ایک شخص نے ایک کمان جس پر عقاب کی تصویر بنی ہوئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس پر دستِ مبارک پھیرا تو تصویر غائب ہو گئی۔ (۶)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ عشاء کے بعد گھر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتادہ ابن نعمان کو دیکھا۔قتادہ نے عرض کی کہ تاریک رات ہے اور بارش بھی ہے، میں نے تو چاہا تھا کہ

---

(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۸

(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹

(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹

(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹

(۵) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹

(۶) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹

Presented by Ziaraat.Com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھوں گا اب تاریکی میں گھر جانا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کھجور کی شاخ دی اور فرمایا اس کی روشنی میں چلا جا۔[1] پس وہ شاخ مثلِ مشعل روشن ہوگئی۔

حباب بن الارت نے (دورانِ سفر) نفقہ (خوراک) کے ختم ہو جانے کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس اپنی بکری لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو اُن میں فوراً دودھ بھر گیا اور سفر سے واپسی تک باقی رہا۔[2]

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صبح جناب سیّدۃ لنساء العالمین علیہا السلام کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ حسنین علیہم السلام بھوکے ہیں تو اپنا لعابِ دہن اُنہیں چُسایا۔ دونوں بچے سیر ہو کر سو گئے۔

ایک مرتبہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ ابوالہیثم کے گھر تشریف لے گئے۔ اُس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا آنا میرے لئے باعثِ مسرت ہوتا اگر میرے گھر میں کھانے کو کچھ موجود ہوتا، جو کچھ پاس تھا وہ سب پردیسیوں کو دے چکا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے گھر میں کھجور کا ایک نوعمر درخت دیکھ کر فرمایا کہ اے ابوالہیثم اگر اجازت دو تو میں اس سے کچھ لے لوں؟ اُس نے کہا یہ درخت تو ابھی نیا ہے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اس میں پھل نہیں آئے، ویسے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اختیار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اُس میں سے کچھ پانی نوش فرما کر باقی اُس درخت پر چھڑک دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس نوعمر درخت میں پھل لگ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے پڑوسیوں کو بلاؤ۔ پھر وہ پھل سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ یہی وہ نعمت ہے جس کے لئے لوگ روزِ قیامت سوال کریں گے۔ اے علی! اس میں سے فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کے لیے لے لو۔ وہ درخت نخلہ انجیران کے نام سے مشہور ہوا۔ جنگِ حرہ کے وقت یزیدیوں نے

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹

[2] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹

Presented by Ziaraat.Com

اُسے کاٹ ڈالا۔[1]

روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب سے بیدار ہو کر ہاتھ دھوئے، کُلّی کی اور کُلّی کا پانی ایک درخت پر ڈال دیا۔ درخت پر فوراً ہی شہد سے زیادہ شیریں سرخی مائل پھل لگ گئے اور عنبر کی سی خوشبو نکلنے لگی۔ اگر کوئی بھوکا اُس کا ایک پھل کھالیتا تو سیر ہو جاتا، بیمار شفا پاتا اور پیاسا اُس کا عرق پی کر سیراب ہو جاتا۔ اُس کے پتّے کھانے سے حیوان دودھ دار بن جاتے۔ مال میں رکھنے سے برکت پیدا ہو جاتی اور یہ برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رِحلت کے بعد اُس درخت کے پھل گِر گئے، بعد میں جو لگے اُن کے ذائقے میں فرق آ گیا اور پتّے چھوٹے ہو گئے۔ تیس سال تک اُس کی یہی حالت رہی۔ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُس میں پھل لگنا بند ہو گئے۔ کچھ مدّت تک یہی حالت رہی، جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اُس کے تنے سے تازہ خون اُبلنے لگا اور پتّوں سے ایسا سرخی مائل پانی نکلنے لگا جیسا گوشت سے نکلتا ہے۔[2]

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکّہ کی گلیوں میں نکلتا تو ہر پتھر اور درخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے ہوئے کہتا، ''السّلام علیک یا رسول اللہ۔''[3]

روایت ہے کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک کونڈے سے ہم صبح سے رات تک کھانا کھاتے رہے۔ وہ اس طرح کہ دس آدمی کھانے سے اُٹھتے اور دس اور آ کر بیٹھ جاتے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے سمرہؓ سے پوچھا کہ کیا اُس کونڈے میں مزید کھانا نہیں ڈالا جاتا تھا؟ کہا کہ تم کس بات پر تعجب کر رہے ہو؟ اُس میں ''اُسی'' طرف سے بڑھایا

---

[1] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹، ۵۰

[2] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۰

[3] جامع ترمذی ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۰۲

Presented by Ziaraat.Com

جارہاتھااور ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔[1]

حضرت ابوزید بن اخطب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دُعا کی۔ مروی ہے کہ وہ ایک سوبیس سال تک زندہ رہے اور (آخر دم تک) اُن کے سر کے صرف چند بال سفید تھے۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بادشاہ نجاشی کی وفات ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ مدینہ سے سرزمین حبش تک حجاب اُٹھا دیئے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تختِ نجاشی کو ملاحظہ فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس پر غائبانہ نماز پڑھی۔ منافقوں نے اس بارے میں چہ میگوئیاں کیں لیکن اُس کے انتقال کی خبریں چاروں طرف سے آگئیں اور موت کا وہی وقت بتایا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔[3]

فضالہ بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو خبر دی کہ ایک بدبخت ترین شخص تمہارے سر پر ضرب لگائے گا اور انس بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بیٹا حسین (علیہ السلام) ارضِ عراق پر شہید کیا جائے گا پس جو اُس کو پائے اُسے چاہیے کہ اُس کی مدد کرے چنانچہ انس بن الحارث رضی اللہ عنہ کربلا میں ہی شہید ہوئے۔[4]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ ○

---

[1] جامع ترمذی ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۰۱

[2] جامع ترمذی، ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۰۵

[3] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۵

[4] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۶۰

Presented by Ziaraat.Com

اوصافِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر آسمانی کتب میں

عطاء بن سیار کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملاقات کی۔ وہ کتب سابقہ کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے لہٰذا میں نے اُن سے کہا کہ مجھے تورات میں مذکور کمالاتِ مصطفویہ اور اوصافِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خبر دیں۔ اُنہوں نے کہا، ''بخدا وہ تورات میں بھی بعض ایسی صفات کے ساتھ موصوف ہیں جو قرآنِ عظیم میں موجود ہیں۔ تورات میں ہے کہ اے عظیم الشان نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بے شک ہم نے تمہیں مبعوث فرمایا درآنحالیکہ تم اُمت کے احوال پر مُطّلع و شاہد ہو اور فرمانبرداروں کو جنت اور ابدی راحتوں کی بشارت دینے والے اور کفار و مشرکین اور نافرمانوں کو عذابِ جہنم سے ڈرانے والے ہو۔ تم اُمت کی پناہ اور مَلجا و ماوا (پناہ گاہ) ہو۔ تم میرے بندۂ خاص اور رسولِ مخصوص ہو، میں نے تمہیں متوکل کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ تم نہ سخت کلام ہو اور نہ ہی سخت دل اور بازاروں میں بلند آواز سے شور و شغب کرنے والے بھی نہیں۔ تم برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو و درگذر سے کام لیتے ہو اور ظلم و زیادتی کرنے والے کے لیے دُعائے مغفرت فرماتے ہو۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے دریافت کیا کہ تورات میں اوصافِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح بیان فرمائے گئے ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم اُس میں یہ لکھا ہُوا دیکھتے ہیں، ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اُن کی جائے پیدائش مکّہ مکرمہ ہے اور مقامِ ہجرت مدینہ طیبہ۔ اللہ کے یہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ فحش گو ہیں اور نہ ہی بازاری زبان استعمال کرنے والے اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینے والے بلکہ پیکرِ عفو و درگذر ہیں۔'' کعب احبار سے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ بحوالہ تورات یوں بھی مرقوم ہے کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ سخت کلام اور دُشنام طراز (گالی گلوچ کرنے والے) ہیں اور نہ ہی سخت دل اور بے رحم، نہ بازاروں میں شور و شر کرنے

---

[1] عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۵۴

Presented by Ziaraat.Com

والے، نہ ہی بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے، بلکہ عفو سے کام لینے والے ہیں اور ایذا پہنچانے والوں کو دُعاؤں سے نوازنے والے ہیں۔'' ایک جگہ الفاظ کے ردوبدل اور اضافے کے ساتھ کعب احبار سے یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ تورات کے حصّہ اوّل میں سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اِن الفاظ میں کی گئی ہے، ''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پسندیدہ بندے ہیں۔ وہ نہ درشت کلام ہیں اور نہ ہی سنگدل، نہ بازاری لب ولہجہ اختیار کرنے والے نہ ہی بدی کی جزا بدی سے دینے والے بلکہ پیکرِ عفوومغفرت ہیں۔ ان کا مقامِ ولادت مکّہ مکرمہ اور محلِ ہجرت مدینہ طیبہ اور دارالسلطنت ملک شام ہے۔'' اور حصہ ثانی میں ہے، ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسولِ خدا اور برحق نبی ہیں۔''[1]

ابنِ ابی نملہ نے کہا کہ یہودِ بنو قریظہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذِکر اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے اور اپنی اولاد کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وکمالات اور اسماء جمال بتلاتے کہ اُن کا مقامِ ہجرت یہی ہمارا مسکن مدینہ طیبہ ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہُوا تو حسد کی آگ میں جل گئے اور اعترافِ حق سے بغاوت وانکار کر دیا۔[2]

ابوسعید خُدری کہتے ہیں میرے والد مالک بن سنان نے یوشع یہودی کو یہ کہتے سُنا کہ اُس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آ چکا ہے جن کو احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پکارا جائے گا اور جن کا ظہور حرمِ مکّہ سے ہو گا۔ خلیفہ بن ثعلبہ نے ازراہِ مزاح واستہزا اُس سے کہا کہ اُس نبی کی صفت وشان کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ درمیانہ قد ہوں گے، نہ بہت طویل اور نہ ہی بالکل کوتاہ قامت۔ اُن کی آنکھوں میں باریک سُرخ دھاریاں ہوں گی۔ وہ چادر اوڑھیں گے اور یہ شہر مدینہ اُن کا مقامِ ہجرت ہو گا۔[3]

---

[1] عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرتِ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۵۵

[2] عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرتِ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۵۹

[3] عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرتِ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۶۰

Presented by Ziaraat.Com

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں اسکندریہ میں قیام پذیر رہا۔ وہاں کی عبادت گاہوں کے اندر موجود تمام رومی اور قبطی علماء سے دریافت کیا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کون سے اوصاف اپنی کتب اور صحیفوں میں پاتے ہیں؟ ایک قبطی عالم جو کہ ابویمنس والے معبد کا بڑا صدر الصدور اور راس العلماء تھا، اُس نے کہا وہ ایسے نبی ہیں کہ عیسیٰ روح اللہ نے ہمیں اُن کے اتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ نبی اُمّی عربی ہیں، نام نامی اُن کا احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے، نہ زیادہ طویل القامت ہیں نہ ہی بالکل کوتاہ قامت۔ اُن کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہیں۔ رنگت بالکل سفید نہ خالص گندم گوں بلکہ یوں ہے جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھا ہو۔ اپنے سر اور داڑھی مبارک کے بال بڑھائیں گے۔ موٹے کھردرے کپڑے استعمال کریں گے اور قلیل ترین خوراک پر کفایت وقناعت فرماویں گے۔ [1]

تورات میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل نبوت میں سے ایک یہ ہے کہ باری تعالیٰ طورِ سینا سے تجلی فرما ہوا اور کوہِ ساعیر سے اُس کے انوار ظہور پذیر ہوئے اور فاران کی چوٹیوں سے خود جلوہ نما ہوا۔ [2]

اللہ تعالیٰ کے کوہِ سینا سے تجلی فرما ہونے کا مطلب اہلِ کتاب اور ہمارے نزدیک بالاتفاق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وہاں تورات نازل فرمائی اور کوہ ساعیر سے اس کے انوار کا ظہور بھی سب کے نزدیک بایں معنی یہی ہے کہ اُس نے عیسیٰ علیہ السلام کو اُس مقام پر اعلانِ نبوّت کا حکم دیا اور کتاب انجیل مرحمت فرمائی۔ جب کہ کوہِ سینا اور ساعیر سے متجلی وظہور پذیر ہونے کا مطلب یہ ہے تو لامحالہ اللہ ربُ العزت کے جبلِ فاران سے خود ظہور فرما ہونے کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ اُس نے وہاں نبی الانبیاء علیہ التحیّۃ والثناء کو سب کتب سماویہ اور صحفِ قدیمہ پر محیط و مشتمل اور اسرار و رموزِ خلق پر حاوی کتاب عطا فرمائی۔ کیونکہ اہلِ کتاب اور اہلِ اسلام سبھی کا اس پر اتفاق ہے کوہِ فاران مکّہ مکرمہ میں ہے۔ [3]

---

[1] عبدالرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۶۳

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، ج ۱ ص ۹۸

[3] عبدالرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۸۱

Presented by Ziaraat.Com

زبور کے ایک باب میں رقم ہے، ''اللہ تعالیٰ نے اُن کو صیفون یعنی عرب سے ظاہر فرمایا جب کہ وہ قابلِ ستائش (محمود) اکلیل و تاج (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت و حکومت کی طرف اشارہ) ہیں۔''

ایک اور باب میں رقم ہے، ''آنے والے نبی سمندر اور دریاؤں سے منتہائے ارض تک کو اپنے تصرف میں لے آئیں گے۔ اہلِ جزائر اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے اور اُن کے دشمن خاک بوسی کریں گے۔ بادشاہ نذرانے لے کر حاضر ہوں گے اور حقِ تعظیم و تکریم بجالائیں گے اور تمام اُمم و قبائل اُن کے سامنے اطاعت سے پیش آئیں گے کیونکہ وہ مجبور اور مفلوک الحال غرباء و ضعفاء کو زبردستوں اور ظالموں کے پنجۂ استبداد سے چھٹکارا دلائیں گے اور ضعیفوں، ناتوانوں پر رافت و رحمت فرمائیں گے۔ بلاد سبا کے خزانے اُن کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اُن پر ہر وقت درُود پڑھا جائے گا اور ہر دن برکت دی جائے گی اور اُن کا ذِکر ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق توریت سفر اوّل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ بشارتیں ہیں، سفر دوم میں پندرہ بشارتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیان کردہ ہیں، سفر سوم میں حضرت داؤد علیہ السلام کی بشارتیں ہیں اور عوبینا، دحقیوق، حزقیل، دانیال اور شعایا کی بھی بشارتیں ہیں۔ زبور میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے کہا، ''خداوند! زمانہ فترت کے بعد سنت کا ایک قائم کرنے والا بھیج۔ عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں کہا، ''فارقلیطا میرے بعد آنے والا ہے، وہ ہر شے کے کلمات کی تفسیر بیان کرے گا اور میری گواہی اس طرح دے گا جیسے میں اُس کی گواہی دے رہا ہوں۔ میں امثال کو لایا ہوں اور وہ تمہارے پاس تاویل کو لائے گا۔[2]

کعب بن لوی بن غالب کے پاس ہر جمعہ کو لوگ جمع ہوتے تھے۔ اُس دن کا نام اُس زمانہ میں عروبہ تھا۔ کعب نے جمعہ نام رکھا۔ کعب اُس روز لوگوں کے سامنے خطبہ بیان کرتے تھے اور اُس

---

[1] عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۸۵

[2] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ا ص ا

Presented by Ziaraat.Com

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت کی خبر دیتے تھے۔ اُنہوں نے آخری خطبہ اصحاب فیل کے واقعہ سے ۵۲۰ پانچ سو بیس سال پہلے دیا تھا۔[۱]

ابن بابویہ نے کتاب النبوّہ میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تبع نے قبیلہ اوس و خزرج سے کہا کہ تم یہاں رہو جب تک کہ نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ظہور ہو۔ اگر میں نے اُن کو پالیا تو اُن کی خدمت کروں گا۔ اُس نے ایک تحریر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لکھی جس میں اپنے ایمان لانے کا ذِکر کیا اور یہ خواہش کی کہ روز قیامت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کی شفاعت کریں۔ اُس نے یہ تحریر ایک عالم کے سپرد کردی اور وہاں سے چلا گیا۔ وہ ہندوستان کے شہر خلسان میں جا کر فوت ہوگیا۔ اُس کی موت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے ایک ہزار سال پہلے ہوئی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور اکثر اہل مدینہ ایمان لے آئے تو وہ تحریر بنی سلیم کے ایک شخص ابولیلیٰ کے پاس تھی۔ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے وہ تحریر طلب فرمائی۔ ابولیلیٰ حیران رہ گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس کا کیسے علم ہوا؟ غرض وہ تحریر اُس نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے پڑھوا کر سُنی اور فرمایا، ''مرحبا میرے برادرِ صالح کے لیے۔''[۲]

اللہ تعالیٰ کا تمام انبیاء کرام سے عہد لینا

حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی ہدایتِ خلق کے لیے مبعوث فرمایا، اُس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق عہد لیا کہ اگر وہ تمہاری دنیوی حیات کے اندر تشریف لائیں تو ضرور اُن پر ایمان لاؤ گے، اُن کی نصرت و امداد کرو گے اور اپنے اُمتیوں سے بھی اس کا عہد لو گے۔[۳]

---

[۱] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۱

[۲] کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۲

[۳] عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۵۴

Presented by Ziaraat.Com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاظر و ناظر

''حاضر'' موجود کو کہتے ہیں اور ''ناظر'' دیکھنے والے کو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام دُنیا میں تشریف لائے اور اپنے اپنے عہد میں اپنا اپنا فریضہ نبوت ادا کر کے دُنیا سے تشریف لے گئے لیکن خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بظاہر دُنیا سے تشریف لے جانے کے باوجود موجود ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد بھی ابھی تک موجود ہے۔ جس کی زندہ مثال پانچ وقت دی جانے والی اذان اور کلمہ شہادت کے الفاظ ہیں جن میں گواہی دی جاتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ''ہیں''، یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ کے رسول ''تھے''۔

مزید یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام جب تشریف لائے تو اپنی اپنی شریعت بھی لے کر آئے اور اُن کے جانے کے بعد اگلے آنے والے نبی اپنی شریعت لے کر آئے اور پچھلی شریعت منسوخ کر دی گئی لیکن نبی اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت آج تک باقی ہے اور تا قیامت رہے گی جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔

تمام انبیاء کے معجزے اُن کے دُنیا سے جاتے ہی ختم ہو گئے، مثلاً عصائے عیسیٰ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کا قالین وغیرہ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ''قرآن'' آج بھی باقی ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ کیسے موجود رہتا؟

Presented by Ziaraat.Com

آپ کی حدیث مبارکہ ہے کہ میں دُرود سنتا ہوں اور اُس کا جواب دیتا ہوں۔[1]

پس جواب وہی دے سکتا ہے جو موجود یعنی حاضر ہوتا ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ جو موجود ہو وہ دیکھتا بھی ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ جو دیکھتا ہے وہ موجود ہوتا ہے، اور آپ کے دیکھنے کا یعنی ناظر ہونے کا اور تخلیق کائنات سے بھی پہلے سے موجود ہونے کا ثبوت قرآن مجید میں ہے۔ متعدد قرآنی آیات میں خداوند تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے حبیب ()! کیا آپ () نے نہیں دیکھا؟''

ان میں کثیر تعداد ایسی آیات مبارکہ کی ہے جن میں ماضی بعید کے حوالوں سے بات کی گئی ہے یعنی ایسے ادوار کی جو بظاہر آپ کی ولادت سے برس ہا برس پہلے کے تھے۔ اگر خداوند متعال اپنے نبی سے یہ فرما رہا ہے،'' اَلَمْ تَرَ '' یعنی کیا آپ () نے نہیں دیکھا؟ تو لامحالہ آپ نے وہ سب دیکھا ہوگا، اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ ایک ایسی بات فرمائے جو کبھی ہوئی ہی نہ ہو، تو ماننا پڑے گا کہ جہاں جہاں پروردگار نے فرمایا کہ کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ وہ سب آپ نے یقیناً دیکھا ہوگا، یعنی آپ وہاں موجود بھی تھے اور دیکھ بھی رہے تھے بالفاظ دیگر آپ حاضر بھی تھے اور ناظر بھی۔

ذیل میں قرآن پاک کی چند ایک ایسی آیات مبارکہ پیش کی جارہی ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے ''اَلَمْ تَرَ'' (اے حبیب کیا آپ نے نہیں دیکھا)، کے الفاظ سے آپ کو مخاطب فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦[2]

---

[1] محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (متوفی ۹۰۲ ھ) القول البدیع ص ۱۱۲۔ مفتی محمد امین، آب کوثر ص ۸۴، ۸۵، ۸۷ محمد عبدالحق مہاجر، دلائل الخیرات کانپوری ص ۱۸۔ آیت اللہ مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ ج ۱۸ ص ۱۲۳۔

[2] سورۃ الفجر، آیت ٦

Presented by Ziaraat.Com

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب نے (قومِ) عاد کے ساتھ کیسا (سلوک) کیا؟)

اَلَمۡ تَرَوۡا کَیۡفَ خَلَقَ اللّٰہُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ (۱)

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات (یا متعدد) آسمانی کرّے باہمی مطابقت کے ساتھ (طبق در طبق) پیدا فرمائے)

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ﴿۱﴾ (۲)

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟)

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ کُفۡرًا وَّ اَحَلُّوۡا قَوۡمَہُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ ﴿۲۸﴾ (۳)

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت (ایمان) کو کفر سے بدل ڈالا اور اُنہوں نے اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا)

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡ حَآجَّ اِبۡرٰہٖمَ فِیۡ رَبِّہٖۤ اَنۡ اٰتٰىہُ اللّٰہُ الۡمُلۡکَ ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّیَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحۡیٖ وَ اُمِیۡتُ ؕ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِہَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُہِتَ الَّذِیۡ کَفَرَ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۵۸﴾ (۴)

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم (علیہ السلام)

---

(۱) سورۃ نوح، آیت ۱۵

(۲) سورۃ الفیل، آیت ۱

(۳) سورۃ ابراھیم، آیت ۲۸

(۴) سورۃ البقرۃ، آیت ۲۵۸

Presented by Ziaraat.Com

سے اُن کے پروردگار کے بارے میں صرف اس بنا پر بحث وتکرار کی تھی کہ خدا نے اُسے سلطنت دے رکھی تھی۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا تھا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا بھی ہے اور مارتا بھی ہے۔ اُس (شخص) نے کہا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں (اس پر) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا میرا خدا سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تُو اسے مغرب سے نکال۔ اس پر کافر مبہوت (ہکا بکا) ہوگیا۔ خدا ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ [1]

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق (پر مبنی حکمت) کے ساتھ پیدا فرمایا)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ [2]

(اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ (سب) اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے (بھی فضاؤں میں) پر پھیلائے ہوئے (اُسی کی تسبیح کرتے ہیں)، ہر ایک (اللہ کے حضور) اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو وہ انجام دیتے ہیں)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ [3]

---

[1] سورۃ ابراھیم، آیت ۱۹

[2] سورۃ النور، آیت ۴۱

[3] سورۃ البقرۃ، آیت ۲۴۳

Presented by Ziaraat.Com

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے حالانکہ وہ ہزاروں (کی تعداد میں) تھے، تو اللہ نے اُنہیں حکم دیا کہ مر جاؤ (سو وہ مر گئے)، پھر اُنہیں زندہ فرما دیا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿١٨﴾ [1]

(توجہ فرمائیں: یہ آیت سجدہ ہے، اس کو پڑھنے کے بعد سجدہ واجب ہے)

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کے لئے (وہ ساری مخلوق) سجدہ ریز ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج (بھی) اور چاند (بھی) اور ستارے (بھی) اور پہاڑ (بھی) اور درخت (بھی) اور جانور (بھی) اور بہت سے انسان (بھی)، اور بہت سے (انسان) ایسے بھی ہیں جن پر (اُن کے کفر و شرک کے باعث) عذاب ثابت ہو چکا ہے، اور اللہ جسے ذلیل کر دے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٤٦﴾ [2]

---

[1] سورة الحج، آیت ۱۸

[2] سورة البقرة، آیت ۲۴۶

Presented by Ziaraat.Com

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا کہ جب اُنہوں نے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تا کہ ہم (اُس کی زیر قیادت) راہِ خدا میں جنگ کریں۔ اُس نبی نے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ جب جنگ تم پر واجب ہو جائے۔ تو پھر تم جنگ نہ کرو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم کیونکر جنگ نہیں کریں گے؟ جبکہ ہمیں اپنے گھروں اور بال بچوں سے باہر نکال دیا گیا ہے۔ مگر جب جنگ اُن پر واجب قرار دی گئی تو اُن کے تھوڑے سے آدمیوں کے سوا باقی سب کے سب منحرف ہو گئے (پیٹھ پھیر گئے) اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے)

تمت

دُعا

یارب ذوالجلال والاکرام! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اور تیرا شکر ہے کہ تُو نے مجھے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عقیدت میں یہ کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الٰہی میری اس کاوش کو اپنی بارگاہِ جلیلہ میں قبول فرما اور اس میں جو غلطی اور کوتاہی ہوئی ہے اُسے معاف فرما کہ بے شک تُو معاف کرنے والا اور بہت مہربان ہے اور اس کوشش کو میرے لئے اور میرے والدین کے لئے اور میرے اہل و عیال کے لئے اور میری اولاد کے لئے اور میرے احباب و اقرباء کے لئے اور اس کتاب کے پڑھنے والوں کے لئے ذریعہ نجات اور توشۂ آخرت بنا۔ (آمین یارب العالمین)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ○

Presented by Ziaraat.Com

مآخذ

(اس کتاب کی تالیف کے دوران مندرجہ ذیل کتب سے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کیا گیا)

القرآن حکیم

آب کوثر از مفتی محمد امین

آسان مسائل از آیت اللہ سید علی سیستانی

اُم المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام از علامہ محمد محمدی اشتہاردی، مترجم سیّد علی شیر نقوی

اُمہات المومنینؓ از گل احمد عطاری

ابواب المقدمات، ازدواج در اسلام از آیت اللہ مشکینی

ارشاد از شیخ مفید علیہ رحمۃ (متوفی ۱۰۲۲ء)

ازدواج اور اخلاقیات در اسلام از سیّد محمد رضوی

اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ از علی بن محمد ابن اثیر الجزری (متوفی ۸۳۸ھجری)

اسعاف الراغبین بر حاشیۂ نو الابصار شبلنجی (طبع مصر)

اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ از خواجہ محمد لطیف

اسلامی ازدواج، جوان کے لیے تحفہ از شہب رضوی، طبع ورڈ اسلامک نیٹ ورک

اصح السیر از ابو البرکات عبد الرؤف داناپوری

اعلام الوریٰ از علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)

اعیان الشیعۃ از سید محسن امین عاملی (متوفی ۱۹۵۳ء)

الاحتجاج از الشیخ الطبرسی

الاستیعاب از حافظ ابن عبد البر قرطبی (متوفی ۴۶۳ھجری)، طبع حیدر آباد دکن

الامام علی علیہ السلام از الشیخ جواد مفتیۃ

الانتصار از شریف مرتضیٰ

Presented by Ziaraat.Com

البیان والتعریف از حسینی

التنبیة والاشراف از ابو الحسن المسعودی (متوفی ۳۴۶ ھجری)

الثاقب فی المناقب، مناقب اہل بیت، ترجمہ: القطرۃ من بحار مناقب النبی والعترۃ از آیت اللہ سیّد احمد مستنبط

الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور از جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ ھجری)

الدر فی اختصار المغازی والسیر از الحافظ یوسف بن البر (متوفی ۴۶۳ ھجری)

الرحیق المختوم از مولانا صفی الرحمن مبارکپوری، (طبع المکتبۃ السلفیۃ، لاھور)

الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ از محب طبری

الزرقانی علی المواھب از علامہ زرقانی (متوفی ۱۱۲۲ ھجری)

السیرۃ النبویۃ، لابن ھشام القسم الثانی، لالجز الثالث والرابع

السیف الجلی علی منکر ولایۃ علی علیہ السلام از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

الشریف المرتضح از الفصول المختارہ

الشفاء از قاضی عیاض

الصارم المسلول علی شاتم الرسول از تقی الدین ابن تیمیہ، متوفی (۷۲۸ ھجری)

الصحیح از ابن حبان

العبر فی خیر من غیر از حافظ ذھبی، مطبع کویت

الفاروق از مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء)، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی طبع اوّل ۱۹۹۱ء

الفردوس از دیلمی

القول البدیع از محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی (متوفی ۹۰۲ ھجری)

الکامل از ابن الاثیر

Presented by Ziaraat.Com

المسائل العکبریة از الشیخ المفید

المستدرك علی الصحیحین از ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم

المسند ابو یعلی از ابو یعلیٰ (متوفی ۹۱۹ ہجری)

المصنف از ابن ابی شیبة

المعجم الاوسط از حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ ھجری)

المعجم الکبیر از حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ ھجری)

المغازی للواقدی از ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی (متوفی ۸۲۲ء)

المواھبُ اللدنیة از احمد بن محمد قسطلانی (متوفی ۹۲۳ ھجری)

النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین از علامہ جزائری، (طبع نجف اشرف ۱۳۸۰ھ)

الوثائق السیاسیة، طبع مصر

امالی از شیخ ابی جعفر الصدوق علیہ رحمة (متوفی ۳۸۱ ھجری)

بحار الانوار از علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)

پیغمبر اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، مطبوعہ فیروز سنز، پاکستان

تاریخ الاسلام السیاسی از حسن ابراھیم حسن (متوفی ۱۳۴۷ء)

تاریخ ابن الوردی از ابن الوردی (متوفی ۷۴۹ھ۱۳۴۹ء)، طبع مصر

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون (متوفی ۱۴۰۶ء)

تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ) از ابو الفداء عمادُالدین ابن کثیر (متوفی ۱۳۳۱ء)

تاریخ ابو الفداء از ابو الفداء عمادُالدین ابن کثیر (متوفی ۱۳۳۱ء)

تاریخ از امیر حیدر احمد شہابی، طبع مصر

تاریخ از کاسن ڈی پرسون

Presented by Ziaraat.Com

تاریخ ازبکستان از سیّد کمال الدین احمد، طبع ویب سائٹ، دین اسلام

تاریخ اسلام از ذاکر حسین

تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی

تاریخ اسلام از علامہ علی نقی نقوی

تاریخ اسلام از علامہ نجم الحسن کراروی (متوفی ۱۹۸۲ء)

تاریخ بغداد از حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)

تاریخ خمیس از حسین بن محمد دیار بکری (متوفی ۸۹۲ ہجری ۱۵۷۴ء)

تاریخ خواص عامہ از ابن جوزی

تاریخ دمشق (عساکر) از علی ابن حسین ابن عبداللہ ابن عساکر دمشقی (متوفی ۵۷۱ ھجری)

تاریخ دمشق الکبیر از ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ء)

تاریخ طبری از ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ ھجری) عربی، طبع مصر

تاریخ طبری از ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ ھجری) اردو، نفیس اکیڈمی، کراچی پاکستان

تاریخ کامل از علامہ ابنِ کثیر

تاریخ کبیر از علامہ ابن جریر طبری، طبع مصر

تاریخ واقدی از ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی (متوفی ۸۲۲ء)

تاریخ یعقوبی از ابن واضح الیعقوبی (متوفی ۲۹۲ء)، طبع نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان

تذکرۃ الخواص از سبط ابن جوزی

ترجمان القرآن از ابوالکلام احمد

ترجمہ تاریخ ابوالفداء از مولانا کریم الدین حنفی، طبع لاہور

تفسیر القرآن از مولانا سیّد ظفر حسن

Presented by Ziaraat.Com

تفسیر انوار النجف فی اسرار المصحف از علامہ حسین بخش جاڑا

تفسیر توریت از پی شلومر اسحاق (مفسر توریت)

تفسیر فرات کوفی از ابو سعید

تفسیر معروف از فخر الدین الرازی (متوفی ۱۲۰۹ء)

تفسیر نمونہ از آیت اللہ مکارم شیرازی

تلخیص المستدرک از شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی (متوفی ۷۴۸ھجری)

تلفیح الفہوم از ابن ہشام (متوفی ۸۳۳ء)

توضیح المسائل از آیت اللہ سید علی حسینی سیستانی

تہذیب الاحکام از محمد بن حسن طوسی

تہذیب الاسماء از انووی

جامع المدارک از سیّد خوانساری

جواہر الکلام از شیخ جواہری

جامع ترمذی

جذبُ القلوب از شیخ عبد الحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)

چودہ ستارے از علامہ نجم الحسن کراروی (متوفی ۱۹۸۲ء)

حصِن حصِین از محمد بن محمد جزری شافعی (متوفی ۱۴۲۹ء)

حکایاتُ القرآن از سید محمد صحفی، طبع جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان

حیاتُ القلوب از علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء)، ناشران امامیہ کتب خانہ، لاہور

حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از محمد حسین ہیکل

خصائص نسائی از حافظ ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھجری)

Presented by Ziaraat.Com

خطباتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از مولوی محمد عبداللہ، طبع دائرۃ المعارف، لاہور

در السحابہ از شوکانی

در منثور از ابن مدویۃ

دعوت دہلی سیرۃ طیبہ نمبر ۱۶ ستمبر ۱۹۵۹ء از مولوی عبدالباری ایم اے

دلائل الخیرات کانپوری از محمد عبدالحق مہاجر

دی پرافٹ اینڈ دی ایج آف کیلی فیٹس از ہیواین کینیڈی، طبع لندن

The Prophet and the Age of Caliphates

دی پریچنگ آف اسلام از سر تھامس واکر آرنلڈ (متوفی ۱۹۳۰ء)

The Preaching of Islam

دی سوشل سٹرکچر آف اسلام از روبن لیوی (متوفی ۱۹۶۶ء)، طبع کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۵۹ء

The Social Structure of Islam

دی عرب سولائزیشن از جوزوف ہیل، طبع ڈبلیو ہیفر اینڈ سنز، کیمبرج ۱۹۲۶ء

The Arab Civilization

دی عرب کنگڈم اینڈ اٹس فال از جولیس ویل ہاسن (متوفی ۱۹۱۸ء) طبع یونیورسٹی آف کلکتہ، ۱۹۲۷ء

The Arab Kingdom and Its Fall

دی لائف اینڈ ٹائمز آف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) از جان بیگٹ گلب پاشا (متوفی ۱۹۸۶ء)، طبع نیو یارک

The Life and Times of Mohammad (p.b.u.h)

دی میسیج از آیت اللہ جعفر سبحانی

(The Message)

دی ہسٹری آف دی ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر از ایڈورڈ گبن (متوفی ۱۷۹۴ء)

The History Of The Decline And Falls Of Roman Empire

Presented by Ziaraat.Com

ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ از محب طبری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی از محمد حمید اللہ

روضۃ الاحباب از جمال الدین محدث

روضۃ الصفا، محمد بن خاون شاہ، غیاث الدین خواند

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، مطبوعہ مرکز الحرمین الاسلامی

روح المعانی از شہاب الدین محمود آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ ھجری)

روضۃ الواعظین از قتال نیشا پوری

زادلمعاد از ابن القیم (متوفی ۷۵۱ ھجری)

سبل السلام از صنعانی

سفینۃ البحار از محدث شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ ھجری)

سلمانِ محمدی از مولانا مقبول احمد

سنن ابی دائود از حافظ ابی دائود سلیمان (متوفی ۲۸۵ ھجری)

سنن الترمذی از محمد ترمذی (متوفی ۲۷۹ ھجری)

سنن الکبریٰ از ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ ھجری)

سیاسی وثیقہ جات (اردو ترجمہ) از ڈاکٹر محمد حمید اللہ

سیر اعلام النبلاء از ذھبی

سیرۃُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اردو) از ابن ہشام (متوفی ۸۳۳ء)

سیرت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) از عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

سیرت ابن ھشام از ابن ھشام (متوفی ۸۳۳ء)

سیرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام از سلطان مرزا دہلوی

Presented by Ziaraat.Com

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مستشرقین از ڈاکٹر عبد العلیم

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء)، طبع چہارم مطبع معارف اعظم گڑھ

شذرات الذھب فی اخبار من ذھب لابن العماد الحنبلی از ابن العماد الحنبلی

شرح ابن ابی الحدید

شرح المواھبُ اللدنیۃ از محمد الزرقانی (متوفی ۱۱۲۲ھجری)

شواھد النبوت از مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۹۲ء)

صحیح بخاری از محمد بن اسماعیل بخاری

صحیح مسلم از ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن در دین

صفوۃ الصفوہ ۱از ابن جوزی

الصواعق المحرقۃ از الشیخ احمد ابن حجر المکی (متوفی ۹۷۴ھجری)

طبقات ابن سعد از محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھجری)

عرائس المجالس از ابو اسحاق احمد ثعلبی (متوفی ۴۲۷ھجری)

علل الشرایع از الشیخ الصدوق بن بابویۃ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین (متوفی ۳۸۱ھجری)

عیون اخبار الرضا از شیخ ابی جعفر الصدوق محمد بن علی بن الحسین بن بابویۃ (متوفی ۳۸۱ھجری)

عہد نبوی کا نظام حکمرانی از محمد حمید اللہ

فتح البیان فی مقاصد القرآن از نواب صدیق حسن خان قنوجی

فتح القدیر از محمد بن علی بن محمد شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھجری)

فروع کافی از محمد بن یعقوب کلینی، مطبوعہ ایران ۱۳۱۵ھجری

کتاب مستطاب الشافی از مولانا سید ظفر حسن،

Presented by Ziaraat.Com

(ترجمہ اُصول کافی، شیخ محمد بن یعقوب کُلینی ،متوفی ۳۲۹ء)

کتاب مستطاب مجمع الفضائل (ترجمہ: مناقب علامہ ابن شہر آشوب)، ازمولانا سید ظفر حسن

کذافی الشفا از قاضی عیاض

کشاف (زمخشری) از محمود ابن عمر الزمخشری (متوفی ۵۳۸ ھجری)

کشف الانوار ترجمہ فارسی بحار (طبع ایران)

کفایۃ الأثر فی النص علی الأئمۃ الإثنی عشر

کمال الدین از الشیخ الصدوق بن بابویہ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین (متوفی ۳۸۱ ھجری)

کنز العمال از علامہ علا الدین علی متقی بن حسام الدین

کتاب السنن از سعید بن منصور (متوفی ۲۲۷ ھجری)

کتاب الفردوس از حافظ دیلمی (متوفی ۵۵۸ ھجری)

کشف الخفا از عجلونی (متوفی ۱۶۲ ھجری)

کشف الغمہ از علی بن عیسیٰ اربیلی (متوفی ۶۹۴ ھجری)

کیرالہ میگزین ۱۹۴۸

لٹریری ہسٹری آف دی عربز از رینالڈ ایلین نکولسن (متوفی ۱۹۴۵ء) طبع کیمبرج یونیورسٹی ۱۹۵۳ء

Literary History of the Arabs

لوامع التنزیل از علامہ جلال الدین

مائیکروسافٹ انکارٹا انسائیکلوپیڈیا

مبانی تکلملۃ المنہاج از آغا خوئی

مجالس صدوق (ترجمہ امالی الشیخ الصدوق) از شیخ صدوق بن بابویہ (متوفی ۳۸۱ھ)، ناشر ادارہ تعلیم و تربیت لاہور

مجمع الزوائد و منبع الفوائد از ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر ھیثمی شافعی (متوفی ۸۰۷ ھجری)

Presented by Ziaraat.Com

مجمع النورین از شیخ ابو الحسن نجفی

محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ از محمد الخضری (متوفی ۱۳۴۶ء)

محاضرۃ الابرار از علامہ ابن عربی (متوفی ۱۲۴۰ء)، مطبوعہ مصر

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اینڈ دا کونکوئسٹس آف اسلام از فرانسسکو جبریلی (متوفی ۱۹۹۶ء)، طبع لندن ۱۹۶۸ء

Mohammad (p.b.u.h) and the Conquest of Islam

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایٹ مدینہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں) از ولیم منٹگمری واٹ (متوفی ۲۰۰۶ء)، طبع کراچی ۱۹۹۴ء

Mohammad (p.b.u.h) At Madina

مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از محمد بن عبد الوہاب نجدی (متوفی ۱۲۰۶ ھجری)

مدارج النبوت (اردو) از شیخ عبد الحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، ناشر شبیر برادرز، لاہور

مراۃ الجنان للیافی، مطبوعہ حیدر آباد دکن

مروج الزھب ومعادن الجواھر (تاریخ مسعودی)

از ابو الحسن بن حسین بن مسعودی (متوفی ۳۴۶ ھجری)

مستدرک الوسائل از میرزا حسین نوری

مستدرک حاکم از الحاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ ھجری)

مستدرک علی الصحیحین از الحاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ ھجری)

مسلم انسٹی ٹیوشنز از ماورس گاڈ فرائے ڈی مامبائنز (متوفی ۱۹۵۷ء)، طبع لندن ۱۹۵۴ء

Muslim Institutions

مسلمانانِ عالم از مسٹر کے اے حمید

مسند احمد بن حنبل

از ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (متوفی ۲۴۱ ھجری)

Presented by Ziaraat.Com

مسند از اسحاق بن راھویہ

مسند امام رضا علیہ السلام

مشکوٰۃ المصابیح (مشکوٰۃ شریف)،

از امام ولی الدین محمد ابن عبداللہ الخطیب (متوفی ۷۴۳ھجری)

معجم البلدان، از شھاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ رومی (متوفی ۶۲۶ھجری)

مقاتل الطالبین،

از علی بن حسین بن محمد بن احمد بن ھیثم، معروف بہ ابو الفرج اصفھانی

مناقب ابن شھر آشوب از علامہ شھر آشوب

مناقب فاطمۃ الزہرا علیہا السلام از ڈاکٹر طاہر القادری

منھاج الصالحین از الشیخ وحید الخراسانی

موارد الظمآن از ھیثمی

میثاقِ مدینہ از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

نُور الابصار از الشیخ بن حسن مؤمن الشبلنجی

نقوشِ عصمت از علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی (متوفی ۲۰۰۰ء)

نوادر المعجزات از ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھجری)

نور الابصار فی مناقب اھلبیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

از الشیخ مومن بر حسن مومن الشبلنجی (متوفی ۱۲۹۸ء)

نیل الاوطار از شوکانی

وسائل الشیعہ از محمد بن حسن بن علی بن محمد بن حسین

الالمعروف بہ شیخ حر عاملی (متوفی ۱۱۰۴ھجری)

وکی پیڈیا اُردو

Presented by Ziaraat.Com